اداریہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے لیے کامل نمونہ ہیں

تاریخ عالم کھنگال کر دیکھیں تاریخ انبیاء کا مطالعہ کیجئے، آپ کو حبیب کبریاء سرور کائنات فخر دوعالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جیسی بے داغ، پاکیزہ، دلیر اور حسین سیرت طیبہ اور کہیں نظر نہ آئے گی۔ آپ ﷺ کون ومکان میں ایسے گوہر نایاب تھے جو ہر اعتبار سے بے مثل، ہر رنگ میں فرید و وحید اور ہر کمال میں یگانہ اور ہر اعتبار سے یکتائے روزگار تھے۔ انسانی کمالات کے تمام اعلیٰ جواہر و خواص آپؐ کی ذات اقدس میں انتہائی کمال کے ساتھ منفرد نظر آتے ہیں۔

آپؐ نے اپنی ذات، صفات، اپنے افعال اور اعمال سے ہر میدان میں کمال کا نمونہ دکھلایا اور یہی وجہ ہے کہ تمام بنی نوع انسان میں آپ ہی انسان کامل ہونے کے حقدار ہیں **اللھم صل وسلم وبارك عليه واله۔**

قارئین! ہم سب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ اصول بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ہستی کو اپنی صفات سے ہم پر ظاہر فرماتا ہے اور مومن بندوں کو بھی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ میرا رنگ پکڑو اور میرے رنگ میں رنگین ہو جاؤ۔ میری صفات اختیار کرو تبھی حقیقی عبد بن سکتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی اعلیٰ ترین مثال ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے علاوہ کسی اور فرد میں نہیں پائی جاسکتی کیونکہ آپؐ اللہ تعالیٰ کے وہ پیارے ہیں جس کے نور سے ایک دنیا نے فیض پایا، فیض پارہی ہے اور انشاء اللہ فیض پاتی رہے گی۔ آپؐ کو خدا تعالیٰ سے انتہا درجہ کی محبت تھی جس کی وجہ سے آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے بھی حد سے بڑھ کر محبت کی۔ بنی نوع انسان کی ذرا سی تکلیف بھی آپ کو گوارا نہ تھی۔ آپ کے اندر خدا تعالیٰ کی مخلوق کے لیے جو بے پناہ رحم کے جذبات تھے اس کی شدت اس قدر تھی کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں گواہی دی ہے۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○ (سورۃ التوبہ:۱۲۹)

ترجمہ: (اے مومنو!) تمہارے پاس تمہاری ہی قوم کا ایک فرد رسول ہو کر آیا ہے تمہارا تکلیف میں پڑنا اس پر شاق گزرتا ہے اور وہ تمہارے لیے خیر کا بہت بھوکا ہے اور مومنوں کے ساتھ محبت کرنے والا (اور) بہت رحم کرنے والا ہے۔

باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے جذبہ رحم کی عرش سے گواہی دی اور آپؐ کی زندگی کے متعدد واقعات ہمارے سامنے ہیں کہ کس طرح آپؐ نے انتہائی تکالیف میں مبتلا ہو کر کافروں اور مومنوں دونوں کیلئے رحم کا اظہار فرمایا، ایک طبقہ مسلسل آپؐ کے احسانات کی ناشکری کرتے ہوئے اور ہٹ دھرمی کے نتیجہ میں آپؐ پر طرح طرح کے بے ہودہ اور غلیظ اعتراضات کرتا رہا ہے۔ تاریخ میں بھی اس کی مثالیں موجود ہیں اور حالیہ دور میں نام نہاد یورپین مفکرین اور اُن کی پیروی میں دیگر مخلوق پرست دانشور اسی قطار میں نظر آتے ہیں۔

سید المعصومین کی عصمت کی حفاظت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور ہر دور میں اس کا انتظام فرمایا ہے۔ اس دور میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے عاشق صادق غلام صادق امام الزماں سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ آپؑ نے عقلی، نقلی، اعتقادی اور عملی ہر طریق سے آنحضرت ﷺ کی عزت و عظمت کو از سر نو دنیا میں قائم فرمایا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”دنیا میں ایک رسول آیا تا کہ ان بہروں کو کان بخشے کہ جو نہ صرف آج سے بلکہ صدہا سال سے بہرے ہیں۔ کون اندھا ہے اور کون بہرہ؟ وہی جس نے توحید کو قبول نہیں کیا اور نہ اس رسول کو جس نے نئے سرے سے زمین پر توحید کو قائم کیا۔ وہی رسول جس نے وحشیوں کو انسان بنایا اور انسان سے با اخلاق انسان یعنی سچے اور واقعی اخلاق کے مرکز اعتدال پر قائم کیا۔ اور پھر با اخلاق انسان سے با خدا ہونے کے الٰہی رنگ سے رنگین کیا۔ وہی رسول، ہاں وہی آفتاب صداقت جس کے قدموں پر ہزاروں مُردے شرک اور دہریت اور فسق اور فجور کے جی اُٹھے اور عملی طور پر قیامت کا نمونہ دکھلایا۔ نہ یسوع کی طرح صرف لاف وگزاف۔ جس نے مکّہ میں ظہور فرما کر شرک اور انسان پرستی کی بہت سی تاریکی کو مٹایا۔ ہاں دنیا کا حقیقی نور وہی تھا جس نے دنیا کو تاریکی میں پا کر فی الواقعہ وہ روشنی عطا کی کہ اندھیری رات کو دن بنا دیا۔ اس کے پہلے دنیا کیا تھی اور اس کے آنے کے بعد کیا ہوئی؟ یہ ایسا سوال نہیں ہے جس کے جواب میں کچھ دقّت ہو۔ اگر ہم بے ایمانی کی راہ اختیار نہ کریں تو ہمارا کانشنس ضرور اس بات کے منوانے کے لیے ہمارا دامن پکڑے گا کہ اس جنابؐ عالی سے پہلے خدا کی عظمت کو ہر ایک ملک کے لوگ بھول گئے تھے اور اس سچے معبود کی عظمت اوتاروں اور پتھروں اور ستاروں اور درختوں اور حیوانوں اور فانی انسانوں کو دی گئی تھی اور ذلیل مخلوق کو اس ذوالجلال وقدوس کی جگہ پر بٹھایا تھا۔ یہ ایک سچا فیصلہ ہے کہ اگر یہ انسان اور حیوان اور درخت اور ستارے درحقیقت خدا ہی تھے جن میں سے ایک یسوع بھی تھا تو پھر اس رسول کی کچھ ضرورت نہ تھی۔ لیکن اگر یہ چیزیں خدا نہیں تھیں تو وہ دعویٰ ایک عظیم الشان روشنی اپنے ساتھ رکھتا ہے جو حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مکّہ کے پہاڑ پر کیا تھا۔ وہ کیا دعویٰ تھا وہ یہی تھا کہ آپؐ نے فرمایا کہ خدا نے دنیا کو شرک کی سخت تاریکی میں پا کر اس تاریکی کو مٹانے کے لیے مجھے بھیج دیا۔ یہ صرف دعویٰ نہ تھا بلکہ اس رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دعوے کو پورا کر کے دکھلا دیا اگر کسی نبی کی فضیلت اس کے ان کاموں سے ثابت ہو سکتی ہے جن سے بنی نوع کی سچی ہمدردی سب نبیوں سے بڑھ کر ظاہر ہو تو اے سب لوگو! اٹھو اور گواہی دو کہ اس صفت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں کوئی نظیر نہیں۔...... اندھے مخلوق پرستوں نے اس بزرگ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو شناخت نہیں کیا جس نے ہزاروں نمونے سچی ہمدردی کے دکھلائے۔ لیکن اب مَیں دیکھتا ہوں کہ وہ وقت پہنچ گیا ہے کہ یہ پاک رسولؐ شناخت کیا جائے۔ چاہو تو میری بات لکھ رکھو کہ اب کے بعد وہ مردہ پرستی روز بروز کم ہو گی یہاں تک کہ نابود ہو جائے گی۔ کیا انسان خدا کا مقابلہ کرے گا؟۔ کیا ناچیز قطرہ خدا کے ارادوں کو رد کر دے گا؟۔ کیا فانی آدم زاد کے منصوبے الٰہی حکموں کو ذلیل کر دیں گے؟ اے سننے والو سنو۔ اور اے سوچنے والو سوچو۔ اور یاد رکھو کہ حق ظاہر ہوگا اور وہ جو سچا نور ہے چمکے گا۔

(تبلیغ رسالت جلد ششم صفحہ9

(باقی صفحہ ۴۰ پر ملاحظہ فرمائیں)

فہرست مضامین

ہفت روزہ بدر ”سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمبر“

شمائل نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع ارشاد باری تعالیٰ

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ○ (سورۃ الاحزاب آیت 41)

ترجمہ: نہ محمد (ﷺ) تم میں سے کسی مرد کے باپ تھے نہ ہیں (نہ ہوں گے) لیکن اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ ہر چیز سے خوب آگاہ ہے۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ○ (سورۃ مزمل آیت 16)

ترجمہ: اے لوگو! ہم نے تمہاری طرف ایک ایسا رسول بھیجا ہے جو تم پر نگران ہے اسی طرح جس طرح فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ○ (سورۃ النساء آیت 81)

ترجمہ: جو رسول کی اطاعت کرے (تو سمجھو کہ) اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جو لوگ پیٹھ پھیر گئے تو (یاد رکھ کہ) ہم نے تجھے نگہبان بنا کر نہیں بھیجا

يٰسٓ ○ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ○ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ○ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ (سورۃ یٰس آیت 2-5)

ترجمہ: اے سید! ہم حکمت والے قرآن کو (تیرے سید ہونے کی) شہادت میں پیش کرتے ہیں۔ یقیناً تو رسولوں میں سے ہے اور سیدھے راستہ پر ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ (سورۃ الانبیا 108)

ترجمہ: اور ہم نے تجھے دنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ۭ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ○ (المائدہ آیت 68)

ترجمہ: اے رسول! تیرے رب کی طرف سے جو (کلام بھی) تجھ پر اُتارا گیا ہے اُسے لوگوں تک پہنچا اور اگر تو نے (ایسا) نہ کیا تو (گویا) تو نے اس کا پیغام (بالکل) نہیں پہنچایا اور اللہ تجھے لوگوں (کے حملوں) سے محفوظ رکھے گا۔ اللہ کافر لوگوں کو ہرگز (کامیابی کی) راہ نہیں دکھائے گا۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (سورۃ ال عمران آیت 31)

ترجمہ: تو کہہ کہ (اے لوگو) اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو (اس صورت میں) وہ (بھی) تم سے محبت کرے گا اور تمہارے قصور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ○ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ○ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ○ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ○ (سورۃ القلم آیت 5)

ترجمہ: (ہم) قلم اور دوات کو اور جو اُن (کے ذریعہ) لکھا جاتا ہے شہادت کے طور پر پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ تو اپنے ربّ کے فضل سے مجنون نہیں۔ اور تجھے خدا کی طرف سے ایک ایسا بدلہ ملے گا جو کبھی ختم نہ ہوگا۔ (اس کے علاوہ ہم یہ بھی قسم کھاتے ہیں کہ) تو (اپنی تعلیم اور عمل میں) نہایت اعلیٰ درجہ کے اخلاق پر قائم ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ○ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ○ (سورۃ الاحزاب آیت 47.46)

ترجمہ: اے نبی ہم نے تجھے اس حال میں بھیجا کہ تو دنیا کا نگران بھی ہے (مومنوں کو) خوشخبری دینے والا بھی ہے اور (کافروں) کو ڈرانے والا بھی ہے۔ اور نیز اللہ کے حکم سے اُس کی طرف بلانے والا اور ایک چمکتا ہوا سورج بنا کر (بھیجا ہے)

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ○ (سورۃ الکھف آیت 7)

ترجمہ: (کیا) اگر وہ اس عظیم الشان کلام پر ایمان نہ لائیں تو تو ان کے غم میں شدت افسوس کی وجہ سے اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال لے گا۔

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰۗىِٕثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ (سورۃ الاعراف آیت 158)

ترجمہ: وہ (لوگ) جو ہمارے اس رسول کی اتباع کرتے ہیں جو نبی ہے اور اُمّی ہے جس کا ذکر توریت اور انجیل میں اُن کے پاس لکھا ہوا موجود ہے وہ اُن کو نیک باتوں کا حکم دیتا ہے اور بُری باتوں سے روکتا ہے اور سب پاک چیزیں اُن پر حلال کرتا ہے اور سب بُری چیزیں اُن پر حرام کرتا ہے اور اُن کے بوجھ (جو اُن پر لادے ہوئے تھے) اور طوق جو اُن کے گلوں میں ڈالے ہوئے تھے وہ اُن سے دور کرتا ہے، پس وہ لوگ جو اُس پر ایمان لائے اور اُس کو طاقت پہنچائی اور اُس کو مدد دی اور اُس نور کے پیچھے چل پڑے جو اُس کے ساتھ اُتارا گیا تھا وہی لوگ بامراد ہیں۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۠ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَي اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ○

(سورۃ ال عمران آیت 160)

ترجمہ: اور تو اس عظیم الشان رحمت کی وجہ سے (ہی) جو اللہ کی طرف سے (تجھے دی گئی) ہے اُن کے لئے نرم واقع ہوا ہے اور اگر تو بد اخلاق اور سخت دل ہوتا تو یہ لوگ تیرے گرد سے تتر بتر ہو جاتے پس تُو انہیں معاف کر دے اور ان کے لئے خدا سے بخشش مانگ اور حکومت (کے معاملات) میں اُن سے مشورہ لیا کر۔ پھر جب تو (کسی بات کا) پختہ ارادہ کر لے تو اللہ پر توکل کر۔ اور اللہ توکل کرنے والوں سے یقیناً محبت کرتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰۗىِٕكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَي النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○ (سورۃ الاحزاب آیت 57)

ترجمہ: اللہ یقیناً اُس نبی پر رحمت نازل کر رہا ہے اور اس کے فرشتے بھی (یقیناً اُس کے لئے دعائیں کر رہے ہیں پس) اے مومنو تم بھی اُس نبی پر درود بھیجتے اور اُن کے لئے دعائیں کرتے رہا کرو اور (خوب جوش و خروش سے) اُن کے لئے سلامتی مانگتے رہا کرو۔

سردارِ دو جہاں حضرت خاتم النبیّین سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

عَنِ حَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَأَلْتُ خَالِيْ هِنْدَ بْنَ اَبِىْ هَالَةَ وَكَانَ وَصَّافًا عَنْ حِلْيَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَشْتَهِىْ اَنْ يَّصِفَ لِىْ شَيْئًا اَتَعَلَّقُ بِهٖ فَقَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخْمًا مُفَخَّمًا يَتَلَأْلَأُ وَجْهُهٗ تَلَأْلُؤَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ اَطْوَلَ مِنَ الْمَرْبُوْعِ وَاَقْصَرَ مِنَ الْمُشَذَّبِ عَظِيْمَ الْهَامَّةِ رَجِلَ الشَّعْرِ اِنِ انْفَرَقَتْ عَقِيْقَتُهٗ فَرِقَ وَاِلَّا فَلَا يُجَاوِزُ شَعْرُهٗ شَحْمَةَ اُذُنَيْهِ اِذَا هُوَ وَفَّرَهٗ اَزْهَرَ اللَّوْنِ وَاسِعَ الْجَبِيْنِ اَزَجَّ الْحَوَاجِبِ سَوَابِغَ مِنْ غَيْرِ قَرَنٍ بَيْنَهُمَا عِرْقٌ يُدِرُّهُ الْغَضَبُ اَقْنَى الْعِرْنَيْنِ لَهٗ نُوْرٌ يَعْلُوْهُ يَحْسَبُهٗ مَنْ لَمْ يَتَاَمَّلْهُ اَشَمَّ كَثَّ اللِّحْيَةِ سَهْلَ الْخَدَّيْنِ ضَلِيْعَ الْفَمِ مُفْلَجَ الْاَسْنَانِ دَقِيْقَ الْمَسْرُبَةِ كَاَنَّ عُنُقَهٗ جِيْدُ دُمْيَةٍ فِىْ صَفَاءِ الْفِضَّةِ مُعْتَدِلَ الْخَلْقِ بَادِنٌ مُتَمَاسِكٌ سَوَاءَ الْبَطْنِ وَالصَّدْرِ عَرِيْضَ الصَّدْرِ بَعِيْدَ مَا بَيْنَ مَنْكِبَيْنِ ضَخْمَ الْكَرَادِيْسِ اَنْوَرَ الْمُتَجَرِّدِ مَوْصُوْلَ مَا بَيْنَ اللَّبَّةِ وَالسُّرَّةِ بِشَعْرٍ يَجْرِىْ كَالْخَطِّ عَارِىَ الثَّدْيَيْنِ وَالْبَطْنِ مِمَّا سِوٰى ذٰلِكَ اَشْعَرَ الذِّرَاعَيْنِ وَالْمَنْكِبَيْنِ وَاَعَالِىَ الصَّدْرِ طَوِيْلَ الزَّنْدَيْنِ رَحْبَ الرَّاحَةِ شَثْنَ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ سَائِلَ الْاَطْرَافِ اَوْ قَالَ شَائِلَ الْاَطْرَافِ خُمْصَانَ الْاَخْمَصَيْنِ مَسِيْحَ الْقَدَمَيْنِ يَنْبُوْ عَنْهُمَا الْمَاءُ اِذَا زَالَ زَالَ قَلْعًا يَخْطُوْ تَكَفِّيًا وَيَمْشِىْ هَوْنًا ذَرِيْعَ الْمِشْيَةِ اِذَا مَشٰى كَاَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ وَاِذَا الْتَفَتَ اِلْتَفَتَ جَمِيْعًا خَافِضَ الطَّرْفِ نَظْرُهٗ اِلَى الْاَرْضِ اَكْثَرُ مِنْ نَظْرِهٖ اِلَى السَّمَآءِ جُلُّ نَظْرِهٖ الْمُلَاحَظَةُ يَسُوْقُ اَصْحَابَهٗ يَبْدَءُ مَنْ لَقِىَ بِالسَّلَامِ۔

(شمائل ترمذی باب فی خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ پوچھا۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ بیان کرنے میں بڑے ماہر تھے اور مَیں چاہتا تھا کہ یہ میرے پاس ایسی باتیں بیان کریں جنہیں میں گِرہ میں باندھ لوں۔ چنانچہ ہند نے بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بارُعب اور وجیہہ شکل وصورت کے تھے۔ چہرہ مبارک یوں چمکتا تھا گویا چودھویں کا چاند۔ میانہ قد یعنی پستہ قامت سے دراز اور طویل القامت سے کسی قدر چھوٹا۔ سر بڑا۔ بال خم دار اور گھنے جو کانوں کی لَو تک پہنچتے تھے۔ مانگ نمایاں۔ رنگ کِھلتا ہوا سفید۔ پیشانی کشادہ۔ ابرو لمبے باریک اور بھرے ہوئے جو باہم ملے ہوئے نہیں تھے بلکہ درمیان میں سفید سی جگہ نظر آتی تھی جو غصّہ کے وقت نمایاں ہوجاتی تھی ناک باریک جس پر نُور جھلکتا تھا جو سرسری دیکھنے والے کو اُٹھی ہوئی نظر آتی تھی۔ ریش مبارک گھنی۔ رخسار نرم اور ہموار۔ دہن کشادہ۔ دانت ریخدار اور چمکیلے۔ آنکھوں کے کوئے باریک۔ گردن صراحی دار چاندی کی طرح شفاف جس پر سرخی جھلکتی تھی۔ معتدل الخَلق۔ بدن کچھ فربہ لیکن بہت موزوں۔ شکم وسینہ ہموار۔ صدر چوڑا اور فراخ۔ جوڑ مضبوط اور بھرے ہوئے۔ جلد چمکتی ہوئی نازک اور ملائم۔ چھاتی اور پیٹ بالوں سے بالکل صاف سوائے ایک باریک سی دھاری کے جو سینے سے ناف تک چلی گئی تھی۔ کہنیوں تک دونوں ہاتھوں اور کندھوں پر کچھ کچھ بال۔ پہنچے لمبے۔ ہتھیلیاں چوڑی اور گوشت سے بھری ہوئی۔ انگلیاں لمبی اور سڈول۔ پاؤں کے تلوے قدرے بھرے ہوئے۔ قدم نرم اور چکنے کہ پانی بھی ان پر سے پھسل جائے۔ جب قدم اٹھاتے تو پوری طرح اُٹھاتے۔ رفتار باوقار لیکن کسی قدر تیز جیسے بلندی سے اتر رہے ہوں۔ جب کسی کی طرف رُخ پھیرتے تو پورا رُخ پھیرتے۔ نظر ہمیشہ نیچی رہتی۔ یوں لگتا جیسے فضا کی نسبت زمین پر آپؐ کی نظر زیادہ پڑتی ہے۔ آپؐ اکثر نیم وا آنکھوں سے دیکھتے۔ اپنے صحابہؓ کے پیچھے پیچھے چلتے اور ان کا خیال رکھتے۔ ہر ملنے والے کو سلام میں پہل فرماتے۔

عَنِ حَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَأَلْتُ خَالِيْ هِنْدَ بْنَ اَبِىْ هَالَةَ وَكَانَ وَصَّافًا قُلْتُ صِفْ لِىْ مَنْطِقَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَوَاصِلَ الْاَحْزَانِ دَائِمَ الْفِكْرَةِ لَيْسَتْ لَهٗ رَاحَةٌ طَوِيْلَ السَّكْتِ لَا يَتَكَلَّمُ فِىْ غَيْرِ حَاجَةٍ يَفْتَحُ الْكَلَامَ وَيَخْتِمُهٗ بِاَشْدَاقِهٖ وَيَتَكَلَّمُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ كَلَامُهٗ فَصْلٌ لَا فُضُوْلَ وَلَا تَقْصِيْرَ لَيْسَ بِالْجَافِىْ وَلَا الْمُهِيْنِ يُعَظِّمُ النِّعْمَةَ وَاِنْ دَقَّتْ لَا يَذُمُّ مِنْهَا شَيْئًا غَيْرَ اَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ يَذُمُّ ذَوَّاقًا وَلَا يَمْدَحُهٗ وَلَا تُغْضِبُهُ الدُّنْيَا وَلَا مَا كَانَ لَهَا فَاِذَا تُعُدِّىَ الْحَقُّ لَمْ يَقُمْ لِغَضَبِهٖ شَيْءٌ حَتّٰى يَنْتَصِرَ لَهٗ لَا يَغْضَبُ لِنَفْسِهٖ وَلَا يَنْتَصِرُ لَهَا اِذَا اَشَارَ اَشَارَ بِكَفِّهٖ كُلِّهَا وَاِذَا تَعَجَّبَ قَلَّبَهَا وَاِذَا تَحَدَّثَ اِتَّصَلَ بِهَا وَضَرَبَ بِرَاحَةِ الْيُمْنٰى بَطْنَ اِبْهَامِهِ الْيُسْرٰى وَاِذَا غَضِبَ اَعْرَضَ وَاَشَاحَ وَاِذَا فَرِحَ غَضَّ طَرْفَهٗ جُلُّ ضِحْكِهٖ التَّبَسُّمُ يَفْتَرُّ عَنْ مِّثْلِ حَبِّ الْغَمَامِ۔

(شمائل ترمذی باب کیف کان کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی کا بیان ہے کہ مَیں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کے انداز کے بارہ میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ یوں لگتے جیسے کسی مسلسل اور گہری سوچ میں ہیں اور کسی خیال کی وجہ سے کچھ بے آرامی سی ہے۔ آپؐ اکثر چپ رہتے۔ بلا ضرورت بات نہ کرتے۔ جب بات کرتے تو پوری وضاحت سے کرتے۔ آپ کی گفتگو مختصر لیکن فصیح وبلیغ پُر حکمت اور جامع مضامین پر مشتمل اور زائد باتوں سے خالی ہوتی۔ لیکن اس میں کوئی کمی یا اِبہام نہیں ہوتا تھا۔ نہ کسی کی مذمّت وتحقیر کرتے نہ توہین وتنقیص۔ چھوٹی سے چھوٹی نعمت کو بھی بڑا اظاہر فرماتے۔ شکر گزاری کا رنگ نمایاں تھا۔ کسی چیز کی مذمّت نہ کرتے۔ نہ اتنی تعریف جیسے وہ آپؐ کو بے حد پسند ہو۔ مزیدار یا بدمزہ ہونے کے لحاظ سے کھانے پینے کی چیزوں کی تعریف یا مذمّت میں زمین وآسمان کے قلابے ملانا آپ کی عادت نہ تھی۔ ہمیشہ میانہ روی شعار تھا۔ کسی دُنیوی معاملے کی وجہ سے نہ غصّے ہوتے نہ بُرا مناتے۔ لیکن اگر حق کی بے حرمتی ہوتی یا حق غصب کرلیا جاتا تو پھر آپ کے غصّے کے سامنے کوئی نہیں ٹھہر سکتا تھا۔ جب تک اس کی تلافی نہ ہوجاتی آپؐ کو چین نہیں آتا تھا۔ اپنی ذات کیلئے کبھی غصّے نہ ہوتے اور نہ اس کے لئے بدلہ لیتے۔ جب اشارہ کرتے تو پورے ہاتھ سے کرتے صرف انگلی نہ ہلاتے۔ جب آپ تعجّب کا اظہار کرتے تو ہاتھ کو اُلٹا دیتے۔ جب کسی بات پر خاص طور پر زور دینا ہوتا تو ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سے اس طرح ملاتے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کو مارتے۔ جب کسی ناپسندیدہ بات کو دیکھتے تو منہ پھیر لیتے۔ اور جب خوش ہوتے تو آنکھ کسی قدر بند کر لیتے۔ آپؐ کی زیادہ سے زیادہ ہنسی کِھلے تبسّم کی حد تک ہوتی یعنی زور کا قہقہہ نہ لگاتے۔ ہنسی کے وقت آپؐ کے دندان مبارک ایسے نظر آتے تھے جیسے بادل سے گرنے والے سفید سفید اولے ہوتے ہیں۔

❁❁❁

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مقام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظر میں

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''**وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسان کامل کو۔** وہ ملائک میں نہیں تھا، نجوم میں نہیں تھا، قمر میں نہیں تھا، آفتاب میں بھی نہیں تھا، وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا۔ وہ لعل اور یاقوت اور زمرد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا۔ غرض وہ کسی چیز ارضی اور سماوی میں نہیں تھا۔ صرف انسان میں تھا۔ یعنی انسان کامل میں جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سید و مولیٰ سید الانبیاء سید الاحیاء محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ سو وہ نور اس انسان کو دیا گیا اور حسب مراتب اس کے تمام ہم رنگوں کو بھی یعنی ان لوگوں کو بھی جو کسی قدر وہی رنگ رکھتے ہیں اور یہ شان اعلیٰ اور اکمل اور اتم طور پر ہمارے سید، ہمارے مولیٰ، ہمارے ہادی، نبی، امی، صادق، مصدوق، محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی تھی''۔

(آئینہ کمالاتِ اسلام۔ روحانی خزائن۔ جلد 5۔ صفحہ 160 تا 161)

اسی طرح فرمایا:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تیرہ سالہ زندگی جو مکہ میں گزری اس میں جس قدر مصائب و مشکلات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر آئیں ہم تو ان کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ دل کانپ اٹھتا ہے جب ان کا تصور کرتے ہیں۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اعلیٰ حوصلگی، فراخدلی، استقلال اور عزم و استقامت کا پتہ چلتا ہے۔ کیسا کوہِ وقار انسان ہے کہ مشکلات کے پہاڑ ٹوٹ پڑتے ہیں مگر اس کو ذرا بھی جنبش نہیں دے سکتے۔ وہ مقصد کے ادا کرنے میں ایک لمحہ بھی سست اور غمگین نہیں ہوا۔ وہ مشکلات اس کے ارادے کو تبدیل نہیں کر سکیں۔'' (الحکم 30 جون 1901 صفحہ 03)

پھر فرماتے ہیں:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اعلیٰ درجہ کے یک رنگ اور صاف باطن اور خدا کے لیے جان باز اور خلقت کے بیم و اُمید سے بالکل منہ نہ پھیرنے والے اور محض خدا پر توکل کرنے والے تھے۔ کہ جنہوں نے خدا کی خواہش اور مرضی میں محو اور فنا ہو کر اس بات کی کچھ بھی پرواہ نہ کی کہ توحید کی منادی کرنے سے کیا کیا بلا میرے سر پر آوے گی۔ اور مشرکوں کے ہاتھ سے کیا کچھ دکھ اور درد اُٹھانا ہوگا۔ بلکہ تمام شدتوں اور سختیوں اور مشکلوں کو اپنے نفس پر گوارہ کر کے اپنے مولا کا حکم بجالائے اور جو جو شرط مجاہدہ اور وعظ اور نصیحت ہوتی ہے وہ سب پوری کی۔ اور کسی ڈرانے والے کو کچھ نہ سمجھا۔ ہم سچ سچ کہتے ہیں کہ تمام نبیوں کے واقعات میں ایسے مواضعات خطرات اور پھر کوئی ایسا خدا پر توکل کر کے کھلے کھلے شرک اور مخلوق پرستی سے منع کرنے والا اور اس قدر دشمن اور پھر کوئی ایسا ثابت قدم اور استقلال کرنے والا ایک بھی ثابت نہیں۔'' (براھین احمدیہ حصہ دوم صفحہ 119)

''مَیں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اُس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہاء معلوم نہیں ہو سکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اُس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دُنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اُس کو دُنیا میں لایا۔ اُس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی۔ اِس لیے خدا نے جو اُس کے دل کے راز کا واقف تھا اُس کو تمام انبیاء اور تمام اوّلین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اُس کی مُرادیں اُس کی زندگی میں اُس کو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اُس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے وہ انسان نہیں بلکہ ذُرّیّتِ شیطان ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کُنجی اُس کو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اُس کو عطا کیا گیا ہے۔ جو اُس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے؟ ہم کافر نعمت ہوں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اِسی نبی کے ذریعہ سے پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اِسی کامل نبی کے ذریعہ سے اور اُس کے نُور سے ملی ہے اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اُس کا چہرہ دیکھتے ہیں اِسی بزرگ نبی کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے۔ اس آفتاب ہدایت کی شعاع دُھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے اور اُسی وقت تک ہم مُنوّر رہ سکتے ہیں جب تک کہ ہم اُس کے مقابل پر کھڑے ہیں۔''

(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن۔ جلد 22۔ صفحہ 118-119)

پھر ایک جگہ آپ فرماتے ہیں:۔

''**ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلہ نبوت میں سے اعلیٰ درجہ کا جوانمرد نبیؐ اور زندہ نبیؐ اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبی صرف ایک مرد کو جانتے ہیں۔** یعنی وہی نبیوں کا سردار، رسولوں کا فخر، تمام مُرسلوں کا سرتاج جس کا نام محمد مصطفی و احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، جس کے زیرِ سایہ دس دن چلنے سے وہ روشنی ملتی ہے جو پہلے اس سے ہزار برس تک نہیں مل سکتی تھی۔''

(سراج منیر۔ روحانی خزائن۔ جلد 12۔ صفحہ 82)

پھر آپ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ: ''میرا مذہب یہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو الگ کیا جاتا اور کُل نبی جو اس وقت تک گزر چکے تھے، سب کے سب اکٹھے ہو کر وہ کام اور وہ اصلاح کرنا چاہتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی، ہرگز نہ کر سکتے۔ اُن میں وہ دل اور وہ قوت نہ تھی جو ہمارے نبیؐ کو ملی تھی۔ اگر کوئی کہے کہ یہ نبیوں کی معاذ اللہ سوء ادبی ہے تو وہ نادان مجھ پر افترا کرے گا۔ مَیں نبیوں کی عزّت اور حرمت کرنا اپنے ایمان کا جزو سمجھتا ہوں۔ لیکن نبی کریمؐ کی فضیلت کُل انبیاء پر میرے ایمان کا جزوِ اعظم ہے اور میرے رگ و ریشہ میں ملی ہوئی بات ہے۔ یہ میرے اختیار میں نہیں کہ اس کو نکال دوں۔ بدنصیب اور آنکھ نہ رکھنے والا مخالف جو چاہے سو کہے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کام کیا ہے جو نہ الگ الگ اور نہ مل مل کر کسی سے ہو سکتا تھا اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔'' (ملفوظات۔ جلد اول۔ صفحہ 420۔ مطبوعہ ربوہ)

آپ فرماتے ہیں:

''**نوع انسان کیلئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کیلئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم۔** سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اُس کے غیر کو اُس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی۔ بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔ نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اُس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے۔ اور آسمان کے نیچے نہ اُس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم رتبہ کوئی اور کتاب ہے۔ اور کسی کے لیے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کیلئے زندہ ہے''۔

(کشتی نوح۔ روحانی خزائن۔ جلد 19۔ صفحہ 13-14)

پھر آپ فرماتے ہیں::

''یہ عجیب بات ہے کہ دنیا ختم ہونے کو ہے مگر اس کامل نبی کے فیضان کی شعاعیں اب تک ختم نہیں ہوئیں۔ اگر خدا کا کلام قرآنِ شریف مانع نہ ہوتا تو فقط یہی نبی تھا جس کی نسبت ہم کہہ سکتے تھے کہ وہ اب تک مع جسمِ عنصری زندہ آسمان پر موجود ہے کیونکہ ہم اس کی زندگی کے صریح آثار پاتے ہیں۔ اس کا دین زندہ ہے۔ اس کی پیروی کرنے والا زندہ ہو جاتا ہے۔ اور اس کے ذریعہ سے زندہ خدا مل جاتا ہے۔ ہم نے دیکھ لیا ہے کہ خدا اُس سے اور اُس کے دین سے اور اُس کے محب سے محبت کرتا ہے۔ اور یاد رہے کہ درحقیقت وہ زندہ ہے اور آسمان پر سب سے اُس کا مقام برتر ہے۔ لیکن یہ جسمِ عنصری جو فانی ہے یہ نہیں ہے بلکہ ایک اور نورانی جسم کے ساتھ جو لازوال ہے اپنے خدائے مقتدر کے پاس آسمان پر ہے۔''

(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن۔ جلد 22۔ صفحہ 119-118 حاشیہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق
خلفائے کرام حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے اظہار عقیدت

فرمودات حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ

حضرت حاجی حکیم مولانا نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ خلیفۃ المسیح الاول فرماتے ہیں:

''حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سید الرسل، خاتم الانبیاء ہیں۔ جن لوگوں نے آپ کا زمانہ پایا وہ آپ پر ایمان لائے اور متقی بنے۔ لیکن آخر آپؐ فوت ہوئے اور ہمیشہ کے لیے ان لوگوں میں نہ رہے۔ ہاں آپؐ کے انفاس طیبہ دیر تک رہے اور رہیں گے اور یہ ہر ایک نبی اور مامور کے ساتھ خدا کا فضل ہوتا ہے کہ کسی کے انفاس طیبہ بہت دیر تک رہتے ہیں، کسی کے تھوڑی دیر تک۔ لیکن وہ بذات خود ان میں نہیں رہتے۔ دیکھو جس مسیح کو دو ہزار برس سے زندہ کہتے تھے آخر وہ بھی مردہ ثابت ہوا۔ اس کے پجاریوں نے اسے آسمان پر زندہ کہا مگر زمین نے مردہ ثابت کیا اور اس کے انفاس بھی مر گئے۔ تعلیم کا یہ حال ہوا کہ خدا کا بیٹا بنایا گیا۔ اسی لیے ہماری تعلیم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کے ساتھ ''**عبدہ ورسولہ**'' کا لفظ ایزاد ہوا کہ کہیں سابقہ قوموں کی طرح گمراہ ہو کر متبوع کو خدا نہ بنا بیٹھیں اور جب خدا کی توحید کا بیان کریں تو ساتھ ہی ساتھ آپ کی عبودیت کا بھی ذکر کیا جاوے۔ اگر ایسی تعلیم عیسائیوں کے ہاتھ ہوتی تو وہ گمراہ نہ ہوتے۔''

(خطبہ عیدالفطر ۲۱ دسمبر ۱۹۰۳ء، خطبات نور جلد ۱ ص ۱۵۵)

''دنیا میں کئی نبی جن میں بعض کا ذکر قرآن مجید میں ہے اور بعض کا نہیں، اپنے ساتھ خارق عادت نشان لے کے دنیا میں آئے، مگر ان محسنوں، ان ہادیوں کے لیے کوئی دعا نہیں کرتا بلکہ انہیں معبود سمجھ کر دعا کا محتاج ہی نہیں سمجھتے۔ یہ شرف صرف ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہے کہ رات دن کا کوئی وقت نہیں گذرتا جس میں مومنوں کی ایک جماعت درد دل سے **اللهم صل علیٰ محمد** نہ پڑھ رہی ہو۔ زمین گول ہے۔ اس لیے مغرب وعشاء، ظہر وعصر کا وقت یکے بعد دیگرے دن رات کے کسی نہ کسی حصہ میں کسی نہ کسی ملک پر ضرور رہتا ہے اور مسلمان سچے دل سے خاص رحمتوں کا نزول اپنے ہادی برحق کے لیے مانگتے ہیں۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ اللہ آپ کے مدارج میں ہر آن ترقی دیتا ہے۔ آپ کو جو کتاب بخشی وہ کیسی محفوظ۔ پھر آپ کا دین کیسا محفوظ ہے کہ ہر صدی کے سر پر (یہ عام سنت جماعت کا مذہب ہے۔ بعض کے نزدیک ہر پچاس بلکہ پچیس برس کے بعد) اللہ تعالیٰ امت محمدیہ کو سچے راہوں کی طرف کھینچنے والے بھیجتا رہتا ہے تا کہ تم مخلص متقی بنو۔ اسلام دنیا سے اٹھ جائے گا، اس بات کا مجھے خطرہ نہیں ہوا کیونکہ اس دین کا بھیجنے والا ''سلام'' ہے۔ پھر مکہ دار السلام پھر مدینہ دار السلام فتنہ دجال سے۔ نبی کریمؐ کیلئے بھی **یعصمك من الناس** (المائدہ:٦٨) آچکا ہے۔ اس دین کا نتیجہ بھی دار السلام۔ پس اسلام ہر طرح سلامت رہے گا۔ فکر ہے تو یہ کہ ہم لوگوں میں سے نکل کر اوروں میں نہ چلا جائے۔''

(خطبہ عیدالضحیٰ ۱۵ جنوری ۱۹۰۸ء، خطبات نور جلد ۱ ص ۲۷۵)

فرمودات حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے حالات میں سے گزرے جن کے نتیجہ میں آپ دنیا کے ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے لوگوں کیلئے ایک بے مثال نمونہ بن گئے۔ اور پھر زندگی کے ہر مرحلہ میں آپ نے اپنے اعلیٰ درجہ کے اخلاق اور بلند کردار کا اظہار کر کے ثابت کر دیا کہ آپ کے اندر کامل روحانی قوتیں ودیعت کی گئی ہیں۔ مثلاً رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد آپ کی پیدائش سے قبل ہی فوت ہو چکے تھے اور بہت چھوٹی عمر میں آپ کی والدہ کا بھی انتقال ہو گیا تھا مگر دادا کی زیر نگرانی جو باپ کا قائم مقام تھا آپ نے بتا دیا کہ اخلاق کیسے ہونے چاہئیں۔ یتیم کی حالت دو قسم کی ہوتی ہے۔ یا تو بچہ بہت ہی سر چڑھ جاتا ہے یا بہت ہی پژمردہ رہنے لگتا ہے۔ اگر اس کے نگران ایسے لوگ ہوں جو اس کی دلجوئی کے خیال سے ہر وقت پیار ہی کرتے رہیں تو اس کی اخلاقی حالت بہت ہی گر جاتی ہے۔ اگر وہ ایسے لوگوں کی تربیت میں ہو جو سمجھیں کہ ہمارا بچہ تو یہ ہے ہی نہیں تو یتیم کی ہمت ٹوٹ جاتی ہے مگر بچپن میں ہی آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نمونہ ایسا اعلیٰ تھا کی آپؐ کے ہمجولی بیان کرتے ہیں کہ گھر میں کسی چیز کے لیے آپؐ چھینا جھپٹی نہیں کرتے تھے بلکہ وقار کے ساتھ اپنی جگہ پر بیٹھے رہتے تھے حتیٰ کہ چچی خود بلا کر آپ کا حصہ دیتیں پھر آپؐ وقار کے ساتھ ہی اس کا استعمال کرتے۔ آپؐ کی رضاعی والدہ کا بیان ہے کہ آپؐ میں ایسی سعادت تھی کہ بچے بھی حیران رہ جاتے تھے۔ رضاعی بھائی بیان کرتے ہیں کہ آپؐ لغو کھیلیں نہیں کھیلتے تھے۔ مذاق کر لیتے تھے مگر جھوٹی باتوں سے سخت نفرت تھی۔ اُس زمانے میں ایسی ہمدردی آپؐ میں پائی جاتی تھی کہ چھوٹے بچے بھی آپؐ کو اپنا سردار سمجھتے تھے۔ پھر جس قسم کا حسنِ سلوک آپؐ نے ابو طالب اور اپنی چچی سے کیا ہے اس کی نظیر سگے بیٹوں میں بھی نہیں ملتی۔ فتح مکہ کے بعد لوگوں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! آپؐ کس مکان میں ٹھہریں گے۔ اس پر آپؐ نے بغیر کسی غصہ کے فرمایا۔ عقیل نے کوئی مکان باقی چھوڑا ہے کہ اس میں ٹھہریں یعنی چچا زاد بھائیوں نے سب مکان بیچ دیئے ہیں۔ اب ہمارا کونسا مکان ہے جس میں ہم ٹھہریں پھر آپؐ نے نہ صرف باپ کی محبت کو ابو طالب کے متعلق قائم رکھا بلکہ دوسروں کو بھی تعلیم دی کہ ماں باپ کو اُف بھی نہ کہو۔

اس کے بعد آپؐ جوان ہوئے۔ لوگ اس عمر میں کیا کچھ نہیں کرتے۔ عرب میں اس وقت کوئی قانون نہ تھا۔ کوئی اخلاقی ضابطہ نہ تھا۔ لوگ اس پر فخر کرتے تھے کہ ہمارے فلاں کی عورت یا بیٹی کے ساتھ ناجائز تعلقات ہیں۔ اس ماحول میں رہنے والے نوجوانوں سے کوئی شخص بلند کردار کی توقع نہیں کر سکتا مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی گندی فضاء کے باوجود جوانی میں ایسا اعلیٰ نمونہ دکھایا کہ لوگ آپؐ کو امین و صادق کہتے تھے۔ یہ کہنا کہ آپؐ جھوٹ نہ بولتے تھے آپ کی ہتک ہے کیونکہ آپؐ صداقت کا ایسا اعلیٰ نمونہ تھے کہ جس کی نظیر نہیں ملتی۔ اور صداقت کا مقام جھوٹ نہ بولنے سے اُوپر ہے۔ پس آپؐ کا یہی کمال نہیں کہ آپ جھوٹ نہیں بولتے تھے بلکہ آپ کا کمال یہ ہے کہ آپؐ (صدوق) کہلاتے تھے۔ آپؐ کے کلام میں کسی قسم کا اخفا اور پردہ دری یا فریب نہ ہوتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپؐ جو کچھ کہہ دیتے تھے لوگ اُسے تسلیم کر لیتے آپؐ نے اہلِ مکّہ سے کہا کہ اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک بڑا لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم یقین کر لو گے۔ سب نے کہا ہاں ہم مان لیں گے (بخاری۔ کتاب التفسیر سورۃ شعراء) حالانکہ ویران علاقہ تھا اور صفا اور مروہ پر چڑھ کر دور دور نظر جاتی تھی۔ ایسی حالت میں آپؐ کی بات ماننے کے صاف معنی یہی تھے کہ وہ اپنی آنکھوں کو جھوٹا سمجھتے حالانکہ وہ دیکھ رہے ہوتے کہ کوئی لشکر نہیں مگر وہ سب کے سب اپنی آنکھوں کو جھوٹا سمجھنے کے لیے تیار تھے لیکن یہ کہنے کے لئے تیار نہیں تھے کہ آپؐ غلط کہہ رہے ہیں اور جب سب نے یہ اقرار کر لیا۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ خدا نے مجھے تمھاری ہدایت اور اصلاح کے لئے بھیجا ہے۔

پھر آپؐ کی صداقت کے متعلق ایک شدید ترین دشمن کی گواہی موجود ہے۔ اہلِ مکّہ کو جب خیال ہوا کہ حج کے موقعہ پر لوگ جمع ہونگے تو عین ممکن ہے کہ آپ اُن میں سے بعض کو اپنے ساتھ ملا لیں تو وہ لوگوں کو آپؐ سے بدظن کرنے کی تجویزیں سوچنے لگے۔ کسی نے کہا کہ یہ مشہور کر دو کہ یہ شاعر ہے۔ کسی نے کہا کہ یہ مشہور کر دو کہ یہ مجنون ہے۔ اتنے میں ایک شخص بولا اور کہنے لگا اس میں گھبراہٹ کی کون سی بات ہے۔ ہم کہہ دینگے کہ یہ جھوٹا ہے۔ اس پر انہی میں سے ایک مخالف نَضَر بِن اَلحَارِث بڑے جوش سے کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے درمیان جوان ہوا اس کے اخلاق تم سب سے زیادہ اچھے تھے۔ وہ تم سب سے زیادہ راستباز تھا۔ وہ تم سب سے زیادہ امین تھا جب تم نے اس کی کنپٹیوں میں بال سفید دیکھے اور وہ تمہارے پاس وہ تعلیم لے کر آیا

جس کا تم انکار کر رہے ہو تو تم نے کہہ دیا کہ وہ جھوٹا ہے۔ خدا کی قسم! وہ ہرگز جھوٹا نہیں.........

۔۔۔۔آپؐ نے تجارت بھی کی اور ایسی کہ حضرت خدیجہؓ کے غلام کہتے ہیں ہم نے ایسا ایماندار کوئی نہیں دیکھا سب سے زیادہ نفع آپؐ کو ہوتا تھا اور آپؐ کی چیز میں کوئی نقص ہوتا تو آپ خود ہی اس کو ظاہر کر دیتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ گاہک تلاش کر کر کے آپؐ سے مال خریدتے تھے۔ ۔۔غرض ایک کامل قوتوں والے انسان کے اندر جسقدر اوصاف پائے جانے چاہئیں وہ سارے کے سارے اپنی پوری شان کے اور عظمت کے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں پائے جاتے تھے۔ آپ کے اندر شجاعت بھی پائی جاتی تھی، سخاوت بھی پائی جاتی تھی، احسان بھی پایا جاتا تھا، وفاداری بھی پائی جاتی تھی، تحمّل بھی پایا جاتا تھا، رحم بھی پایا جاتا تھا، حلم بھی پایا جاتا تھا، ایثار بھی پایا جاتا تھا، دیانت بھی پائی جاتی تھی، اخوت بھی پائی جاتی تھی، تواضع بھی پائی جاتی تھی، غیرت بھی پائی جاتی تھی، شکر بھی پایا جاتا تھا، استقلال بھی پایا جاتا تھا، وقار بھی پایا جاتا تھا، بنی نوع انسان کی خیر خواہی بھی پائی جاتی تھی، بلند ہمتی بھی پائی جاتی تھی، صبر بھی پایا جاتا تھا، رأفت بھی پائی جاتی تھی۔ بدی کے مقابلہ کی طاقت بھی پائی جاتی تھی۔ قوت برداشت بھی پائی جاتی تھی، جفاکشی بھی پائی جاتی تھی، سادگی بھی پائی جاتی تھی، صلہ رحمی بھی پائی جاتی تھی، سچائی بھی پائی جاتی تھی، غربا پروری بھی پائی جاتی تھی، مصیبت زدوں کی مدد کی خواہش بھی پائی جاتی تھی، مہمان نوازی بھی پائی جاتی تھی، بزرگوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت بھی پائی جاتی تھی، محبت الٰہی بھی پائی جاتی تھی، توکّل بھی پایا جاتا تھا، عبادات کی محافظت بھی پائی جاتی تھی، غرض کون سی خوبی تھی جو آپؐ میں نہ پائی جاتی ہو۔ اور کون سا کمال تھا جو آپؐ میں موجود نہ ہو۔''

(تفسیر کبیر جلد پنجم صفحہ 396 تا 400)

فرمودات حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ

حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معرفت کا ایک خزانہ دے کر اس دنیا میں مبعوث کیا ہے۔ اور آپ کی بعثت کے بعد کسی اور کے پاس یہ خزانہ تو کیا اس کا ایک چھوٹا سا حصہ بھی باقی نہیں رہا اور اس فضیلت کی چابی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی اور اس تالے کے اوپر خدا کے فرشتوں کا پہرہ ہے۔ اگر کوئی شخص اس خزانے میں داخل ہو کر اس خزانے سے حصہ لینا چاہتا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ پہلے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی کنجی حاصل کرے پھر اس کے لیے ممکن ہوگا کہ وہ خزانہ کھولے اور اس میں داخل ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جو چابی اس خزانہ کے لیے دی گئی ہے اس کا نام ہے ''اسوۂ حسنہ''۔ یہی چابی ہے جس سے معرفت کے خزانے کھولے جاتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرنا چاہتا ہے اسے یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق کے قیام سے پہلے اس کی ذات اور اس کی صفات کا عرفان ضروری ہے۔ اور یہ معرفت حاصل نہیں ہوسکتی جب تک کہ اس معرفت کے خزانے کی چابی اس کے پاس نہ ہو اور چابی اس کو ملتی ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کے مطابق اپنی زندگی کے دن گذارتا ہے۔ پس اگر تم خدا سے زندہ تعلق رکھنا چاہتے ہو تو تمہارے لئے یہ ضروری ہے کہ تم اس اسوہ کو اپناؤ اور اس کے مطابق اپنی زندگی کو گزارو اور اپنے ماحول میں بھی اسے قائم کرنے کی کوشش کرو۔''

(خطبہ جمعہ ۲۳ اگست ۱۹۶۸ء، خطبات ناصر جلد ۲ ص ۲۶۷)

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے (اور درحقیقت دنیا کو بتانے کے لیے) فرمایا وانك لعلیٰ خلق عظیم کہ اے رسول! تجھے خلق عظیم کا ایسا عظیم الشان معجزہ دیا گیا ہے کہ تجھ سے پہلے کسی نبی کو اس رنگ میں اس عظمت و شان کا معجزہ عطا نہیں ہوا۔ اس کے نتیجہ میں بنی نوع انسان کے دل تیری طرف مائل ہونگے۔ لوگ تجھ سے تعلق محبت قائم کریں گے وہ تیرے طفیل اپنے زندہ خدا سے زندہ تعلق قائم کریں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس آیۃ کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو بہت سے روحانی معجزے عطا فرمائے تھے ان میں سے آپ کا سب سے بڑا معجزہ حسن اخلاق کا معجزہ تھا۔ آپ کے اس اخلاقی معجزہ نے دنیا کے دلوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور انہیں غفلت کے پردوں سے باہر نکالا۔ آپکا دوسرا معجزہ جو دراصل اس اخلاقی معجزہ کے پہلو بہ پہلو چل رہا ہے وہ حسن معاملہ یا حسن سلوک کا معجزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر قرآن کریم کے اس فقرہ میں فرمایا کہ اے رسول! تجھے ہم نے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔ ساری دنیا یعنی پوری انسانیت کے لیے، قطع نظر اس کے کہ ان کے رنگ سفید ہیں یا گندمی، سرخی مائل ہیں یا سیاہ، قطع نظر اس کے کہ وہ چھوٹے قد کی قومیں ہیں یا لمبے قد کی۔ قطع نظر اس کے کہ وہ امیر ہیں یا غریب۔ قطع نظر اس کے کہ وہ تعلیم یافتہ ہیں یا جاہل اور تعلیم کی نعمتوں سے محروم ہیں۔ قطع نظر اس کے کہ ان کی طاقتوں اور قوتوں کی صحیح طور پر نشوونما ہوئی ہے یا غلط طور پر ہوئی ہے ہم نے ہر ایک انسان کے لیے تجھے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دو زبردست ہتھیار عطا کئے گئے تھے ایک تو اخلاق ایسے کہ کسی آنکھ نے کسی اور میں ان کا مظاہرہ نہ دیکھا دوسرے معاملہ ایسا کہ انسانیت اپنے کمال پر پہنچ کر بھی اس قسم کے حسن معاملہ یا حسن سلوک کا مظاہرہ نہیں کرسکتی۔ آپ انسانی اخلاق کا بہترین نچوڑ اور مرکزی نقطہ تھے اولین اور آخرین کے لئے برکات کا موجب تھے۔ بنی نوع انسان کے لیے رحمتوں کا سرچشمہ تھے۔''

(خطبہ جمعہ ۱۱ اگست ۱۹۶۹ء خطبات ناصر جلد ۲ ص ۷۸۶)

فرمودات حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم امانت میں بلند ترین مقام پر فائز تھے اگرچہ ہر نبی کو امین ہونا لازم ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ خدا تعالیٰ کسی کو رسول بنائے اور امین نہ بنائے بلکہ امین ہونا نبوت کے لیے شرط اول ہے جب تک کوئی امین نہ ہو اللہ تعالیٰ نبوت اور رسالت کی امانت اس کے سپرد نہیں فرماتا لیکن قرآن کریم کے مطالعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی شان دو پہلوؤں سے نمایاں طور پر نظر آتی ہے اول یہ کہ قرآن کریم میں جہاں جہاں بھی انبیاء کے امین ہونے کا ذکر ہے وہاں یا تو انبیاء نے خود اپنی قوم کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ دیکھو! ہم امین ہیں اور جب دنیا کے معاملات میں امین ہیں اور تم جانتے ہو کہ ہم امین ہیں تو خدا کے معاملہ میں ہم کیسے امانت میں خیانت کر سکتے تھے دوم یہ کہ قوم نے ان کو امین کہا اور دوسروں نے ان کے حق میں گواہی دی کہ یہ امین ہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور رسول کے متعلق خدا تعالیٰ کی یہ گواہی نہیں ملتی کی یہ امین ہے یہ صرف اور صرف حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اعزازی مقام حاصل ہے کہ آپؐ کی امانت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے خود گواہی دی کہ یہ امین ہے چنانچہ جن آیات کی میں نے تلاوت کی ہے ان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ (خطبہ جمعہ ۹ دسمبر ۱۹۸۳ء، خطبات طاہر جلد ۲ ص ۶۱۶)

''آج زمانہ شاہد اور چاند سورج گواہ ہیں اور آپ اور میں اور سب روئے زمین پر بسنے والے غلامان غلام احمد شہادت دیتے ہیں کہ یہ اسی رسول عربی کی قوت قدسیہ تھی جو شعاع نور بن کر تیرہ صدیوں کا سینہ چیرتی ہوئی گزری اور ایک عاشق غلام کے دل میں نازل ہوئی اس نور نے اس سینے کو بھر دیا اور زمین و آسمان حیرت سے یہ معجزہ دیکھنے لگے کہ پنجاب کی مٹی سے اس زمانے کا مسیح پیدا ہوا۔ وہی ہمارا آقا ہمارے دل و جان سے زیادہ پیارا آقا جس کا جمال جمال خداوندی کے بعد اپنی ہر شان میں بے مثال تھا۔ وہ جس کے عکس روح کی تاثیر سے چہروں کے نقوش جلد جلد اپنی ہیئت بدلنے لگتے تھے اور دیکھتے دیکھتے جمال کے قالب میں ڈھل جاتے تھے۔ وہ حسینان عالم کو شرمندہ کرنے والے حسن جس کے مقابل پر حسن یوسف کی شمع بے نور دکھائی دینے لگی اور جس کے پرتو نے ہزاروں چہروں کو حسن یوسف عطا کیا۔ دنیا و مافیہا اس پر نثار، دل و جان اس پر فدا ہوں۔ اس کے ذکر سے روح اہتزاز کرتی ہے اور جان فدا ہونے کو بے قابو ہوتی جاتی ہے۔ اے میرے آقا! سن کہ بے اختیار دل کی پنہائیاں تجھے پکارتی ہیں کہ

یا عین فیض اللہ والعرفان
یسعیٰ الیك الخلق کالظمآن

(تقاریر جلسہ سالانہ ص ۸۲)

فرمودات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے گذشتہ سال آنحضرت ﷺ کی سیرۃ مقدسہ پر اعتراضات اور استہزا کرنے والوں کو مخاطب کرتے ہوئے خطبہ جمعہ فرمودہ 21 دسمبر 2012 میں فرمایا:

''آجکل مسلم دنیا میں، اسلامی ممالک میں بھی اور دنیا کے مختلف ممالک میں رہنے والے مسلمانوں میں بھی اسلام دشمن عناصر کے انتہائی گھٹیا، گھناؤنے اور ظالمانہ فعل پر شدید غم و غصّہ کی لہر دوڑی ہوئی ہے۔ اس غم و غصہ کے اظہار میں مسلمان یقیناً حق بجانب ہیں۔ مسلمان تو چاہے وہ اس بات کا صحیح ادراک رکھتا ہے یا نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی مقام کیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کے لیے مرنے کٹنے پر تیار ہو جاتا ہے۔ دشمنان اسلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو بیہودہ اور لغو فلم بنائی ہے اور جس ظالمانہ طور پر اس فلم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اہانت کا اظہار کیا گیا ہے اس پر ہر مسلمان کا غم اور غصّہ ایک قدرتی بات ہے۔

وہ محسنِ انسانیت، رحمت للعالمین اور اللہ تعالیٰ کا محبوب جس نے اپنی راتوں کو بھی مخلوق کے غم میں جگایا، جس نے اپنی جان کو مخلوق کو تباہ ہونے سے بچانے کے لئے اس درد کا اظہار کیا اور اس طرح غم میں اپنے آپ کو مبتلا کیا کہ عرش کے خدا نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ کیا تو ان لوگوں کے لیے کہ کیوں یہ اپنے پیدا کرنے والے ربّ کو نہیں پہچانتے، ہلاکت میں ڈال لے گا؟ اس عظیم محسنِ انسانیت کے بارے میں ایسی اہانت سے بھری ہوئی فلم پر یقیناً ایک مسلمان کا دل خون ہونا چاہئے تھا اور ہوا اور سب سے بڑھ کر ایک احمدی مسلمان کو تکلیف پہنچی کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق اور غلام صادق کے ماننے والوں میں سے ہیں۔ جس نے ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم مقام کا اِدراک عطا فرمایا۔ پس ہمارے دل اس فعل پر چھلنی ہیں۔ ہمارے جگر کٹ رہے ہیں۔ ہم خدا تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہیں کہ ان ظالموں سے بدلہ لے۔ اُنہیں وہ عبرت کا نشان بنا جو رہتی دنیا تک مثال بن جائے۔ ہمیں تو زمانے کے امام نے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرح ادراک عطا فرمایا ہے کہ جنگل کے سانپوں اور جانوروں سے صلح ہو سکتی ہے لیکن ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت خاتم الانبیاءؐ کی توہین کرنے والے اور اُس پر ضد کرتے چلے جانے والے سے ہم صلح نہیں کر سکتے۔۔۔''

''یہ آیات (سورۃ الاحزاب آیت نمبر 58.57) جو مَیں نے تلاوت کی ہیں، ان میں بھی اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اُن کی ذمہ داری کی طرف توجہ دلائی ہے کہ تمہارا کام اس رسول پر درود اور سلام بھیجنا ہے۔ ان لوگوں کی بیہودہ گوئیوں اور ظلموں اور استہزاء سے اُس عظیم نبی کی عزت و ناموس پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ تو ایسا عظیم نبی ہے جس پر اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے بھی درود بھیجتے ہیں۔ مومنوں کا کام ہے کہ اپنی زبانوں کو اس نبی پر درود سے تر رکھیں۔ اور جب دشمن بیہودہ گوئی میں بڑھے تو پہلے سے بڑھ کر درود و سلام بھیجیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ یہی درود ہے اور یہی نبی ہے جس کا دنیا میں غلبہ مقدر ہو چکا ہے۔

پس جہاں ایک احمدی مسلمان اس بیہودہ گوئی پر کراہت اور غم و غصّہ کا اظہار کرتا ہے وہاں ان لوگوں کو بھی اور اپنے اپنے ملکوں کے ارباب حل و عقد کو بھی ایک احمدی اس بیہودہ گوئی سے باز رہنے اور روکنے کی طرف توجہ دلاتا ہے اور دلانی چاہئے۔ دنیاوی لحاظ سے ایک احمدی اپنی سی کوشش کرتا ہے کہ اس سازش کے خلاف دنیا کو اصل حقیقت سے آشنا کرے اور اصل حقیقت بتائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے خوبصورت پہلو دکھائے۔ اپنے ہر عمل سے آپ کے خوبصورت اُسوہ حسنہ کا اظہار کر کے اور اسلام کی تعلیم اور آپ کے اسوہ حسنہ کی عملی تصویر بن کر دنیا کو دکھائے۔ ہاں ساتھ ہی یہ بھی جیسا کہ مَیں نے کہا کہ درود و سلام کی طرف بھی پہلے سے بڑھ کر توجہ دے۔ مرد، عورت، جوان، بوڑھا، بچہ اپنے ماحول کو، اپنی فضاؤں کو درود و سلام سے بھر دے۔ اپنے عمل کو اسلامی تعلیم کا عملی نمونہ بنا دے۔ پس یہ خوبصورت ردّ عمل ہے جو ہم نے دکھانا ہے۔''

(مطبوعہ اخبار بدر قادیان 11 اکتوبر 2012 صفحہ ۳)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کسی پوچھنے والے کو جواب دیا کہ تم جو آنحضرت ﷺ کے اخلاق عالیہ کے بارے میں مجھ سے پوچھ رہے ہو، کیا قرآن کریم میں نہیں پڑھا اس زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے خدا کی گواہی کافی نہیں ہے۔ **وانک لعلیٰ خلق عظیم** کہ اے رسول! تو یقیناً اخلاق کے اعلیٰ ترین مقام پر ہے۔ تو نمونے تو وہی بنا کرتے ہیں جو کسی چیز کے اعلیٰ مقام پر ہوں۔ جنہوں نے اعلیٰ ترین معیار قائم کیے ہوں۔ دنیا میں تو کسی ایک یا دو باتوں یا چیزوں میں کوئی اچھا معیار حاصل کرلے تو اس کی مثال دی جاتی ہے۔ اور وہ معیار بھی ایسے نہیں ہوتے جس کو کہہ سکیں کہ اس کی انتہا ہو گئی ہے۔ آنحضرت ﷺ کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ نبی ہر معاملے میں اعلیٰ نمونہ ہے۔ چاہے وہ گھریلو معاملات ہوں یا قومی اور ملی معاملات ہوں یا اعلیٰ روحانی معاملات ہوں، اللہ تعالیٰ کے قرب پانے کی باتیں ہوں یہی ایک نمونہ ہے جو تمہارے لیے اسوہ حسنہ ہے۔ اس لئے ہر وہ شخص جسکو اللہ کی ذات پر یقین ہے، اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ آخرت کا ایک دن مقرر ہے جہاں اس کا حساب کتاب ہوگا، اور اس کی تیاری کے لیے وہ کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے، اس کی عبادت کرتا ہے تو اسکو پھر ان راستوں پر چلنا ہوگا جن پر آنحضرت ﷺ نے ہمیں چل کر دکھایا ہے۔ تبھی اللہ تمہاری ان دعاؤں اور اس کا قرب پانے کی امیدوں پر بھی نظر کرے گا۔ اس لئے ان راستوں کو بھی تلاش کرو۔ ان کی تلاش میں رہا کرو کہ وہ کون کون سے راستے ہیں جن پر اللہ کا یہ پیارا نبی چلا کرتا تھا۔ آنحضرت ﷺ کا جو بلند مقام ہے، جو اعلیٰ نمونے آپ نے قائم کیے ہیں ان کو تو کبھی بھی مکمل طور پر بیان نہیں کیا جا سکتا۔''

(خطبہ جمعہ ۱۷ دسمبر ۲۰۰۴ء، خطبات مسرور جلد ۲ ص ۹۰۶)

❀❀❀

سچے اور کامل شفیع ﷺ

حضرت ابو ھریرہؓ راوی ہیں کہ اسرافیلؑ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی اس تواضع کی بدولت جو آپؐ نے اس کے لیے اختیار کی یہ انعام عطا کیا ہے کہ آپؐ قیامت کے روز تمام بنی آدم کے سردار ہونگے۔ سب سے اول حشر بھی آپؐ کا ہوگا۔ سب سے پہلے شفیع بھی آپؐ ہونگے۔

[الشفاء للقاضی عیاض، دار الفکر بیروت 2003ء ص 191 الفصل التاسع عشر تواضعہٗ]

آپ ﷺ کے شفیع ہونے سے کیا مراد ہے۔ اس بارہ میں مختلف حوالوں سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وضاحت فرمائی ہے۔ ایک جگہ آپؑ فرماتے ہیں کہ:

''ہاں سچا شفیع اور کامل شفیع آنحضرت ﷺ ہیں جنہوں نے قوم کو بت پرستی اور ہر قسم کے فسق و فجور کی گندگیوں اور ناپاکیوں سے نکال کر اعلیٰ درجہ کی قوم بنا دیا۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 160 مطبوعہ ربوہ)

اس بات کو مزید کھول کر ایک جگہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یوں فرمایا ہے کہ:

''یہ ہرگز نہ سمجھنا چاہئے کہ شفاعت کوئی چیز نہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ شفاعت حق ہے اور اس پر یہ نص صریح ہے۔ **وَصَلِّ عَلَیْھِمْ۔ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّھُمْ** (التوبۃ:103) یہ شفاعت کا فلسفہ ہے یعنی جو گناہوں میں نفسانیت کا جوش ہے وہ ٹھنڈا پڑ جاوے۔ شفاعت کا نتیجہ یہ بتایا ہے کہ گناہ کی زندگی پر ایک موت وارد ہو جاتی ہے اور نفسانی جوشوں اور جذبات میں ایک برودت آجاتی ہے جس سے گناہوں کا صدور بند ہو کر ان کے بالمقابل نیکیاں شروع ہو جاتی ہیں۔ پس شفاعت کے مسئلے نے اعمال کو بیکار نہیں کیا بلکہ اعمال حسنہ کی تحریک کی ہے۔'' آپؑ فرماتے ہیں ''پس شفاعت کے مسئلے نے اعمال کو بیکار نہیں کیا بلکہ اعمال حسنہ کی تحریک کی ہے۔''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 701-702 ایڈیشن 2003)

برداشت اور عفو کا عظیم الشان خلق اور سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ ۱۴ جنوری ۲۰۱۱ء میں آنحضرت ﷺ کے عفوو برداشت کے بارے میں تفصیلاً بیان فرمایا ہے۔اس خطاب کے بعض حصص قارئین بدر کیلئے پیش ہیں۔(مدیر)

برداشت،عفو اور ہر خلق کا بے مثال نمونہ

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس فقرے نے کہ کَانَ خُلُقُهُ اَلْقُرْآن۔ یعنی آپ کی زندگی قرآنی احکام اور اخلاق کی عملی تصویر تھی، آپؐ کے اعلیٰ ترین اخلاق کے وسیع سمندر کی نشاندہی فرمادی کہ جاؤ اور اس سمندر میں سے قیمتی موتی تلاش کرو۔اور خلقِ عظیم کے جو موتی بھی تم تلاش کرو گے اس پر میرے پیارے آقا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر ثبت ہوگی۔

یہ ہے وہ مقامِ خاتمیتِ نبوت جو اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ (المائدہ:4) کے خدائی ارشاد میں ہمیں نظر آتا ہے۔ پس دین کا کمال اور نعمت کا پورا ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آخری شرعی کتاب اتار کر اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات میں پورا فرما دیا۔پس آپ سے زیادہ کون اس الٰہی کتاب کو سمجھنے والا اور اپنے رب کے منشاء کو سمجھنے والا ہو سکتا ہے؟ آپ ﷺ کی زندگی کا ہر پہلو جہاں قرآن کی عملی تصویر ہے وہاں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہمارے لیے اسوہ حسنہ بھی ہے۔

اس وقت مَیں آپ کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے ایک حسین پہلو کی چند جھلکیاں پیش کروں گا جس نے نیک فطرت لوگوں کو تو آپ کے عشق و محبت میں بڑھا دیا۔اور منافقین کے گند سے صرفِ نظر کرتے ہوئے جب آپ نے یہ خُلق دکھایا کہ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ تو دنیا پر ان لوگوں کی فطرت واضح ہوگئی۔ یہ خُلق جس کے بارے میں مَیں بیان کرنا چاہتا ہوں یہ ''عفو'' ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''خدا کے مقربوں کو بڑی بڑی گالیاں دی گئیں۔ بہت بری طرح ستایا گیا۔مگر ان کو اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ (الاعراف: 200) کا ہی خطاب ہوا۔خود اس انسان کامل ہمارے نبی ﷺ کو بہت بری طرح تکلیفیں دی گئیں اور گالیاں ،بد زبانی اور شوخیاں کی گئیں۔مگر اس خلق مجسم ذات نے اس کے مقابلہ میں کیا کیا؟ ان کے لیے دعا کی اور چونکہ اللہ نے وعدہ کر لیا تھا کہ جاہلوں سے اعراض کرے گا تو تیری عزت اور جان کو ہم صحیح وسلامت رکھیں گے اور یہ بازاری آدمی اس پر حملہ نہ کر سکیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضور (ﷺ) کے مخالف آپ کی عزت پر حرف نہ لا سکے اور خود ہی ذلیل و خوار ہو کر آپ کے قدموں پر گرے یا سامنے تباہ ہوئے۔''

(رپورٹ جلسہ سالانہ 1897ء صفحہ 99)

کہنے کو تو یہ ایک عام سی بات ہے لیکن مسلسل ظلموں سے خود بھی اور اپنے صحابہ کو بھی گزرتے ہوئے دیکھنا، اور پھر جب طاقت آتی ہے تو عفو کا ایک ایسا نمونہ دکھانا جس کی مثال جب سے کہ دنیا قائم ہوئی ہے ہمیں نظر نہیں آتی، یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی خاصہ ہے۔ پھر منافقین اور غیر تربیت یافتہ لوگوں کے مقابل پر آپؐ نے تحمل اور برداشت کا اظہار فرمایا۔ یہ بھی کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔ اگر انصاف کی نظر سے دیکھنے والا کوئی تاریخ دان ہو تو باوجود مذہبی اختلاف کے یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آپ کی برداشت اور عفو اور ہر خلق کا نمونہ بے مثال تھا۔''

عفو کا ایک واقعہ

ایک روایت میں آتا ہے۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دفعہ وہ کسی غزوہ کے لیے گئے ہوئے تھے کہ مہاجرین میں سے ایک شخص نے ایک انصاری کی پشت پر ہاتھ مارا۔اس پر اس انصاری نے باآوازِ بلند کہا کہ اے انصار! میری مدد کو آؤ اور مہاجر نے جب معاملہ بگڑتے ہوئے دیکھا تو اس نے باآوازِ بلند کہا کہ اے مہاجرو! میری مدد کو آؤ۔ یہ آوازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن لیں۔تو آپ نے دریافت فرمایا۔ یہ کیا زمانہ جاہلیت کی سی آوازیں بلند ہو رہی ہیں؟ اس پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ یا رسول اللہ! ایک مہاجر نے ایک انصاری کی پشت پر ہاتھ مار دیا تھا۔آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا کرنا چھوڑ دو۔ یہ ایک بُری بات ہے۔ بہر حال پانی پینے کے اوپر یہ جھگڑا شروع ہو گیا تھا کہ مَیں پہلے پیوں گا، اُس نے کہا پہلے مَیں۔ بعد میں یہ بات عبداللہ بن اُبی بن سلول رئیس المنافقین نے سنی تو اس نے کہا مہاجرین نے ایسا کیا ہے؟ اللہ کی قسم اگر ہم مدینہ لوٹے تو مدینہ کا معزز ترین شخص مدینہ کے ذلیل ترین شخص کو نکال باہر کرے گا (نعوذ باللہ)۔

عبداللہ بن اُبی بن سلول کی یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوگئی۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں کہ مَیں اس منافق کا سر قلم کر دوں۔حضرت عمرؓ کی بات سن کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس سے درگزر کرو۔کہیں لوگ یہ باتیں نہ کہنے لگ جائیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کو بھی قتل کر دیتا ہے۔

(بخاری کتاب التفسیر سورۃ المنافقون . باب قوله سواء علیھم استغفرت لھم ام لم تستغفر لھم۔حدیث نمبر 4905)

غیر تربیت یافتہ بعض بدوؤں سے حسن سلوک

''اُجڈ، غیر تربیت یافتہ بعض بدوؤں کے اخلاق ہیں جو ادب سے گری ہوئی حرکات کیا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو نہیں پہچانتے تھے۔اُن پر آپ کس طرح عفو فرماتے تھے۔ اس بارہ میں ایک روایت میں آتا ہے۔

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ مَیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں تھا۔آپ نے ایک موٹے حاشیہ والی چادر زیب تن کی ہوئی تھی۔ ایک بدوی نے آپ کی چادر کو اتنی زور سے کھینچا کہ اس کے حاشیہ کے نشان آپ کے کندھے پر پڑ گئے۔ پھر اس نے کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے اللہ تعالیٰ کے اس مال میں سے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عنایت فرمایا ہے یہ دو اونٹ دے دیں۔آپ نے مجھے کوئی اپنا یا اپنے والد کا مال تو نہیں دینا؟ اُس کی ایسی کرخت باتیں سن کر پہلے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے پھر فرمایا: اَلْمَالُ مَالُ اللّٰهِ وَاَنَا عَبْدُهٗ۔ کہ مال تو اللہ ہی کا ہے اور مَیں اللہ کا بندہ ہوں۔ پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے جو مجھے تکلیف پہنچائی ہے اس کا تم سے بدلہ لیا جائے گا۔اُس بدوی نے کہا مجھ سے اس کا بدلہ نہیں لیا جائے گا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔تم سے بدلہ کیوں نہیں لیا جائے گا؟ اُس بدوی نے کہا۔اس لیے کہ آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں لیتے۔اس کا یہ کہنا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے،تبسم فرمایا (تو نرمی کا،عفو کا جو سلوک تھا، پتہ تھا۔اسی نے ان لوگوں میں جرأت پیدا کی تھی کہ جو دل چاہے کر دیں)۔ پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کے مطلوبہ دو اونٹوں میں سے ایک اونٹ پر جَو اور دوسرے پر کھجوریں لاد دیں۔اور وہ اس کو عنایت فرمائیں۔''

(الشفاء لقاضی عیاض الباب الثانی فی تکمیل اللہ تعالیٰ ...الفصل و اما الحلم صفحہ 74 جزء اوّل دار الکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

مخالفین کے ساتھ عفو کے نمونے

پھر آپ نے مخالفینِ اسلام کے ساتھ کس طرح عفو فرمایا، کیا سلوک فرمایا ہوگا۔اس کی چند مثالیں پیش کرتا ہوں۔حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ قریشِ مکہ کے اسّی آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ پر نمازِ فجر کے وقت اچانک جبل تنعیم

سے حملہ آور ہوئے۔ اُن کا ارادہ یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیں مگر ان کو پکڑ لیا گیا۔ بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو معاف کرتے ہوئے چھوڑ دیا۔

(سنن الترمذی کتاب تفسیر القرآن باب من سورۃ الفتح حدیث نمبر 3264)

اب اس قسم کی معافی کی کوئی مثال پیش کر سکتا ہے کہ جنگی مجرم ہیں لیکن سراپا شفقت وعفو اُن کو بھی معاف فرما رہے ہیں کہ جاؤ تمہارے سے کوئی سرزنش نہیں۔ تمہیں کوئی سزا نہیں۔

پھر ایک روایت ہے۔ ہشام بن زید بن انس روایت کرتے ہیں کہ مَیں نے انس بن مالکؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک مرتبہ ایک یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا اور اس نے اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ کے بجائے اَلسَّامُ عَلَیْكَ یعنی تجھ پر ہلاکت وارد ہو، کہا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ تمہیں پتہ چلا ہے کہ اس نے کیا کہا تھا۔ پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ اس نے اَلسَّامُ عَلَیْكَ کہا تھا۔ صحابہ رِضوان اللہ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن نے یہودی کی یہ حرکت دیکھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ کیا ہم اس کو قتل نہ کر دیں؟ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں۔ اسے قتل نہیں کرنا۔

(بخاری کتاب استتابۃ المرتدین باب اذا عرض الذمی اوغیرہ بسب النبی حدیث نمبر 6926)

پھر آپ اور آپ کے صحابہ کو ایک یہودیہ نے گوشت میں زہر ملا کر کھلانے کی کوشش کی اور اقبالِ جرم کرنے کے باوجود آپ نے اسے معاف فرما دیا۔ صحابہ کو غصہ تھا، انہوں نے پوچھا بھی کہ اس کو قتل کر دیں، آپ نے فرمایا نہیں، بالکل نہیں۔

(بخاری کتاب الھبۃ باب قبول الھدیۃ من المشرکین۔ حدیث 2617)

یہ ایک لمبی روایت ہے۔ وحشی کہتے ہیں کہ حضرت حمزہؓ کو جنگِ اُحد میں شہید کرنے کے بعد مَیں مکہ میں واپس آ گیا۔ اس نے حضرت حمزہ کو شہید کیا تھا اور یہیں اپنی زندگی کے دن گزارتا رہا، یہاں تک کہ مکہ میں ہر طرف اسلام پھیل گیا۔ پھر مَیں طائف چلا گیا۔ طائف والوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے سفیر بھیجے اور مجھے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفیروں سے انتقام نہیں لیتے۔ چنانچہ مَیں بھی طائف والوں کے سفیروں کے ساتھ ہو لیا۔ یہاں تک کہ مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا تو دریافت کیا۔ کیا تم وحشی ہو؟ مَیں نے کہا جی، مَیں وحشی ہوں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم نے ہی حمزہؓ کو قتل کیا تھا؟ وحشی کہتے ہیں کہ مَیں نے عرض کی۔ جیسے آپؐ نے سنا ہے ایسا ہی معاملہ ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری خطائیں معاف کرتے ہوئے مجھے کہا کہ کیا تمہارے لیے ممکن ہے کہ تم میرے سامنے نہ آیا کرو؟ وحشی کہتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے بعد مَیں مدینہ سے چلا آیا۔

(بخاری کتاب المغازی باب قتل حمزۃ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ حدیث نمبر 4072)

آپؐ کے عفو کی انتہا کا اس بات سے مزید پتہ چلتا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وحشی سے حضرت حمزہ کی شہادت کے بارہ میں مزید سوال کئے کہ کس طرح شہید کیا تھا اور پھر کیا کیا تھا؟ تو صحابہ کہتے ہیں کہ اس وقت آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ اپنے چچا کی یاد تازہ ہونے پر یقیناً یہ آنسو نکلے ہوں گے۔ وہ چچا جس نے ابوجہل کے مقابلہ میں آپ کا ساتھ دیا تھا اور آپ کے حق میں کھڑے ہوئے تھے لیکن حضرت حمزہ کے قاتل سے قدرت رکھنے کے باوجود آپ نے شفقت اور عفو کا سلوک فرمایا اور وحشی کو معاف فرمایا۔

(الکامل فی التاریخ لابن اثیر۔ سنۃ ثمان ذکر فتح مکۃ صفحہ 258-257 مطبوعہ بیت الافکار الدولیۃ سعودی عرب)

اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ کی گواہی

امّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جن بھی دو معاملات میں سے ایک کو اختیار کرنے کی اجازت دی گئی، آپؐ نے اُن میں سے آسان ترین کو اختیار فرمایا سوائے اس کے کہ اسے اختیار کرنا گناہ ہوتا۔ اور اگر اسے اختیار کرنا گناہ ہوتا تو آپ اس سے لوگوں میں سے سب سے زیادہ دور بھاگنے والے ہوتے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لیے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا سوائے اس کے کہ کوئی اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود میں ناجائز طریق سے داخل ہوتا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اللہ تعالیٰ کی خاطر سزا دیتے۔

(بخاری کتاب المناقب باب صفۃ النبی ﷺ حدیث نمبر 3560)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارہ میں روایت ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ دورانِ گفتگو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے عرض کی کہ یا رسول اللہ! میرے والدین آپ پر قربان جائیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے خلاف بددعا کی تھی اور یہ دعا کی تھی کہ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْکَافِرِیْنَ دَیَّارًا (نوح:27)۔ اے میرے ربّ! کافروں میں سے کسی کو زمین پر بستا ہوا نہ رہنے دے۔

یا رسول اللہ! اگر آپ حضرت نوح کی طرح ہمارے لیے بددعا کرتے تو ہم سب کے سب تباہ ہو جاتے۔ آپ کی کمر کو لتاڑا گیا۔ آپ کے چہرے کو خون آلود کیا گیا۔ آپ کے سامنے کے دانت توڑے گئے مگر آپ نے صرف خیر کی بات ہی کی اور آپ نے یہ دعا کی کہ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ اے اللہ میری قوم کو بخش دے، ان کو معلوم نہیں کہ یہ کیا کر رہے ہیں۔

(الشفاء لقاضی عیاض الباب الثانی فی تکمیل اللہ تعالیٰ ...الفصل و اما الحلم صفحہ 73 جزء اول دارالکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

غلام صادق سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا اقرار

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

’’حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ والوں اور دوسرے لوگوں پر بکلی فتح پا کر اور ان کو اپنی تلوار کے نیچے دیکھ کر پھر ان کا گناہ بخش دیا۔ اور صرف انہیں چند لوگوں کو سزا دی جن کو سزا دینے کے لئے حضرت احدیت کی طرف سے قطعی حکم وارد ہو چکا تھا۔ اور بجز ان ازلی ملعونوں کے ہر یک دشمن کا گناہ بخش دیا اور فتح پا کر سب کو لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ (یوسف:93) کہا۔ اور اس عفو تقصیر کی وجہ سے کہ جو مخالفوں کی نظر میں ایک امر محال معلوم ہوتا تھا۔ اور اپنی شرارتوں پر نظر کرنے سے وہ اپنے تئیں اپنے مخالف کے ہاتھ میں دیکھ کر مقتول خیال کرتے تھے۔ ہزاروں انسانوں نے ایک ساعت میں دین اسلام قبول کر لیا۔‘‘

(براہین احمدیہ۔ ہر چہار حصص۔ روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 287-286 بقیہ حاشیہ نمبر 11)

❁❁❁

آنحضرت ﷺ کا تذکرہ بہت عمدہ ہے لیکن اگر اس کے ساتھ ایسی بدعات مل جاویں جن سے توحید میں خلل ہو تو وہ جائز نہیں۔

(اقتباسات از خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۱۳ مارچ ۲۰۰۹ء مطبوعہ بدر ۱۸ جون ۲۰۰۹ء)

”دو تین دن پہلے 12/ربیع الاوّل تھی جو آنحضرت ﷺ کی پیدائش کا دن ہے اور یہ دن مسلمانوں کا ایک حصہ بڑے جوش وخروش سے مناتا ہے۔ پاکستان میں بلکہ برصغیر میں بھی بعض بڑا اہتمام کرتے ہیں۔ بعض لوگ جو ہمارے معترضین ہیں، مخالفین ہیں، ان کا ایک یہ اعتراض بھی ہوتا ہے، مجھے بھی لکھتے ہیں، احمدیوں سے بھی پوچھتے ہیں کہ احمدی کیوں یہ دن اہتمام سے نہیں مناتے؟ تو اس بارہ میں آج مَیں کچھ کہوں گا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بارہ میں کیا ارشادات فرمائے؟ (وہ بیان کروں گا) جن سے واضح ہوگا کہ اصل میں احمدی ہی ہیں جو اس دن کی قدر کرنا جانتے ہیں۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباس سے پہلے مَیں یہ بھی بتا دوں کہ مولود النبی جو ہے، یہ کب سے منانا شروع کیا گیا۔ اس کی تاریخ کیا ہے؟ مسلمانوں میں بھی بعض فرقے میلاد النبی کے قائل نہیں ہیں۔

اسلام کی پہلی تین صدیاں جو بہترین صدیاں کہلاتی ہیں ان صدیوں کے لوگوں میں نبی کریم ﷺ سے جو محبت پائی جاتی تھی وہ انتہائی درجہ کی تھی اور وہ سب لوگ سنت کا بہترین علم رکھنے والے تھے اور سب سے زیادہ اس بات کے حریص تھے کہ آنحضرت ﷺ کی شریعت اور سنت کی پیروی کی جائے۔ لیکن اس کے باوجود تاریخ ہمیں یہی بتاتی ہے کہ کسی صحابی یا تابعی جو صحابہ کے بعد آئے، جنہوں نے صحابہ کو دیکھا ہوا تھا، کے زمانے میں عید میلاد النبی کا ذکر نہیں ملتا۔ وہ شخص جس نے اس کا آغاز کیا، اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ عبداللہ بن محمد بن عبداللہ قداح تھا۔

پس سب سے پہلے جن لوگوں نے میلاد النبی ﷺ کی تقریب شروع کی وہ باطنی مذہب کے تھے اور جس طرح انہوں نے شروع کی وہ یقینا ایک بدعت تھی۔ مصر میں ان کی حکومت کا زمانہ 362 ہجری بتایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اَور بھی بہت سارے دن منائے جاتے تھے۔ یوم عاشورہ ہے۔ میلاد النبیؐ تو خیر ہے ہی۔ میلاد حضرت علیؓ ہے۔ میلاد حضرت حسنؓ ہے۔ میلاد حضرت حسینؓ ہے۔ میلاد حضرت فاطمۃ الزہراؓ ہے۔ رجب کے مہینے کی پہلی رات کو مناتے ہیں۔ درمیانی رات کو مناتے ہیں۔ شعبان کے مہینے کی پہلی رات مناتے ہیں۔ پھر ختم کی رات ہے۔ رمضان کے حوالے سے مختلف تقریبات ہیں اور بے تحاشا اور بھی دن ہیں جو مناتے ہیں اور انہوں نے اسلام میں بدعات پیدا کیں۔ جیسا کہ مَیں نے کہا مسلمانوں میں سے ایک گروہ ایسا بھی ہے جو بالکل اس کو نہیں مناتے اور عید میلاد النبی کو بدعت قرار دیتے ہیں۔ یہ دوسرا گروہ ہے جس نے اتنا غلو سے کام لیا کہ انتہا کر دی۔

بہرحال ہم دیکھیں گے کہ اس زمانے کے امام نے جن کو اللہ تعالیٰ نے حکم اور عدل کر کے بھیجا ہے انہوں نے اس بارے میں کیا ارشاد فرمایا۔

ایک شخص نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مولود خوانی پر سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ:

”آنحضرت ﷺ کا تذکرہ بہت عمدہ ہے بلکہ حدیث سے ثابت ہے کہ انبیاء اور اولیاء کی یاد سے رحمت نازل ہوتی ہے اور خود خدا نے بھی انبیاء کے تذکرہ کی ترغیب دی ہے۔ لیکن اگر اس کے ساتھ ایسی بدعات مل جاویں جن سے توحید میں خلل واقع ہو تو وہ جائز نہیں۔ خدا کی شان خدا کے ساتھ اور نبی کی شان نبی کے ساتھ رکھو۔ آج کل کے مولویوں میں بدعت کے الفاظ زیادہ ہوتے ہیں اور وہ بدعات خدا کے منشاء کے خلاف ہیں۔ اگر بدعات نہ ہوں تو پھر تو وہ ایک وعظ ہے۔ آنحضرت ﷺ کی بعثت، پیدائش اور وفات کا ذکر ہو تو موجب ثواب ہے۔ ہم مجاز نہیں کہ اپنی شریعت یا کتاب بنالیویں“۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 159-160 ایڈیشن 2003)

آنحضرت ﷺ کی ذات تو وہ بابرکت ذات ہے کہ جب آپؐ آئے تو رحمۃ للعالمین بن کے آئے۔ آپؐ تو دشمنوں کے لیے بھی رو رو کر دعائیں کرتے رہے۔

ایک صحابی سے روایت ہے کہ ایک رات مجھے آنحضرت ﷺ کے ساتھ تہجد کی نماز پڑھنے کا موقع ملا تو اس میں آپؐ یہی دعا مستقل کرتے رہے کہ اللہ تعالیٰ اس قوم کو بخش دے اور عقل دے۔

(سنن النسائی کتاب الافتتاح باب ترديد الآیۃ حدیث نمبر 1010)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے تسلسل میں کیا فرماتے ہیں، مَیں آگے پیش کرتا ہوں۔ فرمایا کہ محض تذکرہ آنحضرت ﷺ کا عمدہ چیز ہے۔ ”اس سے محبت بڑھتی ہے اور آپؐ کی اتباع کے لیے تحریک ہوتی اور جوش پیدا ہوتا ہے“۔

(الحکم جلد 7 نمبر 11 صفحہ 5۔24/مارچ 1903ء۔ ملفوظات جلد سوم صفحہ 159 حاشیہ ایڈیشن 2003)

”قرآن شریف میں بھی اس لئے بعض تذکرے موجود ہیں جیسے فرمایا وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ (مریم:42)“۔

(ایضاً صفحہ 159 حاشیہ۔ ایڈیشن 2003)

”لیکن ان تذکروں کے بیان میں بعض بدعات ملا دی جائیں تو وہ حرام ہو جاتے ہیں“۔ فرمایا کہ ”یہ یاد رکھو کہ اصل مقصد اسلام کا توحید ہے۔ مولود کی محفلیں کرنے والوں میں آج کل دیکھا جاتا ہے کہ بہت سی بدعات ملا لی گئی ہیں۔ جس میں ایک جائز اور موجب رحمت فعل کو خراب کر دیا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا تذکرہ موجب رحمت ہے مگر غیر مشروع امور و بدعات منشاء الٰہی کے خلاف ہیں۔ ہم خود اس امر کے مجاز نہیں ہیں کہ آپ کسی نئی شریعت کی بنیاد رکھیں اور آج کل یہی ہو رہا ہے کہ ہر شخص اپنے خیالات کے موافق شریعت کو بنانا چاہتا ہے گویا خود شریعت بناتا ہے۔

(الحکم جلد 7 نمبر 11 صفحہ 5۔24/مارچ 903ء۔ ملفوظات جلد سوم صفحہ 160 حاشیہ۔ ایڈیشن 2003)

اس مسئلہ میں بھی افراط و تفریط سے کام لیا گیا ہے۔ بعض لوگ اپنی جہالت سے کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا تذکرہ ہی حرام ہے۔ (نعوذ باللہ)۔ یہ ان کی حماقت ہے۔ ”آنحضرت ﷺ کے تذکرہ کو حرام کہنا بڑی بیباکی ہے۔ جبکہ آنحضرت ﷺ کی سچی اتباع خداتعالیٰ کا محبوب بنانے کا ذریعہ اور اصل باعث ہے اور اتباع کا جوش تذکرہ سے پیدا ہوتا ہے اور اس کی تحریک ہوتی ہے۔ جو شخص کسی سے محبت کرتا ہے اس کا تذکرہ کرتا ہے۔“

”ہاں جو لوگ مولود کے وقت کھڑے ہوتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ہی خود تشریف لے آئے ہیں“۔ (یہ بھی ان کا ایک طریق کار ہے۔ جلسہ ہوتا ہے مولود کی محفل ہو رہی ہے، اس میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مجلس بیٹھی ہوئی ہے تقریر کرنے والا مقرر کچھ بول رہا ہے، کہتا ہے آنحضرت ﷺ تشریف لے آئے اور اس میں سارے بیٹھے ہوئے لوگ کھڑے ہو جاتے ہیں) فرمایا کہ یہ جو ”خیال کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ تشریف لے آئے ہیں۔ یہ اُن کی جرأت ہے۔ ایسی مجلسیں جو کی جاتی ہیں ان میں بعض اوقات دیکھا جاتا ہے کہ کثرت سے ایسے لوگ شریک ہوتے ہیں جو تارک الصلوٰۃ“۔ (لوگ تو ایسے بیٹھے ہوئے ہیں جو نماز بھی پانچ وقت نہیں پڑھ رہے ہوتے بلکہ بعض تو نمازیں بھی پڑھنے والے نہیں ہوتے، صرف عید پڑھنے والے ہوتے ہیں یا صرف محفلوں میں شامل ہو جاتے

ہیں)۔فرمایا کہ ’’کثرت سے ایسے لوگ شریک ہوتے ہیں جو تارک الصلوٰۃ،سودخوراور شرابی ہوتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کو ایسی مجلسوں سے کیا تعلق؟ اور یہ لوگ محض ایک تماشہ کے طور پر جمع ہو جاتے ہیں، پس اس قسم کے خیال بیہودہ ہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 159-160۔حاشیہ)

اسی طرح ایک شخص نے سوال کیا تو اس کو آپ نے خط لکھوایا اور فرمایا کہ میرے نزدیک اگر بدعات نہ ہوں اور جلسہ ہو اس میں تقریر ہو، اس میں آنحضرت ﷺ کی سیرت بیان کی جاتی ہو وہاں آنحضرت ﷺ کی مدح میں کچھ نظمیں خوش الحانی سے پڑھ کے سنائی جائیں تو ایسی مجلسیں بڑی اچھی ہیں اور ہونی چاہئیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کس طرح اپنی اس عشق و محبت کی جو محفلیں ہیں ان کو سجانا چاہتے تھے یا اس بارہ میں ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ’’خدا فرماتا ہے اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ (آل عمران:32)‘‘ کہ اگر اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ یہ قرآن کریم کی آیت ہے۔فرمایا کہ ’’کیا آنحضرت ﷺ نے کبھی روٹیوں پر قرآن پڑھا تھا؟‘‘ (آج کل کے یہ مولوی مجلسیں کرتے ہیں۔محفلیں کرتے ہیں تو اس قسم کی بدعات کرتے ہیں کہ اس کے بعد روٹیاں تقسیم ہوتی ہیں۔قرآن پڑھا گیا تو یہ مولود کی روٹی ہے۔ بڑی بابرکت روٹی ہوگئی۔تو فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ اللہ سے محبت کرنی ہے تو آنحضرت ﷺ کی پیروی کرو اور آنحضرت ﷺ کی اگر پیروی کرنی ہے تو کیا کہیں یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ نے کبھی روٹیوں پر قرآن پڑھا؟)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ’’اگر آپؐ نے ایک روٹی پر پڑھا ہوتا تو ہم ہزار پر پڑھتے۔ ہاں آنحضرت ﷺ نے خوش الحانی سے قرآن سنا تھا اور آپؐ اس پر روئے بھی تھے۔جب یہ آیت وَجِئۡنَا بِکَ عَلٰی ہٰۤؤُلَآءِ شَہِیۡدًا (النساء:42)‘‘ (اور ہم تجھے ان لوگوں کے متعلق بطور گواہ لائیں گے۔قرآن سنا ضرور کرتے تھے اور اس پر آپ جب یہ آیت آئی کہ آپ گواہ ہوں گے تو آپؐ اس پر رو پڑے۔یہ رونا اصل میں آپؐ کی عاجزی کا انتہائی مقام اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح یہ مقام آپ کو عطا فرمایا۔)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں اس سے ’’آپ روئے اور فرمایا بس کر مَیں آگے نہیں سن سکتا۔آپ کو اپنے گواہ گزرنے پر خیال گزرا ہوگا‘‘۔

(ایضاً صفحہ 162)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ ’’ہمیں خود خواہش رہتی ہے کہ کوئی خوش الحان حافظ ہو تو قرآن سنیں۔‘‘ یہ ہے اتباع آنحضرت ﷺ کی۔ پھر لکھتے ہیں کہ ’’آنحضرت ﷺ نے ہر ایک کام کا نمونہ دکھلا دیا ہے وہ ہمیں کرنا چاہئے۔ سچے مومن کے واسطے کافی ہے کہ دیکھ لیوے کہ یہ کام آنحضرت ﷺ نے کیا ہے کہ نہیں؟ اگر نہیں کیا تو کرنے کا حکم دیا ہے یا نہیں؟ حضرت ابراہیمؑ آپؐ کے جدامجد تھے اور قابل تعظیم تھے۔کیا وجہ کہ آپ نے ان کا مولود نہ کروایا؟‘‘ (ملفوظات جلد سوم صفحہ 162۔ ایڈیشن 2003)

بہرحال خلاصہ یہ کہ مولود کے دن جلسہ کرنا، کوئی تقریب منعقد کرنا منع نہیں ہے بشرطیکہ اس میں کسی بھی قسم کی بدعات نہ ہوں۔ آنحضرت ﷺ کی سیرت بیان کی جائے۔ اور اس قسم کا (پروگرام) صرف یہی نہیں کہ سال میں ایک دن ہو۔محبوب کی سیرت جب بیان کرنی ہے تو پھر سارا سال ہی مختلف وقتوں میں جلسے ہو سکتے ہیں اور کرنے چاہئیں اور یہی جماعت احمدیہ کا تعامل رہا ہے، اور یہی جماعت کرتی ہے۔ اس لئے یہ کسی خاص دن کی مناسبت سے نہیں، لیکن اگر کوئی خاص دن مقرر کر بھی لیا جائے اور اس پہ جلسے کئے جائیں اور آنحضرت ﷺ کی سیرت بیان کی جائے بلکہ ہمیشہ سیرت بیان کی جاتی ہے۔ اگر اس طرح پورے ملک میں اور پوری دنیا میں ہو تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے لیکن یہ ہے کہ بدعات شامل نہیں ہونی چاہئیں۔ کسی قسم کے ایسے خیالات نہیں آنے چاہئیں کہ اس مجلس سے ہم نے جو برکتیں پالی ہیں ان کے بعد ہمیں کوئی اور نیکیاں کرنے کی ضرورت نہیں ہے جیسا کہ بعضوں کے خیال ہوتے ہیں۔تو نہ افراط ہو نہ تفریط ہو۔‘‘

❁❁❁

نعت

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل دہلوی

بدر گاہ ذی شانِ خَیرُ الْاَنَام
شَفیعُ الْوَرٰی مَرۡجَع خاص وعام

بصد عجز و مِنت، بصد احترام
یہ کرتا ہے عرض آپ کا اِک غلام

کہ اے شاہِ کونین عالی مقام
علیک الصّلوٰۃُ علیک السلام

حسینانِ عالَم ہوئے شرمگیں
جو دیکھا وہ حسن اور وہ نور جبیں

پھر اِس پر وہ اَخلاقِ اکمل تریں
کہ دشمن بھی کہنے لگے آفریں

زہے خُلق کامل زہے حسنِ تام
علیک الصّلوٰۃُ علیک السلام

خَلائق کے دل تھے یقیں سے تہی
بتوں نے تھی حق کی جگہ گھیر لی

ضلالت تھی دنیا پہ وہ چھا رہی
کہ توحید ڈھونڈے سے ملتی نہ تھی

ہوُا آپ کے دم سے اُس کا قیام
علیک الصّلوٰۃُ علیک السلام

محبت سے گھائل کیا آپ نے
دلائل سے قائل کیا آپ نے

جہالت کو زائل کیا آپ نے
شریعت کو کامل کیا آپ نے

بیاں کر دیئے سب حلال وحرام
علیک الصّلوٰۃُ علیک السلام

نبوت کے تھے جس قدر بھی کمال
وہ سب جمع ہیں آپ میں لامحال

صفاتِ جمال اور صفاتِ جلال
ہر اِک رنگ ہے بس عدیم المثال

لیا ظُلم کا عفو سے انتقام
علیک الصّلوٰۃُ علیک السلام

مقدس حیات اور مطہر مذاق
اطاعت میں یکتا عبادت میں طاق

سوارِ جہانگیرِ یکراں براق
کہ بگذشت از قصرِ نیلی رواق

محمّد ہی نام اور محمّد ہی کام
علیک الصّلوٰۃُ علیک السلام

علمدارِ عشاقِ ذاتِ یگاں
سپہ دار افواجِ قدّوسیاں

معارف کا اِک قلزم بیکراں
افاضات میں زندہ جاوداں

پلا ساقیا آبِ کوثر کا جام
علیک الصّلوٰۃُ علیک السلام

(بخارِ دل)

❁❁❁

سید المطہرین خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی عزت و ناموس کے قیام کیلئے عاشق صادق غلام صادق

سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدیٔ معہود کی جلیل القدر مساعی

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ ۲۱ جنوری ۲۰۱۱ء میں آنحضرت ﷺ کی عزت و ناموس کے قیام کے متعلق بانی جماعت احمدیہ اور خلفائے کرام کی مساعی کا تفصیلاً تذکرہ فرمایا ہے۔اس خطاب کے بعض حصص قارئین بدر کیلئے پیش ہیں۔(مدیر)

"آج کل پریس اور دوسرا الیکٹرونک میڈیا، انٹرنیٹ وغیرہ جو ہے، اس پر مسلم اور غیر مسلم دنیا میں ایک موضوع بڑی شدت سے موضوع بحث بنا ہوا ہے اور یہ ہے ناموسِ رسالت کی پاسداری یا توہینِ رسالت کا قانون۔ایک سچے مسلمان کے لیے جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتا ہے اس کے لیے سخت بے چینی کا باعث ہے کہ کسی بھی رسول کی، کسی بھی اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے کی اہانت کی جائے اور اس کی ناموس پر کوئی حملہ کیا جائے۔اور جب خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ کی ذات کا سوال ہو جنہیں خدا تعالیٰ نے افضل الرسل فرمایا ہے تو ایک حقیقی مسلمان بے چین ہو جاتا ہے۔وہ اپنی گردن تو کٹوا سکتا ہے، اپنے بچوں کو اپنے سامنے قتل ہوتے ہوئے تو دیکھ سکتا ہے، اپنے مال کو لٹتے ہوئے دیکھ سکتا ہے لیکن اپنے آقا و مولیٰ کی توہین تو ایک طرف، کوئی ہلکا سا ایسا لفظ بھی نہیں سن سکتا جس میں سے کسی قسم کی بے ادبی کا ہلکا سا بھی شائبہ ہو۔"

"میں تو آج صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میرے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس پر اگر کوئی ہاتھ ڈالنے کی ہلکی سی بھی کوشش کرے گا تو وہ خدا تعالیٰ کے اس فرمان کہ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ (الحجر: 96)۔ یقیناً ہم استہزاء کرنے والوں کے مقابل پر تجھے بہت کافی ہیں، کی گرفت میں آجائے گا اور اپنی دنیا و آخرت برباد کر لے گا۔ میرے آقائے دو جہان کا مقام تو یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ آپ کی عزت و مرتبے کی ہر آن اس طرح حفاظت فرما رہا ہے کہ جس تک دنیا والوں کی سوچ بھی نہیں پہنچ سکتی۔ آپ کے مقام، آپ کے مرتبے، آپ کی عزت کو ہر لحہ بلند تر کرتے چلے جانے کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یوں فرمایا ہے۔فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ (الاحزاب:57) کہ یقیناً اللہ تعالیٰ اور اس کے سارے فرشتے نبی کریم پر درود بھیجتے ہیں۔پس یہ ہے وہ مقام جو صرف اور صرف آپؐ کو ملا ہے۔یہ وہ الفاظ ہیں جو کسی اَور نبی کی شان میں استعمال نہیں ہوئے۔اور اس مقام کو اس زمانے میں سب سے زیادہ آنحضرتؐ کے عاشقِ صادق نے سمجھا ہے اور ہمیں بتایا ہے۔ آپ علیہ السلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

"ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی صدق و وفا دیکھئے۔ آپ نے ہر قسم کی بدتحریک کا مقابلہ کیا۔طرح طرح کے مصائب و تکالیف اٹھائے لیکن پرواہ نہ کی۔یہی صدق و وفا تھا جس کے باعث اللہ تعالیٰ نے فضل کیا۔اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (الاحزاب:57)۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام فرشتے رسول پر درود بھیجتے ہیں۔اے ایمان والو! تم درود و سلام بھیجو نبی پر۔"

فرمایا کہ:

"اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسولِ اکرمؐ کے اعمال ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی تعریف یا اوصاف کی تحدید کرنے کے لیے کوئی لفظ خاص نہ فرمایا۔لفظ تو مل سکتے تھے لیکن خود استعمال نہ کیے۔یعنی آپؐ کے اعمالِ صالحہ کی تعریف تحدید سے بیروں تھی۔اس قسم کی آیت کسی اور نبی کی شان میں استعمال نہ کی۔ آپ کی روح میں وہ صدق و صفا تھا اور آپؐ کے اعمال خدا کی نگاہ میں اس قدر پسندیدہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لیے یہ حکم دیا کہ آئندہ لوگ شکر گزاری کے طور پر درود بھیجیں"۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 23-24 مطبوعہ ربوہ)

پس آج یہ صدق و وفا ہے جس کا اُسوہ ہمارے سامنے آنحضرتؐ نے قائم فرمایا ہے۔ یہ صدق و وفا کا تعلق آنحضرت ﷺ نے کس سے دکھایا؟ یہ تعلق اپنے پیدا کرنے والے خدا سے دکھایا۔ پس اگر ہم نے آنحضرت ﷺ کی پیروی کرنی ہے اور آپؐ کی اُمّت کے ان افراد میں شامل ہونا ہے جو مومن ہونے کا حقیقی حق ادا کرنے والے ہیں تو پھر ہمیں صدق و وفا کے ساتھ اُن باتوں پر عمل کرنے کی ضرورت ہے جن کا حکم ہمیں خدا تعالیٰ نے دیا ہے۔اپنی زبانوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے سے تر رکھنا ہے تا کہ ہم بھی اللہ تعالیٰ کا قرب پا سکیں، تا کہ ہم اُن برکتوں سے فیض پا سکیں جو اللہ تعالیٰ کے اس پیارے نبی کے ساتھ وابستہ ہیں۔"

"اگر کوئی انصاف کی نظر سے دیکھے تو یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے آنحضرتؐ کے مقام کو پہچانا ہے، کوئی بھی نہیں پہچان سکتا۔اور آپ ہی وہ مردِ مجاہد تھے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر حملے کی صورت میں سب سے پہلے مؤثر آواز بلند کی۔

1897ء میں جب پادریوں کی طرف سے مشن پریس گوجرانوالہ میں اسلام کے ردّ میں ایک کتاب شائع ہوئی اور اس میں آنحضرتؐ کی ذات کے بارہ میں انتہائی دریدہ دہنی کی گئی اور مسلمانوں کو اشتعال دلانے کی کوشش کی گئی اور پھر مسلمانوں کا دل دکھانے کے لیے ایک ہزار کاپی اس کتاب کی علماء اور مسلمان لیڈروں کو مفت تقسیم کی گئی اور ایک کاپی اس کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو بھی بھیجی گئی۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک اشتہار دیا اور حکومت کو توجہ دلائی کہ گو قانون بے شک یہ کہہ دے کہ تمہیں بھی اجازت ہے اور یہ کتاب لکھنا توہین اور ہتک کے زمرہ میں نہیں آتا، تم لوگ بھی لکھ سکتے ہو۔لیکن فرمایا کہ مسلمان تمام انبیاء پر ایمان لاتے ہیں اس لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا کسی اور نبی کے بارے میں اس طرح کی لغویات نہیں لکھ سکتے، بیہودہ گوئی نہیں کر سکتے۔ آپ نے حکومت کو مشورہ دیا کہ گورنمنٹ ایسا قانون بنائے کہ جس میں ہر ایک فریق صرف اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے اور دوسرے فریق پر گند اچھالنے کی اجازت نہ ہو۔اور یہی طریق کار ہے جس سے امن امان اور بھائی چارہ قائم ہو سکتا ہے۔اس کے علاوہ اور کوئی بہترین طریق نہیں ہے۔ آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کی حفاظت اور مخالفین کے آپؐ کی ذات پر اور اسلام پر حملے کے خلاف ایک جوش تھا، اور ہر موقع پر آپ اس کے دفاع کے لئے کھڑے ہوتے تھے۔ درد سے مسلمانوں کو بھی سمجھایا کہ کس طرح ہم دشمنوں کے حملے کو پسپا کر سکتے ہیں؟ کیا طریق کار تم مسلمانوں کو بھی اختیار کرنا چاہئے۔قطع نظر اس کے کہ تم کس فرقہ سے تعلق رکھتے ہو۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی حفاظت ایک ایسا اہم کام ہے جس کے لیے تمام مسلمانوں کو اکٹھے ہو جانا چاہئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

"ہمارے مخالفوں نے" (یعنی اسلام کے مخالفوں نے) "ہزاروں اعتراض کر کے یہ ارادہ کیا ہے کہ اسلام کے نورانی اور خوبصورت چہرہ کو بدشکل اور مکروہ ظاہر کریں۔ایسا ہی ہماری تمام کوششیں اسی کام کے لیے ہونی چاہئیں کہ اس پاک دین کی کمال درجہ کی خوبصورتی اور بے عیب اور معصوم ہونا بپایۂ ثبوت پہنچا دیں۔ یقیناً سمجھو کہ گمراہوں کی حقیقی اور واقعی خیرخواہی اسی میں ہے کہ ہم جھوٹے اور ذلیل اعتراضات کی غلطیوں پر ان کو مطلع کریں اور اُن کو دکھلا دیں کہ اسلام کا چہرہ کیسا نورانی، کیسا مبارک اور کیسا ہر ایک داغ سے پاک ہے؟ ہمارا کام جو ہمیں ضرور ہی کرنا چاہئے، وہ یہی ہے کہ یہ دجل اور افترا جس کے ذریعہ سے قوموں کو اسلام کی نسبت بدظن کیا گیا ہے، اُس کو جڑ سے اکھاڑ دیں۔یہ کام سب کاموں پر مقدم ہے۔جس میں اگر ہم غفلت کریں تو خدا اور رسول کے گنہگار ہوں گے۔ سچی ہمدردی اسلام کی اور سچی محبت رسولِ کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اسی میں ہے کہ ہم ان افتراؤں سے اپنے مولیٰ و سیّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کا دامن پاک ثابت کر کے دکھلائیں۔

اور وسواسی دلوں کو یہ ایک نیا موقع وسوسہ کا نہ دیں کہ گویا ہم تحکّم سے حملہ کرنے والوں کو روکنا چاہتے ہیں اور جواب لکھنے سے کنارہ کش ہیں۔ ہر ایک شخص اپنی رائے اور خیال کی پیروی کرتا ہے لیکن خدا تعالیٰ نے ہمارے دل کو اسی امر کے لیے کھولا ہے کہ اس وقت اور اس زمانے میں اسلام کی حقیقی تائید اسی میں ہے کہ ہم اس تخمِ بدنامی کو جو بویا گیا ہے اور اُن اعتراضات کو جو یورپ اور ایشیا میں پھیلائے گئے ہیں جڑ سے اکھاڑ کر اسلامی خوبیوں کے انوار اور برکات اس قدر غیر قوموں کو دکھلاویں کہ اُن کی آنکھیں خیرہ ہو جائیں اور اُن کے دل ان مفتریوں سے بیزار ہو جائیں جنہوں نے دھوکہ دے کر ایسے مُزخرفات شائع کیے ہیں''(یعنی جھوٹی باتیں شائع کی ہیں)۔''اور ہمیں اُن لوگوں کے خیالات پر نہایت افسوس ہے جو باوجودیکہ وہ دیکھتے ہیں کہ کس قدر زہریلے اعتراضات پھیلائے جاتے اور عوام کو دھوکہ دیا جاتا ہے، پھر بھی وہ کہتے ہیں کہ ان اعتراضات کے ردّ کرنے کی کچھ بھی ضرورت نہیں، صرف مقدمات اٹھانا اور گورنمنٹ میں میموریل بھیجنا کافی ہے۔''

(البلاغ، فریادِ درد۔ روحانی خزائن۔ جلد 13۔ صفحہ 383-382)

صرف اتنی سی بات کافی نہیں کہ کسی کو پکڑ لیا یا مقدمہ بنا دیا یا میموریل بھیج دیا بلکہ ایک عملی کوشش اور مسلسل کوشش اور مستقل کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔ پس یہ ہے اصل درد کہ اٹھو اور الزامات کو ردّ کرنے کے لیے مسلسل کوشش کرتے چلے جاؤ اور اپنے عملوں کو حقیقی مسلمان کا عمل بناؤ نہ کہ صرف میموریل بھیج کر یا جلوس نکال کر یا چند دن شور مچا کر پھر بیٹھ جاؤ۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کے لیے کیا جذبات رکھتے تھے، اس کا اندازہ ان اقتباسات سے ہو سکتا ہے جو مَیں پیش کرنے لگا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

''جو لوگ ناحق خدا سے بے خوف ہو کر ہمارے بزرگ نبی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرے الفاظ سے یاد کرتے اور آنجنابؐ پر ناپاک تہمتیں لگاتے اور بد زبانی سے باز نہیں آتے ہیں، اُن سے ہم کیونکر صلح کریں۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہم شورہ زمین کے سانپوں اور بیابانوں کے بھیڑیوں سے صلح کر سکتے ہیں لیکن ان لوگوں سے ہم صلح نہیں کر سکتے جو ہمارے پیارے نبیؐ پر جو ہمیں اپنی جان اور ماں باپ سے بھی پیارا ہے، ناپاک حملے کرتے ہیں۔ خدا ہمیں اسلام پر موت دے۔ ہم ایسا کام کرنا نہیں چاہتے جس میں ایمان جاتا رہے''۔

(پیغام صلح۔ روحانی خزائن۔ جلد 23۔ صفحہ 459)

پھر مخالفین کے الزامات کا ایک جگہ ذکر کرتے ہوئے اور غیرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''میرے دل کو کسی چیز نے کبھی اتنا دکھ نہیں پہنچایا جتنا کہ ان لوگوں کے اس ہنسی ٹھٹھے نے پہنچایا ہے جو وہ ہمارے رسولِ پاکؐ کی شان میں کرتے رہتے ہیں۔ اُن کے دل آزار طعن و تشنیع نے جو وہ حضرت خیر البشر کی ذات والا صفات کے خلاف کرتے ہیں میرے دل کو سخت زخمی کر رکھا ہے۔ خدا کی قسم اگر میری ساری اولاد اور اولاد کی اولاد اور میرے سارے دوست اور میرے سارے معاون و مددگار میری آنکھوں کے سامنے قتل کر دیئے جائیں اور خود میرے اپنے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے جائیں اور میری آنکھ کی پتلی نکال پھینکی جائے اور مَیں اپنی تمام مرادوں سے محروم کر دیا جاؤں اور اپنی تمام خوشیوں اور تمام آسائشوں کو کھو بیٹھوں تو ان ساری باتوں کے مقابل پر بھی میرے لیے یہ صدمہ زیادہ بھاری ہے کہ رسولِ اکرمؐ پر ایسے ناپاک حملے کیے جائیں۔ پس اے میرے آسمانی آقا! تُو ہم پر اپنی رحمت اور نصرت کی نظر فرما اور ہمیں اس ابتلا سے نجات بخش۔''

(ترجمہ عربی عبارت آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن۔ جلد 5۔ صفحہ 15 از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے از سیرت طیبہ صفحہ 42-41)

آنحضرت ﷺ کی عزت وناموس کے قیام کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عملی غیرت کے بعض واقعات

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے کئی مختلف موقعوں پر عملی غیرت کا اظہار کس طرح فرمایا۔ اس کے ایک دو واقعات پیش کرتا ہوں۔

لیکھرام کا واقعہ تو ہر ایک کے علم میں ہے کہ کس طرح آپ نے اس میں غیرت کا مظاہرہ فرمایا۔ اسٹیشن پر آپ وضوء فرما رہے تھے تو وہ آیا اور اس نے سلام کیا۔ آپ نے توجہ نہ دی اور وضو کرتے رہے۔ وہ سمجھا کہ شاید سلام سنا نہیں۔ دوسری طرف سے آیا اور سلام کیا۔ پھر بھی آپ نے جواب نہیں دیا اور چلا گیا۔ وضو کرنے کے بعد کسی نے کہا کہ لیکھرام آیا تھا اور سلام عرض کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارے آقا کو گالیاں دیتا ہے اور ہمیں سلام کرتا ہے؟ (ماخوذ از سیرت المہدی جلد 1 حصہ اول صفحہ 254 روایت نمبر 281 ایڈیشن 2003) مطبوعہ ربوہ)

یہ تھی غیرت جو آپ نے دکھائی اور یہ غیرت کا مظاہرہ ہے جو ہر مسلمان کو کرنا چاہئے۔

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ ایک واقعہ لکھتے ہیں۔ کہتے ہیں ڈاکٹر پادری وائٹ بریخٹ کو 1925ء میں لندن میں ملا (جو آج کل یعنی اُن دنوں میں ڈاکٹر سٹانسٹن کہلاتے تھے۔ یہ لفظ اُردو میں انہوں نے لکھا ہے اس لئے ہو سکتا ہے غلطی ہو۔ بہر حال) پادری صاحب بٹالہ میں مشنری رہے ہیں اور حضرت صاحب سے بھی ان کی ملاقات ہوئی۔ کہتے ہیں پادری فتح مسیح صاحب سے بٹالہ میں ایک مباحثہ الہام کے متعلق تھا اُس میں بھی ان انگریز پادری صاحب کا دخل تھا۔ غرض سلسلے کی تاریخ میں ان کا کچھ تعلق ہے اور اس وجہ سے مجھے شوق پیدا ہوا کہ مَیں اس پادری کو ملوں۔ اس انگریز کو پھر مَیں لندن میں جا کے ملا۔ تو کہتے ہیں کہ گفتگو کے دوران حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی سیرت کے بارہ میں سوالات کے جواب میں بعض واقعات بیان ہو رہے تھے وہ سن کر ایک موقع پر وہ پادری صاحب کہنے لگے کہ مَیں نے ایک بات مرزا صاحب میں یہ دیکھی جو مجھے پسند نہیں تھی کہ وہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کیا جاتا تو ناراض ہو جاتے تھے اور ان کا چہرہ متغیر ہو جاتا تھا۔ یعنی ایسا اعتراض جو نازیبا الفاظ میں کیا جاتا ہو۔ باقی اعتراض تو کرتے ہی ہیں جب بحث ہو رہی ہوتی ہے۔ جہاں کوئی حدّ ادب سے باہر نکلتے تھے تو آپؑ فوراً غصہ میں آتے اور چہرہ متغیر ہو جاتا۔ تو عرفانی صاحب کہتے ہیں، مَیں نے پادری صاحب کو کہا کہ جو بات آپ کو ناپسند ہے اُسی پر مَیں قربان ہوں۔ کیونکہ اس سے حضرت مرزا صاحب کی زندگی کے ایک پہلو پر ایسی روشنی پڑتی ہے کہ وہ آپ کی ایمانی غیرت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور عشق اور فدائیت کو نمایاں کر دیتی ہے۔ آپ کے نزدیک شاید یہ عیب ہو مگر مَیں تو اسے اعلیٰ درجہ کا اخلاق یقین کرتا ہوں اور آپ کے منہ سے سن کر حضرت مرزا صاحب کی محبت اور آپ کے ساتھ عقیدت میں مجھے اور بھی ترقی ہوئی ہے۔

غرض آپؑ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بے انتہا عشق تھا اور برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی کرے۔

(ماخوذ از حیاتِ احمد از حضرت یعقوب علی عرفانی صاحبؓ۔ جلد اول صفحہ 266-265 ایڈیشن 2003)

ہمارا فرض

یہ ہے ایک مومن کا آنحضرتؐ سے عشق و وفا کا تعلق یہ ہے آنحضرتؐ کی ناموسِ رسالت کہ غیر کا منہ بند کرنے کے لیے ہم اسوہِ رسولؐ پر عمل کرنے کی کوشش کریں، نہ کہ اپنے ذاتی مفاد حاصل کرنے کے لئے انصاف کی دھجیاں اڑائیں اور غیر کو اپنے اوپر انگلی اٹھانے کا موقع دیں۔ اور صرف اپنے اوپر ہی نہیں بلکہ اپنے عملوں کی وجہ سے اپنے پیارے آقا سید المعصومین ﷺ کے متعلق دشمن کو بیہودہ گوئی یا کسی بھی قسم کے ادب سے گرے ہوئے الفاظ کہنے کا موقع دیں۔ اگر مخالفینِ اسلام کو ہماری کسی کمزوری کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کچھ بھی کہنے کا موقع ملتا ہے تو ہم بھی گنہگار ہوں گے۔ ہماری بھی جواب طلبی ہوگی کہ تمہارے فلاں عمل نے دشمن کو یہ کہنے کی جرأت دی ہے۔ کیا تم نے یہی سمجھا تھا کہ صرف تمہارے کھوکھلے نعروں اور بے عملی کے نعروں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار کا اظہار ہو جائے گا یا تم پیار کا اظہار کرنے والے بن سکتے ہو؟ اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہیں۔ اللہ تعالیٰ تو عمل چاہتا ہے۔ پس مسلمانوں کے لیے یہ بہت بڑا خوف کا مقام ہے۔ باقی جہاں تک دشمن کے بغضوں، کینوں اور اس وجہ سے میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کسی بھی قسم کی دریدہ دہنی کا تعلق ہے، استہزاء کا تعلق ہے اُس کا اظہار، جیسا مَیں نے بتایا، اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ کر فرما دیا ہے کہ ان لوگوں کے لیے مَیں کافی ہوں۔ ❁❁❁

آنحضرت ﷺ کا ہر عمل، ہر نصیحت، ہر بات، ہر لفظ اپنے اندر حکمت لیے ہوئے ہے۔

آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ سے آپ کے مختلف پُرحکمت فیصلوں اور ارشادات کی روشن مثالوں کا تذکرہ

اقتباسات از خطبہ جمعہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۱۴ دسمبر ۲۰۰۷

فرمایا آج مَیں اللہ تعالیٰ کی صفات سے سب سے زیادہ حصہ پانے والے یا اس طرح کہہ سکتے ہیں کہ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے رنگ میں سب سے زیادہ رنگین ہونے والے اور اللہ تعالیٰ کی صفات کے وہ مظہر حقیقی جن سے زیادہ کوئی انسان اللہ تعالیٰ کا رنگ اپنے اوپر نہیں چڑھا سکتا، یعنی حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفی ﷺ کا صفت حَکِیم کے حوالے سے ذکر کروں گا۔ آپؐ اللہ تعالیٰ کے وہ پیارے ہیں جن کی پیدائش زمین و آسمان کی پیدائش کی وجہ بنی۔ جن پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں۔ پس آپؐ کا مقام اور آپؐ کے مبارک کلمات کی اہمیت ایسی ہے کہ ایک مومن کی ان پر نظر رہنی چاہئے۔ ایک تو وہ تزکیۂ نفس کے لئے تعلیم اور حکمت کی باتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں آپؐ کے ذریعہ ہمیں بتائیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے كَمَآ اَرْسَلْنَافِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّالَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ (سورۃ البقرہ آیت نمبر 152) جیسا کہ ہم نے تمہارے اندر تمہیں میں سے تمہارا رسول بھیجا ہے جو تم پر ہماری آیات پڑھ کر سناتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور تمہیں کتاب اور اس کی حکمت سکھاتا ہے اور تمہیں ان باتوں کی تعلیم دیتا ہے جن کا تمہیں پہلے کچھ علم نہ تھا۔

دوسرے آپؐ کے حکم، قول، عمل اور نصیحت جو روزمرہ کے معمولات سے لے کر قومی معاملات تک پھیلے ہوئے ہیں جس میں آپؐ کی ہر ایک بات، ہر عمل، ہر نصیحت، ہر کلمہ، ہر لفظ جو ہے وہ اپنے اندر حکمت لیے ہوئے ہے اور دراصل تو آپؐ کا قول، عمل اور نصائح جو قرآن کریم کی پُرحکمت تعلیم ہیں، اس کی تفسیر ہیں جو آپؐ کے ہر قول اور فعل میں جھلکتی ہیں۔ پس یہ اُسوہ حسنہ جو ہمارے لیے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہر قول و فعل کو پُرحکمت بنانے کے لیے بھیجا ہے۔ یہی ہے جس کے پیچھے چل کر ہم حکمت و فراست کے حامل بن سکتے ہیں۔ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا کہہ کر اللہ تعالیٰ نے اس بات کی تصدیق کر دی کہ تمہیں پاک کرنے اور تمہارے فائدے کے لیے یہ نبی جو بھی تمہیں سناتا ہے وہ یا ہمارا اصل کلام ہے جو سنایا جاتا ہے یا اس کی وضاحت ہے۔ اس لیے اس نبی کی کوئی بات بھی ایسی نہیں ہے جسے تم سمجھو کہ بے مقصد اور حکمت سے خالی ہے۔ اور پھر یہ نبی صرف تمہیں حکم نہیں دیتا کہ ایسا کرو۔ ایسا نہ کرو۔ نصیحت نہیں کرتا بلکہ عملی نمونے بھی دکھاتا ہے۔ اس لیے خدا تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ اس اسوۂ حسنہ پر عمل کرو جو اللہ تعالیٰ کے اس پیارے نبی ﷺ نے قائم فرمایا۔ پس ہر مومن کو آنحضرت ﷺ کی ہر بات کو سمجھنا چاہئے اور اس پر غور کرنا چاہئے۔ اگر واضح طور پر سمجھ نہ بھی آئے تو یہ ایمان ہو کہ یقیناً اس میں کوئی حکمت ہے اور ہمارے فائدے کے لیے ہے۔ یہی سوچ ہے جو ایک مومن کی شان ہونی چاہئے، مومن کے اندر ہونی چاہئے۔

اب مَیں آنحضرت ﷺ کی چند احادیث پیش کرتا ہوں جس میں مختلف امور بیان فرماتے ہوئے آپؐ نے ہماری عملی تربیت بھی فرمائی ہے۔

سب سے پہلے تو یہ حدیث پیش کرتا ہوں۔ ایک حدیث میں آپؐ فرماتے ہیں کہ اَلْكَلِمَةُ الْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ حَيْثُ مَا وَجَدَهَا فَهُوَ اَحَقُّ بِهَا۔ (سنن ابن ماجہ۔ کتاب الزھد۔ باب الحکمۃ)

حضرت ابوہریرہؓ سے یہ روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا حکمت اور دانائی کی بات مومن کی گمشدہ چیز ہے۔ جہاں کہیں وہ اسے پاتا ہے وہ اس کا زیادہ حقدار ہوتا ہے۔

اس میں جہاں یہ واضح فرمایا کہ حکمت کی بات کہیں سے بھی ملے اگر حکمت ہے تو اس کو اپنا لو کیونکہ تم اس کے حقدار ہو۔ اسے تکبر سے رَدّ نہ کرو یا یہ نہ سمجھو کہ جو کچھ مجھے پتہ ہے وہی سب کچھ ہے۔ بلکہ غور کرتے ہوئے اسے اختیار کرو۔

پھر آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔ حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رشک دو آدمیوں کے متعلق جائز ہے۔ ایک وہ آدمی جسے اللہ نے مال دیا ہو اور وہ اسے راہ حق میں خرچ کرتا رہے۔ اور ایک وہ آدمی جسے اللہ تعالیٰ نے حکمت عطا کی ہو اور وہ اس کے ذریعہ سے فیصلے کرتا ہے اور اسے دوسروں کو سکھاتا ہے۔

(صحیح بخاری باب الاغتباط فی العلم والحکمۃ)

اس میں مومنوں کے ذمے یہ کام بھی کر دیا کہ حکمت کو آگے بھی پھیلاؤ۔ حاصل بھی کرو اور پھر آگے پھیلاؤ تمہارے تک محدود نہ رہ جائے۔ اگر کوئی پُرحکمت اور علم کی بات ہے تو مومن کی شان یہی ہے کہ اسے آگے پھیلاتا چلا جائے تاکہ حکمت و فراست قائم کرنے والا معاشرہ قائم ہو۔ ایسی مجالس جن میں حکمت کی باتیں ہوتی ہوں آنحضرت ﷺ نے اُنہیں نِعْمَ الْمَجْلِس کا نام دیا ہے۔

عون بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ (بن مسعود) نے کہا کہ کیا ہی عمدہ وہ مجلس ہے کہ جس میں حکمت والی باتیں پھیلائی جاتی ہیں۔ یہ براہ راست آنحضرت ﷺ کی طرف تو روایت نہیں ہے۔ لیکن یہ انہوں نے سنا اور فرمایا کہ کیا ہی عمدہ مجلس ہے جس میں حکمت کی باتیں پھیلائی جائیں اور جس میں رحمت کی امید کی جاتی ہے۔

(سنن الدارمی۔ باب من ھاب الفتیا مخافۃ)

..........پھر علم اور حکمت کے بارے میں آنحضرت ﷺ کا ایک اور انداز جس کا جنگی قیدیوں کے سلسلہ میں روایت میں ذکر آتا ہے، یہ ہے کہ حضور ﷺ نے ان قیدیوں کو جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے انہیں اختیار دیا کہ اگر وہ انصار کے دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں تو آزاد ہوں گے۔ چنانچہ بچے جب لکھنے پڑھنے کے قابل ہو جاتے تھے تو ان قیدیوں کو جو جنگی قیدی تھے، آزاد کر دیا جاتا تھا۔ (طبقات لابن سعد۔ جلد 2 صفحہ 260)۔ یہ اہمیت تھی آپؐ کی نظر میں علم کی۔

حکمت کے ایک معنی علم بھی ہیں کیونکہ علم دماغ روشن کرنے کا باعث بنتا ہے۔ جہالت کو ختم کرتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس حکمت کے پیش نظر یہ حکم دیا تھا کہ دماغ روشن ہوں گے تو بہترین طریق پر اسلام کا پیغام آگے پہنچا سکیں گے۔ اگر آپ ﷺ کے ذہن میں یہ بات ہوتی جس کا آج کل آپ ﷺ پر الزام لگایا جاتا ہے کہ نعوذ باللہ آپ تلوار کے زور پر ساری دنیا کو زیر نگیں کرنا چاہتے تھے تو یہ حکم پھر آپؐ کبھی نہ دیتے کہ جو اتنے بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھا دے گا اس کو آزادی مل جائے گی۔ بلکہ اس کی جگہ یہ ہوتا کہ اگر جرمانہ دے کر رہائی نہیں پا سکتے تھے تو اگر کوئی قیدی لڑائی کا خاص قسم کا ہنر اور فن جانتا ہے تو وہ سکھائے گا تو رہائی ہوگی۔ لیکن آپؐ نے تو علم و حکمت کی طرف اپنی اُمّت کو توجہ دلائی۔

پس ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ آج ہمارے غالب آنے کے ذرائع بھی علم و حکمت ہی ہیں۔ تبلیغ کے لیے ایسے ذرائع استعمال کئے جائیں جو حکمت سے پُر ہوں۔ اس لئے علم سیکھنے کی طرف بھی ضرور توجہ ہونی چاہئے۔ اس بارے میں خدا تعالیٰ نے ہمیں قرآن میں بھی حکم فرمایا ہے جیسا کہ فرماتا ہے۔ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ۔ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ (النحل:126)۔ اپنے ربّ کی طرف حکمت کے ساتھ اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دے اور ان سے ایسی دلیل کے ساتھ بحث کر جو بہترین ہو۔ یقیناً تیرا ربّ ہی اسے جو اس کے راستے سے بھٹک چکا ہو سب سے زیادہ جانتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کا بھی سب سے زیادہ علم رکھتا ہے۔

پس یہ حکم ہے تبلیغ کرنے والوں کو کہ موقع محل کے لحاظ سے حکمت سے بات کرو۔ دوسرے کے بارے میں بھی صحیح علم ہو تاکہ صحیح دلیل کے ساتھ جواب دے سکو اور صرف خشک دلیلوں اور کج بحثی میں نہ پڑو۔

ایک حدیث میں آتا ہے جسے ہم مختلف مضامین کے ساتھ کئی دفعہ پڑھ چکے ہیں، سن چکے ہیں۔ علی بن حسین سے روایت ہے کہ حضرت صفیہؓ زوجہ مطہرہ رسول کریم ﷺ نے بتایا کہ ایک دفعہ وہ آنحضرت ﷺ کو ملنے گئیں جبکہ آپؐ مسجد میں رمضان کے آخری عشرہ

میں اعتکاف بیٹھے ہوئے تھے۔ رات کے وقت کچھ دیر باتیں کیں اور پھر وہ واپس جانے لگیں۔ رسول کریم ﷺ دروازے تک چھوڑنے گئے۔ جب آپ مسجد کے دروازے تک پہنچیں جو حضرت اُمّ سلمہ کے حجرہ کے ساتھ تھا تو انصار میں سے دو شخص ان دونوں کے پاس سے گزرے اور رسول اللہ ﷺ کو سلام کر کے تیزی سے چل پڑے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ٹھہرو۔ یہ صفیہ بنت حُییّ ہے۔ ان دونوں نے کہا سبحان اللہ یا رسول اللہ! اور یہ بات ان دونوں کو گراں گزری۔ آپؐ نے فرمایا: یقینا شیطان انسان کے جسم میں خون کے دوڑنے کی طرح دوڑتا ہے اور میں ڈرا کہ وہ تمہارے دلوں میں بدگمانی نہ ڈالے۔

(صحیح بخاری۔ کتاب الادب۔ باب التکبیر والتسبیح عند التعجب)

اب دیکھیں بدظنی سے بچانے کے لیے آپؐ نے فوری طور پر یہ پُر حکمت فیصلہ فرمایا۔ یہ سبق ہے کہ دوسرے کو کسی بھی قسم کی ٹھوکر لگنے سے بچانے کے لئے کوشش کرنی چاہیئے۔

پھر ایک حکم ہے اللہ تعالیٰ کا کہ مومن اس پر توکل کریں۔ لیکن بعض اس کو غلط سمجھتے ہیں اور جو اسباب اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے ہیں ان کا استعمال نہیں کرتے اور اسی طرح آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ایک دفعہ ہوا کہ اسباب کے استعمال نہ کرنے کے بارے میں پوچھا۔ کیونکہ یہ حکمت سے عاری بات ہے۔ اسباب بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے ہوئے ہیں اس لیے ان کا استعمال ضروری ہے۔ تو ایسے پوچھنے والے ایک شخص نے جب حضرت رسول کریم ﷺ سے یہ سوال پوچھا کہ کیا مَیں اونٹ کا گھٹنا باندھ کے خدا پر توکل کروں یا اونٹ کو کھلا چھوڑ دوں اور خدا پر توکل کروں تو حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا اَعْقِلْهَا وَتَوَكَّلْ۔ اونٹ کا گھٹنا باندھو اور توکل کرو۔

(سنن الترمذی کتاب صفۃ القیامۃ والرقائق)

پھر قومی معاملات میں آپ ﷺ کے پُر حکمت فیصلے تھے۔ غزوۂ اُحد میں سب جانتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے ایک پُر حکمت فیصلہ کو نہ ماننے کی وجہ سے مسلمانوں کو نقصان پہنچا اور خود آنحضرت ﷺ کی ذات کو بھی جسمانی نقصان پہنچا، زخم آئے، دانت شہید ہوا۔ مسلمانوں کی جنگ کے بعد جو حالت تھی گو کہ اس کو شکست تو نہیں کہنا چاہئے لیکن فتح حاصل کرتے کرتے پانسہ پلٹ گیا تھا۔ بہر حال جب جنگ ختم ہوئی تو مسلمانوں کا زخموں اور تھکن کی وجہ سے بہت برا حال تھا تو "غزوۂ اُحد کے اگلے دن جب کہ رسول کریم ﷺ اپنے صحابہ کے ہمراہ مدینہ پہنچ چکے تھے تو رسول کریم ﷺ کو یہ اطلاع ملی کہ کفار مکّہ دوبارہ مدینہ پر حملہ آور ہونے کی تیاری کر رہے ہیں۔ کیونکہ بعض قریش ایک دوسرے کو یہ طعنے دے رہے تھے کہ نہ تو تم نے محمد (ﷺ) کو قتل کیا (نعوذ باللہ) اور نہ مسلمان عورتوں کو لونڈیاں بنایا اور نہ ان کے مال و متاع پر قبضہ کیا۔ اس پر رسول کریم ﷺ نے ان کے تعاقب کا فیصلہ فرمایا۔ حضور ﷺ نے اس بات کا اعلان کروایا کہ ہم دشمن کا تعاقب کریں گے اور اس تعاقب کے لیے میرے ساتھ صرف وہ صحابہ شامل ہوں گے جو گزشتہ روز غزوۂ اُحد میں شامل ہوئے تھے"۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد۔ جلد دوم صفحہ 274۔ غزوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حمراء الاسد)

یہ آپؐ کا ایک پُر حکمت فیصلہ تھا کہ مسلمانوں کا حوصلہ بلند رہے۔ وہ لوگ جو جنگ سے آئے ہیں، تقریباً ہاری ہوئی صورت حال تھی، وہ مایوس نہ ہو جائیں کہیں۔ ان کے حوصلے بھی بلند رہیں اور دشمن پر رعب بھی پڑے کہ یہ نہ سمجھو کہ تم فتح حاصل کر کے گئے ہو بلکہ یہ تو معمولی سا پانسہ پلٹ گیا تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب یہ تعاقب میں گئے تو دشمن کو جرأت نہ ہوئی کہ واپس مڑیں اور حملہ کریں۔ وہ چلے گئے۔

آپؐ کو حکمت سے خدا تعالیٰ نے کس طرح بھرا۔ اس کے بارہ میں ایک روایت آتی ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوذرؓ نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مَیں مکّہ میں تھا کہ میرے گھر کی چھت کھولی گئی اور جبرائیل نازل ہوئے۔ انہوں نے میرا سینہ کھولا۔ پھر اسے آبِ زمزم سے دھویا۔ پھر ایک سونے کا طشت لائے جو کہ حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا۔ پھر اسے میرے سینے میں انڈیل دیا۔ پھر اسے بند کر دیا۔ پھر میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے ورلے آسمان کی طرف لے گئے۔

(صحیح بخاری۔ کتاب الصلاۃ۔ باب کیف فرضت الصلاۃ فی الاسراء)

ہشام بن زیدؓ بن انس روایت کرتے ہیں کہ مَیں نے حضرت انسؓ بن مالک کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ایک مرتبہ ایک یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا اور اس نے اَلسَّامُ عَلَیْکَ کہا یعنی تجھ پر ہلاکت ہو۔ آپؐ نے اس کے جواب میں فرمایا عَلَیْکَ۔ تم پر۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہیں پتہ چلا ہے کہ اس نے کیا کہا تھا۔ پھر آپؐ نے بتایا کہ اس نے اَلسَّامُ عَلَیْكَ کہا تھا۔ صحابہؓ نے یہودیوں کی یہ حرکت دیکھی تو آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا ہم اس کو قتل نہ کر دیں۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا نہیں، اسے قتل نہ کرو۔ اہل کتاب میں سے کوئی شخص جو تمہیں سَلَام کہے تو تم اس کو وَعَلَیْکُم کہہ کر جواب دے دیا کرو۔ (صحیح بخاری۔ کتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم باب اذاعرض الذمی وغيره بسَبّ النبی ﷺ ولم يصرح نحو قوله السام عليك)۔

بجائے اس کے کہ جھگڑا فساد لڑائیاں پیدا ہوں مختصر جواب دو اور جھگڑوں سے بچو۔

پھر فتح مکّہ کے موقع پر بھی تاریخ میں ابوسفیان کا ایک واقعہ درج ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اسے اپنے انداز میں بیان فرمایا ہے۔ جب ابوسفیان گرفتار ہو کر رسول کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ تو محمد رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا: "مانگو کیا مانگتے ہو" کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپؐ اپنی قوم پر رحم نہیں کریں گے۔ آپؐ تو بڑے رحیم و کریم ہیں اور پھر مَیں آپؐ کا رشتہ دار بھی ہوں، بھائی ہوں اور میرا کوئی اعزاز بھی ہونا چاہیئے کیونکہ اب مَیں مسلمان بھی ہو گیا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا اچھا جاؤ مکّہ میں اعلان کر دو کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں گھسے گا اسے پناہ دی جائے گی۔ کہنے لگا یا رسول اللہؐ میرے گھر میں کتنے لوگ آ جائیں گے۔ اتنا بڑا شہر، میرے گھر میں کتنے لوگ امن پائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اچھا جاؤ۔ جو شخص خانہ کعبہ میں چلا جائے گا اسے امان دی جائے گی۔ ابوسفیان نے کہا یا رسول اللہ ﷺ خانہ کعبہ بھی چھوٹی سی جگہ ہے کتنے لوگ اس میں چلے جائیں گے پھر بھی لوگ رہ جائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا اچھا جو اپنے گھر کے دروازے بند کر لیں گے انہیں بھی پناہ دی جائے گی۔ اس نے کہا یا رسول اللہ گلیوں والے جو ہیں وہ بیچارے کیا کریں گے؟ تو آپؐ نے فرمایا اچھا؟ آپؐ نے ایک جھنڈا بنایا اور فرمایا کہ یہ بلالؓ کا جھنڈا ہے۔ ابی رویحہؓ ایک صحابی تھے۔ آپؐ نے مدینہ میں جب مہاجرین اور انصار کی آپس میں مواخات شروع کی تھی اور ایک دوسرے کو بھائی بھائی بنایا تھا، تو ابی رویحہ کو بلالؓ کا بھائی بنایا تھا۔ مصلح موعودؓ لکھتے ہیں یہ ان کی اپنی رائے ہے کہ شاید اس وقت بلالؓ وہاں نہیں تھے یا کوئی اور مصلحت تھی تو بہر حال آپؐ نے بلالؓ کا جھنڈا بنایا اور ابی رویحہ کے سپرد کر دیا جو انصاری تھے اور فرمایا کہ یہ بلالؓ کا جھنڈا ہے۔ یہ اسے لے کر چوک میں کھڑا ہو جائے اور اعلان کر دے کہ جو اس جھنڈے تلے کھڑا ہو جائے گا، جھنڈے تلے آ جائے گا اس کی بھی جان بخشی کر دی جائے گی۔ ابوسفیان نے کہا ٹھیک ہے۔ اب کافی ہے۔ مجھے اجازت دیں۔ مَیں جا کر اعلان کرتا ہوں۔

تو کیونکہ قریش مکّہ کا جو سردار تھا وہ خود ہی ہتھیار پھینک چکا تھا۔ اس لیے گھبراہٹ کی کوئی ایسی بات تو تھی نہیں۔ وہ مکّہ میں داخل ہوا اور اس نے اعلان کر دیا کہ اپنے اپنے گھروں کے دروازے بند کر لو اور کوئی باہر نہ نکلے۔ خانہ کعبہ

(باقی صفحہ 34 پر ملاحظہ فرمائیں)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک خاوند کی حیثیت میں

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے

سب سے بہتر شخص

مقدس بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور اقوال میں سے ایک قول یہ ہے کہ خَیْرُ کُمْ خَیْرُ کُمْ لِاَھْلِہٖ یعنی تم میں سے سب سے بہتر وہ شخص ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ معاملہ کرنے میں سب سے بہتر ہے۔آپؐ کے ان الفاظ کو اگر اس بارہ میں آپ کی تعلیم اور آپؐ کے تعامل کا خلاصہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔آپ کی خانگی زندگی یقیناً ان الفاظ کی بہترین تفسیر تھی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تعدد ازدواج

قومی اور ملکی اور سیاسی اور دینی ضروریات نے آپؐ کو مجبور کیا کہ آپ ایک وقت میں ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کریں۔اور یہ ایک قربانی تھی جو آپؐ کو ایک غیر نفسی ضرورت کے ماتحت کرنی پڑی۔مگر آپؐ نے اس قربانی کی روح کو اس خوبی اور کمال کے ساتھ نبھایا.................اور باوجود اپنی خانگی ذمہ داری کی پیچیدگیوں کے معاشرت کا ایک ایسا اعلیٰ نمونہ قائم کیا جو دنیا کے لیے ہمیشہ کے واسطے ایک شمع ہدایت کا کام دے گا۔میرے یہ الفاظ میری قلبی خوش عقیدگی کی گونج نہیں ہیں بلکہ ان کی بنیاد ٹھوس تاریخی واقعات پر قائم ہے جنہیں کسی دوست کی خوش عقیدگی یا کسی دشمن کا تعصب اپنی جگہ سے ہلا نہیں سکتے۔

معاشرت کا کامل نمونہ

کثرت ازدواج کی وجہ سے جو اضافہ آپ کی خانگی ذمہ داریوں میں ہوا۔اس کو آپ کی ان گوناگوں اور بھاری ذمہ داریوں نے اور بھی بہت زیادہ کردیا تھا جو ایک مصلح۔ ایک امام۔ جماعت۔ایک انتظامی حاکم۔ایک جوڈیشل قاضی۔ایک سیاسی لیڈر۔ایک فوجی جرنیل اور ایک بین الاقوامی نظام جمہوریت کے صدر کی حیثیت میں آپ پر عائد ہوتی تھیں اور ہر شخص جو آپ کی خانگی زندگی اور گھر کی معاشرت کے متعلق کوئی رائے قائم کرنا چاہتا ہے اس کا یہ پہلا فرض ہے کہ ان حالات کو پورے طور پر مدنظر رکھے جو آپ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں نے آپ کے لیے پیدا کر رکھے تھے۔میں نے یہ الفاظ اس لیے تحریر نہیں کیے کہ میں آپؐ کی زندگی کے حالات کو آپ کی خانگی معاشرت پر رائے لگاتے وقت ایک موجب رعایت کے طور پر پیش کرنا چاہتا ہوں بلکہ میں نے یہ الفاظ اس لیے لکھے ہیں کہ تا یہ ظاہر ہو کہ باوجود ان عظیم الشان ذمہ داریوں کے جو عام اسباب کے ماتحت یقیناً آپؐ کے خانگی فرائض کی ادائیگی کے رستے میں روک ہوسکتی تھیں، آپؐ نے معاشرت کا وہ کامل نمونہ دکھایا جو دنیا کے ہر شخص کو خواہ وہ کیسے ہی حالات زندگی کے ماتحت رہا ہو شرماتا ہے۔

مگر یہ مضمون اس قدر وسیع ہے اور اس پر روشنی ڈالتے ہوئے اس قدر مختلف پہلو انسان کے سامنے آتے ہیں کہ اس مختصر گنجائش کو دیکھتے ہوئے جو ایڈیٹر صاحب الفضل نے (جن کی تحریک پر میں یہ مضمون لکھ رہا ہوں) اس کے لیے مقرر کی ہے اس مضمون پر زیادہ بسط کے ساتھ لکھنا تو درکنار معمولی اور واجبی تفصیل میں جانا بھی ناممکن ہے۔پس میں نہایت اختصار کے ساتھ صرف چند موٹی موٹی باتوں کے تحریر کرنے پر اکتفا کروں گا۔وما توفیقی الا باللہ۔

رسول کریم ﷺ کی پہلی شادی

سب سے پہلی شادی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کی وہ حضرت خدیجہ سے تھی۔اس وقت آپ کی عمر صرف پچیس سال تھی اور حضرت خدیجہ چالیس سال کی عمر کو پہنچ چکی تھیں اور بیوہ تھیں۔گویا آپ نے عین عنفوان شباب میں ایک ادھیڑ عمر کی عورت سے شادی کی۔بظاہر حالات یہ خیال ہوسکتا ہے کہ شاید یہ شادی کسی وقتی مصلحت کے ماتحت ہوگئی ہوگی اور بعد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خانگی زندگی کوئی خوشی کی زندگی نہیں گزری ہوگی کیونکہ جہاں بیوی کی عمر خاوند کی عمر سے اتنی زیادہ ہو کہ ایک کی جوانی کا عالم اور دوسرے کے بڑھاپے کا آغاز ہو تو وہاں عام حالات میں ایسا جوڑا کوئی خوشی کا جوڑا نہیں سمجھا جاتا مگر یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا خوشی کا اتحاد ہوا ہو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجہ کی خانگی زندگی میں نظر آتا ہے۔ ایک دوسرے کے ساتھ کامل محبت ایک دوسرے پر کامل اعتماد۔ایک دوسرے کے لیے کامل قربانی کا نظارہ اگر کسی نے کسی ازدواجی جوڑے میں دیکھنا ہو تو وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجہ میں نظر آئے گا۔کیا ہی بہشتی زندگی تھی جو اس رشتہ کے نتیجے میں دونوں کو نصیب ہوئی۔

پاکیزہ خانگی کا اثر

مجھے اس رشتہ کے کمال اتحاد کا احساس سب سے بڑھ کر اس وقت ہوتا ہے جبکہ میں اس تاریخی واقعہ کا مطالعہ کرتا ہوں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلی وحی نازل ہوئی اور آپ اس غیر مانوس اور غیر متوقع جلال الٰہی سے مرعوب ہو کر سخت گھبرائے ہوئے اپنے گھر میں آئے اور ایک سہمی ہوئی آواز میں اپنی رفیق حیات سے فرمایا کہ مجھ پر آج یہ حالت گزری ہے اور مجھے اپنے نفس کی طرف سے ڈر پیدا ہوگیا ہے۔اس وقت گھر میں بظاہر حالات صرف یہی میاں بیوی تھے۔خاوند ادھیڑ عمر کو پہنچا ہوا اور بیوی بوڑھی۔گھر کی چار دیواری میں دوست و دشمن کی نظروں سے دور تکلف کا طریق بیرون از سوال تھا۔دونوں پندرہ سال کے لمبے عرصہ سے ایک دوسرے کے رفیق زندگی تھے۔ایک دوسرے کی خوبیاں ایک دوسرے کے سامنے تھیں۔اگر کوئی کمزوری تھی تو وہ بھی ایک دوسرے پر مخفی نہ تھی۔ایسی حالت میں جس سادگی کے ساتھ خاوند نے اپنی پریشانی اپنی بیوی سے بیان کی اور جس بے ساختگی کے عالم میں بیوی نے سامنے سے جواب دیا وہ اس مقدس جوڑے کے کمال اتحاد کا ایک بہترین آئینہ ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گھبراہٹ کو دیکھ کر حضرت خدیجہ کی زبان سے جو الفاظ نکلے وہ تاریخ میں اس طرح بیان ہوئے ہیں:

”کَلَّا، وَاللّٰہِ! مَا یُخْزِیْکَ اللّٰہُ اَبَدًا، اِنَّکَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الْکَلَّ، وَتَکْسِبُ الْمَعْدُوْمَ، وَتَقْرِی الضَّیْفَ، وَتُعِیْنُ عَلٰی نَوَائِبِ الْحَقِّ

ہے ہے ایسا نہ کہیں! خدا کی قسم! اللہ آپ کو کبھی رسوا نہیں ہونے دے گا۔آپ رشتوں کی پاسداری کرتے ہیں اور لوگوں کے بوجھ اٹھاتے ہیں اور وہ اخلاق جو دنیا سے معدوم ہوچکے تھے ان کو آپ نے اپنے اندر پیدا کیا ہے اور آپ مہمان نواز ہیں اور حق وانصاف کے رستے میں جو مصائب لوگوں پر آتے ہیں ان میں آپ ان کی اعانت فرماتے ہیں۔“

حضرت خدیجہ کے یہ الفاظ اپنے اندر ایک نہایت وسیع مضمون رکھتے ہیں جس کی پوری گہرائی تک وہی شخص پہنچ سکتا ہے جو دل و دماغ کے نازک احساسات سے اچھی طرح آشنا ہو۔ان الفاظ میں اس مجموعی اثر کا نچوڑ مخفی ہے جو پندرہ سالہ خانگی زندگی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ کے قلب پر پیدا کیا۔جو خاوند اپنی روزمرہ زندگی کے واقعات سے اپنی بیوی کے دل و دماغ میں وہ اثرات پیدا کرسکتا ہے جن کا ایک چھوٹے پیمانہ کا فوٹو ان الفاظ میں نظر آتا ہے۔اس کی پاکیزہ خانگی زندگی اور حسن معاشرت کا اندازہ کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔

حضرت خدیجہؓ کے انتقال کا صدمہ

حضرت خدیجہؓ ہجرت سے کچھ عرصہ قبل انتقال فرما گئیں اور ان کی وفات پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت صدمہ ہوا اور لکھا ہے کہ ایک عرصہ تک آپ کے چہرہ پر غم کے آثار نظر آتے رہے اور آپ نے اس سال کا نام عام الحزن رکھا۔ان کی وفات کے بعد جب کبھی ان کا ذکر آتا تھا آپؐ کی آنکھیں پُرنم ہوجاتی تھیں۔ایک دفعہ حضرت خدیجہ کی بہن آپ سے ملنے کے لئے آئی اور دروازہ

پر آکر اندر آنے کی اجازت چاہی ان کی آواز مرحومہ خدیجہ سے بہت ملتی تھی۔ یہ آواز سن کر آپ بے چین ہوکر اپنی جگہ سے اٹھے اور جلدی سے دروازہ کھول دیا۔ اور بڑی محبت سے ان کا استقبال کیا جب کبھی باہر سے کوئی چیز تحفۃً آتی تھی۔ آپ لازماً حضرت خدیجہ کی سہیلیوں کو اس میں سے حصہ بھیجتے تھے اور اپنی وفات تک آپ نے کبھی اس طریق کو نہیں چھوڑا۔

بدر میں جب ستر کے قریب کفار مسلمانوں کے ہاتھ قید ہوئے تو ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد یعنی زینب بنت خدیجہ کے خاوند ابوالعاص بھی تھے۔ جو ابھی تک مشرک تھے۔ زینب نے ان کے فدیہ کے طور پر مکہ سے ایک ہار بھیجا۔ یہ وہ ہار تھا جو مرحومہ خدیجہ نے اپنی لڑکی کو جہیز میں دیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہار کو دیکھا تو فوراً پہچان لیا اور حضرت خدیجہ کی یاد میں آپ کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔ آپ نے رقّت بھری آواز میں صحابہ سے فرمایا یہ ہار خدیجہ نے زینب کو جہیز میں دیا تھا۔ تم اگر پسند کرو تو خدیجہ کی یہ یادگار اس کی بیٹی کو واپس کردو صحابہ کو اشارہ کی دیر تھی۔ انھوں نے فوراً واپس کردیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہار کی جگہ ابوالعاص کا یہ فدیہ مقرر فرمایا کہ وہ مکہ جا کر زینب کو فوراً مدینہ بھجوا دیں۔ اور اس طرح ایک مسلمان خاتون (اور خاتون بھی وہ جو سرور کائنات کی لختِ جگر تھی) دارِ کفر سے نجات پاگئی۔ حضرت عائشہ روایت کرتی ہیں کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی زندہ بیوی کے متعلق کبھی جذبات رقابت نہیں پیدا ہوئے لیکن مرحومہ خدیجہ کے متعلق میرے دل میں بعض اوقات رقابت کا احساس پیدا ہونے لگتا تھا کیونکہ میں دیکھتی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے بڑی محبت تھی اور ان کی یاد آپ کی دل کی گہرائیوں میں جگہ لیے ہوئے تھی۔

دوسری شادیاں

حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد آپ ﷺ نے حضرت عائشہ اور حضرت سودہ کے ساتھ شادی کی اور ہجرت کے بعد تو حالات کی مجبوری کے ماتحت آپؐ کو بہت سی شادیاں کرنا پڑیں اور آپؐ کی خانگی ذمہ داریاں بہت نازک اور پیچیدہ ہوگئیں مگر بایں ہمہ آپؐ نے عدل وانصاف کا ایک نہایت کامل نمونہ دکھایا اور کسی ذرا سی بات میں بھی انصاف کے میزان کو اِدھر اُدھر جھکنے نہیں دیا۔ آپؐ کا وقت آپ کی توجہ آپ کا مال آپ کا گھر اس طرح آپؐ کی مختلف بیویوں میں تقسیم شدہ تھے کہ جیسے کسی مجسم چیز کو ترازو میں تول کر تقسیم کیا گیا ہو۔ اور اس خانگی بانٹ کے نتیجہ میں آپؐ کی زندگی حقیقۃً ایک مسافرانہ زندگی تھی۔ اور آپؐ کا پروگرام حیات آپؐ کے اس قول کی ایک زندہ تفسیر تھا جو آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "کن فی الدنیا کعابری سبیلٍ یعنی انسان کو دنیا میں ایک مسافر کی طرح زندگی گزارنی چاہیئے۔"

بیویوں میں کامل عدل

مگر باوجود اس کامل عدل وانصاف کے آپ ﷺ فرماتے تھے کہ اے میرے خدا میں اپنی طاقت کے مطابق اپنی بیویوں میں برابری اور مساوات کا سلوک کرتا ہوں لیکن اگر تیری نظر میں کوئی ایسا حق وانصاف ہے جس سے میں کوتاہ رہا ہوں اور جو میری طاقت سے باہر ہے تو تو مجھے معاف فرما۔ آپ کا یہ عدیم المثال انصاف اس وجہ سے نہیں تھا کہ آپؐ کے دل میں اپنی ساری بیویوں کی ایک سی ہی قدر اور ایک سی ہی محبت تھی کیونکہ تاریخ سے ثابت ہے اور خود آپؐ کے اپنے اقوال سے بھی پتہ لگتا ہے کہ آپ کو اپنی بعض بیویوں سے ان کی ممتاز خوبیوں اور محاسن کی وجہ سے دوسری بیویوں کی نسبت زیادہ محبت تھی۔ پس آپ کا یہ انصاف محض انصاف کی خاطر تھا۔ جسے آپ کی قلبی محبت کا فرق اپنی جگہ سے ہلا نہیں سکا۔ مرض الموت میں جب کہ آپ کو سخت تکلیف تھی اور غشیوں تک نوبت پہنچ جاتی تھی آپ دوسروں کے کندھوں پر سہارا لے کر اور اپنے قدم مبارک کو ضعف ونقاہت کی وجہ سے زمین پر گھسیٹتے ہوئے اپنی باری پوری کرنے کے خیال سے اپنی بیویوں کے گھروں میں دورہ فرماتے تھے حتّٰی کہ بالآخر خود آپ کی ازواج نے آپ کی تکلیف کو دیکھ کر اصرار کے ساتھ عرض کیا کہ آپؐ عائشہ کے گھر میں آرام فرمائیں ہم اپنی باری خود اپنی خوشی سے چھوڑتی ہیں۔ اس عدل وانصاف کے توازن کو قائم رکھنے کا آپ کو اس قدر خیال تھا کہ ایک دفعہ آپؐ کی موجودگی میں آپ کی بعض بیویوں کا کسی بات پر آپس میں کچھ اختلاف ہوگیا۔ حضرت عائشہ ایک طرف تھیں اور بعض دوسری بیویاں دوسری طرف۔ دوسری بیویوں نے غصہ میں آکر حضرت عائشہ کے ساتھ کسی قدر سخت باتیں کیں۔ مگر حضرت عائشہ نے صبر سے کام لیا اور خاموش رہیں۔ ان کی خاموشی سے دلیر ہوکر ان بیگمات نے ذرا زیادہ سختی سے کام لینا شروع کیا جس پر حضرت عائشہ کو بھی غصہ آگیا اور انھوں نے سامنے سے جواب دیئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت موجود تھے اور آپ خوب جانتے تھے کہ اس معاملہ میں حضرت عائشہ حق پر ہیں اور حضرت عائشہ سے آپ کو دوسری بیویوں کی نسبت محبت بھی زیادہ تھی مگر چونکہ اس اختلاف کا کوئی عملی اثر نہیں تھا آپ بالکل خاموش رہے تا کہ دوسری بیویوں کے دل میں یہ احساس نہ پیدا ہو کہ آپؐ عائشہ کی پاسداری فرماتے ہیں۔ البتہ جب یہ نظارہ بدل گیا تو آپؐ نے حضرت عائشہ سے ازراہ نصیحت فرمایا چونکہ تم حق بجانب تھیں جب تک تم خاموش رہیں تمہاری طرف سے خدا کے فرشتے جواب دیتے رہے لیکن جب تم نے خود جواب دینے شروع کئے تو فرشتے چھوڑ کر علیحدہ ہوگئے۔

تعلیم وتادیب کا خیال

تعلیم وتادیب کا یہ عالم تھا کہ آپؐ اپنے گھر میں ایک بہترین مصلح اور معلم کی حیثیت رکھتے تھے۔ اور کوئی موقع اصلاح اور تعلیم کا ضائع نہیں جانے دیتے تھے۔ قرآن شریف کی ایک مشہور آیت ہے: "قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا یعنی اے مسلمانو اپنے ساتھ اپنے اہل وعیال کو بھی ہر قسم کی معصیت اور گناہ سے اور دوسرے ضرر رساں رستوں سے بچاؤ۔"

آپؐ اس آیت پر نہایت پابندی کے ساتھ مگر نہایت خوبی سے عمل پیرا تھے اور یہ آپؐ کی تعلیم وتربیت کا ہی نتیجہ تھا کہ آپؐ کی ازواج مطہرات اسلامی اخلاق وعادت اور اسلامی شعار کا بہت اعلیٰ نمونہ تھیں۔ بشریت کے ماتحت ان سے بعض اوقات غلطی بھی ہوجاتی تھی لیکن ان کی غلطیوں میں بھی اسلام کی بو آتی تھی۔

حضرت عائشہؓ پر بہتان کا واقعہ

جب بعض شریر فتنہ پرداز منافقوں نے حضرت عائشہؓ پر بہتان باندھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا سخت صدمہ ہوا اور آپؐ کی زندگی بے چین ہوگئی۔ اس بے چینی کے عالم میں آپؐ نے ایک دن حضرت عائشہ سے فرمایا:

"عائشہ اگر تمہارا دامن پاک ہے تو خدا عنقریب تمہاری بریت ظاہر فرمادے گا مگر دیکھو انسان بعض اوقات ٹھوکر بھی کھاتا ہے لیکن اگر اس ٹھوکر کے بعد وہ سنبھل جائے اور خدا کی طرف جھکے تو خدا ارحم الراحمین ہے۔ وہ اپنے بندے کو ضائع نہیں کرتا تم سے اگر کوئی لغزش ہوگئی ہے تو تمہیں چاہیئے کہ خدا کی طرف جھکو اور اس کے رحم کی طالب بنو۔"

حضرت عائشہ کا دل پہلے سے بھرا ہوا تھا۔ اس خیال نے ان کے جذبات کو مزید ٹھیس لگائی کہ میرا رفیق زندگی اور میرا سرتاج بھی میرے متعلق اس قسم کی لغزش کا امکان تسلیم کرتا ہے۔ چنانچہ وہ تھوڑی دیر تو بالکل خاموش رہیں اور پھر یہ الفاظ کہتے ہوئے وہاں سے اٹھ گئیں کہ:

"فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ۔ اِنَّمَآ اَشْکُوْ بَثِّیْ وَحُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰہِ

یعنی میرے لئے صبر ہی بہتر ہے۔ اور میں اس بات کے متعلق جو کہی جارہی ہے خدا کے سوا کسی سے مدد نہیں مانگتی اور نہ میں اپنے دکھ کی کہانی خدا کے سوا کسی سے کہتی ہوں۔"

یہ حضرت عائشہ کی غلطی تھی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نعوذ باللہ ان پر کوئی بدظنی نہیں کی تھی بلکہ محض ایک اصولی نصیحت فرمائی تھی مگر آپؐ کے الفاظ نے حضرت عائشہ کے حساس دل کو چوٹ لگائی اور وہ اس غم میں اندر ہی اندر گھلنے لگ گئیں۔ لیکن اس پر کوئی زیادہ وقت نہ گزرا کہ حضرت عائشہ کی بریت میں وحی الٰہی نازل ہوئی جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش خوش ان کے قریب گئے اور انہیں مبارک باد دی حضرت عائشہ نے رقّت بھری آواز میں جس میں کسی قدر رنج کی آمیزش بھی تھی جواب دیا کہ میں اس معاملہ میں کسی کی شکر گزار نہیں ہوں بلکہ صرف اپنے خدا کی شکر گزار ہوں جس نے خود میری بریت فرمائی۔ سرور کائنات کے سامنے اس رنگ میں یہ الفاظ کہنا بھی ایک غلطی تھی مگر دیکھو تو غلطیاں کیسی پیاری غلطیاں ہیں جیسے ایمان واخلاص کی لپٹیں اُٹھ اُٹھ کر دماغ کو معطر کررہی ہیں اور یہ سب باغ وبہار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کا نتیجہ تھا۔

امہات المومنینؓ کو نصیحت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں عموماً یہ نصیحت فرماتے تھے کہ تمہاری حیثیت عام مومنات کی سی نہیں ہے بلکہ میرے تعلق کی وجہ سے تمہیں ایک بہت بڑی خصوصیت حاصل ہوگئی ہے اور تمہیں اس کے مطابق اپنے آپ کو بنانا چاہیئے بلکہ آپؐ نے فرمایا کہ تم مومنوں کی روحانی مائیں ہو۔ جیسا کہ میں روحانی باپ ہوں۔ پس تمہیں ہر رنگ میں دوسروں کے واسطے ایک نمونہ بننا چاہیئے۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر تم کوئی غلط طریق اختیار کروگی تو خدا کی طرف سے تمہیں دوہری سزا ہوگی کیونکہ تمہارے خراب نمونہ سے دوسروں پر بھی برا اثر پڑے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے قریب جب کثرت کے ساتھ اموال آئے تو دوسرے صحابیوں کی طرح آپؐ کی ازدواج نے بھی اس میں سے اپنی ضرورت کے مطابق حصہ مانگا۔ آپؐ نے فرمایا۔ اگر تمہیں دنیا کے اموال کی تمنا ہے تو میں تمہیں مال دئے دیتا ہوں لیکن اس صورت میں تم میری بیویاں نہیں رہ سکتیں (کیونکہ میں اپنی زندگی کو دنیا کے مال ومتاع کی آلائش سے ملوث نہیں کرنا چاہتا) اور اگر تم میری بیویاں رہنا چاہتی ہو تو دنیا کے اموال کا خیال دل سے نکال دو سب نے یک زبان ہوکر عرض کیا کہ ہمیں خدا کے رسول کا تعلق بس ہے مال نہیں چاہیئے اور جب انہوں نے خدا کی خاطر دنیا کے اموال کو ٹھکرادیا تو خدا نے اپنے وقت پر ان کو دنیا کے اموال بھی دے دیئے۔

محبت و دلداری

مگر اس تعلیم و تادیب کے ساتھ ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت و دلداری کے طریق کو بھی کبھی نہیں چھوڑا حتیٰ الوسع آپ ہر بات میں اپنی بیویوں کے احساسات اور ان کی خوشی کا خیال رکھتے تھے۔ ہمیشہ ان کے ساتھ نہایت بے تکلفی اور تلطّف سے بات کرتے۔ اور باوجود اپنی بہت سی مصروفیتوں کے اپنے وقت کا کچھ حصہ لازماً ان کے پاس گزارتے حتی کہ سفروں میں بھی باری باری اپنی بیویوں کو اپنے ساتھ رکھتے اور آپ کی عادت تھی کہ اپنی بیویوں کی عمر اور حالات کے مناسب ان سے سلوک فرماتے تھے۔ حضرت عائشہ جب بیاہی ہوئی آئیں تو ان کی عمر بہت چھوٹی تھی انہیں دنوں میں چند حبشی لوگ تلوار کا کرتب دکھانے کے لیے مدینہ میں آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی مسجد میں کرتب دکھانے کی اجازت دی۔ اور آپ نے خود حضرت عائشہ کو اپنی اوٹ میں لے کر اپنے حجرہ کی دیوار کے پاس کھڑے ہوگئے اور جب تک حضرت عائشہ اس تماشے سے (جو درحقیقت ایک فوجی تربیت کے خیال سے کرایا گیا تھا) سیر نہیں ہوگئیں۔ آپ اسی طرح کھڑے رہے۔

ایک اور موقع پر جبکہ حضرت عائشہ ایک سفر میں آپ کے ساتھ تھیں آپ نے ان کے ساتھ دوڑنے کا مقابلہ کیا جس میں حضرت عائشہ آگے نکل گئیں۔ پھر ایک دوسرے موقع پر جبکہ عائشہ کا جسم کسی قدر بھاری ہوگیا تھا آپ دوڑے تو حضرت عائشہ پیچھے رہ گئیں جس پر آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا:۔

"هٰذِهٖ بِتِلْكَ یعنی لو عائشہ اب اس دن کا بدلا اتر گیا ہے۔"

ایک دن حضرت عائشہ اور حفصہؓ بنت عمر نے صفیہؓ کے متعلق مذاق مذاق میں کچھ طعن کیا کہ وہ ہمارا مقابلہ کس طرح کرسکتی ہے ہم رسول اللہ کی صرف بیویاں ہی نہیں بلکہ آپؐ کی برادری میں آپ کی ہم پلہ ہیں اور وہ ایک غیر قوم ایک یہودی رئیس کی لڑکی ہے۔ صفیہؓ کے دل کو چوٹ لگی اور وہ رونے لگ گئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے تو صفیہ کو روتے دیکھ کر وجہ دریافت کی۔ انہوں نے کہا عائشہ نے آج مجھ پر یہ چوٹ کی ہے۔ آپؐ نے فرمایا واہ یہ رونے کی کیا بات تھی تم نے یہ کیوں نہ جواب دیا کہ میرا باپ خدا کا ایک نبی ہارون اور میرا چچا خدا کا ایک بزرگ نبی موسیٰ۔ اور میرا خاوند محمد (صلعم) خاتم النبین۔ پھر مجھ سے بڑھ کر کون ہوسکتا ہے۔ بس اتنی سی بات سے صفیہ کا دل خوش ہوگیا۔

نوجوانی کی حالت میں طبعاً محبت کے جذبات زیادہ تیز ہوتے ہیں اور ایسا شخص دوسرے کی طرف سے بھی محبت کا زیادہ مظاہرہ چاہتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو علم النفس کے کامل ترین ماہر تھے اس جہت سے بھی اپنی بیویوں کے مزاج کا خیال رکھتے تھے۔ چنانچہ روایت آتی ہے کہ ایک دفعہ حضرت عائشہ نے (جو آپ کی ساری بیویوں میں سے خوردسالہ تھیں) کسی برتن سے منہ لگا کر پانی پیا جب وہ پانی پی چکیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس برتن کو اٹھایا اور اسی جگہ منہ لگا کر پانی پیا جہاں سے حضرت عائشہ نے پیا تھا۔ اس قسم کی باتیں خواہ اپنے اندر کوئی زیادہ وزن نہ رکھتی ہوں مگر ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن معاشرت پر ایک ایسی روشنی پڑتی ہے جسے کوئی وقائع نگار نظرانداز نہیں کرسکتا۔ الغرض محبت میں تلطف میں دلداری میں وفاداری میں تعلیم وتربیت میں تادیب واصلاح میں اور پھر مختلف بیویوں میں عدل وانصاف میں آپ ایک ایسا کامل نمونہ تھے کہ جب تک نسل انسانی کا وجود قائم ہے دنیا کے لیے ایک شمع ہدایت کا کام دے گا۔

اللھم صل علی محمد وعلیٰ ال محمد وبارك وسلم۔ (الفضل 31 مئی 1929ء)

رسول اللہ ﷺ کی قوت متحرکہ

مسٹر مائیکل ایچ ہارٹ اپنی کتاب "دی ہنڈرڈ" (The Hundred) میں لکھتا ہے:

محمد (ﷺ) دینی ودنیاوی دونوں قسم کے رہنما تھے۔ دراصل عرب فتوحات کے پیچھے آپؐ کی قوت متحرکہ ہی تھی جس کی بنا پر آپ دنیا کے عظیم ترین اور مؤثر ترین سیاسی رہنما کی مسلمہ حیثیت کے حامل بن گئے...... دنیا کے اہم واقعات کے بارہ میں کہا جاسکتا ہے کہ وہ کسی خاص سیاسی رہنما کے بغیر بھی ہوکر رہنے ہی تھے......لیکن عرب کی فتوحات کے بارہ میں یہ نہیں کہا جاسکتا کیونکہ محمدؐ نے جو کچھ کر دکھایا اس سے پہلے اس کی کوئی مثال نہیں ملتی اور کوئی وجہ نہیں کہ یقین کیا جائے کہ یہ فتوحات آپ کے بغیر حاصل ہوسکتی تھیں۔

(A Ranking of the most influential persons of History, 1987 NY)

مسجد نبوی کی مبارک دیوار پر منقوش شہنشاہ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسماء کا شاہکار مرقّع

دوست محمد شاہد۔(مرحوم) مؤرخ احمدیت

مسجد نبویؐ کے محراب والی دیوار ایک کونے سے دوسرے کونے تک رسول کریم ﷺ کے اسمائے مبارک کیسے مزین ہے۔ایسے ایسے اسماء مبارک وہاں لکھے گئے ہیں جن کو پہلے کہیں نہیں پڑھا گیا۔یہ ترکوں نے کمال عقیدت اور محبت کا شاہکار پیش کیا ہے۔

سعودی عرب کی سی آئی ڈی کسی اجنبی کو یہ نام لکھنے نہیں دیتی۔اللہ تعالیٰ جزائے عظیم سے نوازے گورنمنٹ کالج میرپور کشمیر کے پروفیسر جناب رحمت علی صاحب کو جنہوں نے قیام مدینۃ الرسول کے دوران یہ خدمت انجام دی کہ آپ ہر نماز میں دو چار نام یاد کر لیتے اور اپنے خیمہ میں آ کر نہایت خلوص ومحبت سے تحریر فرمالیتے۔ہم ذیل میں ماہنامہ ''سیدھا راستہ'' (دسمبر 1998ء) کے شکریہ کے ساتھ یہ مقدس اسماء ہدیۂ قارئین کرتے ہوئے نہایت درجہ روحانی مسرت محسوس کر رہے ہیں۔فجزاھم اللہ تعالیٰ۔

(1)محمد، احمد (ﷺ)
(جناب الٰہی کی طرف سے سب سے زیادہ تعریف کے مستحق اور اپنے مولا کی سب سے بڑھ کر حمد وثنا کرنے والے)

(2)حامد، محمود (ﷺ)
(حمد الٰہی میں سب سے عالی۔خدا کی تعریف کی عدیم المثال تخت گاہ)

(3)وحید، احید (ﷺ)
(یکتا، بے مثل۔)

(4)ماح، حاشر، عاقب (ﷺ)
(کفر کو مٹانے والے، اپنے قدموں میں جمع کرنے والے، نبیوں اور بندوں کا آخری نقطۂ معراج)

(5)یٰسین، طٰہٰ، سیّد (ﷺ)
(اے سیّد کائنات، ہادی کامل، مقدس)

(6)مطہر، طیب، طاہر (ﷺ)
(خدا کے ہاتھوں پاک ہونے والے برگزیدہ۔شہنشاہ نبوت)

(7)نبی، رسول، رسول الرحمۃ (ﷺ)
(نبی (غیب کی خبریں دینے والے) ۔رسول اللہ (اللہ تبارک وتعالیٰ کا پیغام لانے والے) رحمت والے رسول (ﷺ))۔

(8)مقتف، قیم، جامع (ﷺ)
بعد میں آنے والے (نبی) امور امت کو قائم فرمانے والے۔جامع (کمالات کے) (ﷺ)

(9)مقفی (مقفی) (ﷺ)
خلقت میں سب سے پہلے، سب رسولوں کے بعد آنے والے (ﷺ)

(10)رسول الملاحم ﷺ
(معرکوں والے رسول۔ﷺ)

(11)رسول الراحۃ (ﷺ)
(راحت وآرام (پہنچانے) والے رسول۔ﷺ)

(12)کامل، اکلیل (ﷺ)
(کامل (انبیاء کے) سرتاج۔ﷺ)

(13)مدثر، مزمل (ﷺ)
خلعت آسمانی میں ملبوس۔چادر نبوت اوڑھنے والے۔

(14)عبداللہ، حبیب اللہ (ﷺ)
اللہ (تبارک وتعالیٰ) کے محبوب بندے، اللہ (تبارک وتعالیٰ) کے محبوب۔ﷺ

(15)نجی اللہ، صفی اللہ (ﷺ)
(اللہ (تبارک وتعالیٰ) کے ہمراز، اللہ (تبارک وتعالیٰ) کے منتخب (بندے) (ﷺ))

(16)کلیم اللہ (ﷺ)
(اللہ (تبارک وتعالیٰ) سے شرف ہمکلامی حاصل کرنے والے۔ﷺ)

(17)خاتم الانبیاء (ﷺ)
(نبیوں کی مہر۔)

(18)خاتم الرسل (ﷺ)
(رسولوں کی مہر۔)

(19)رسول الثقلین (ﷺ)
(دونوں جہانوں کے رسول۔ﷺ)

(20)مذکر، ناصر (ﷺ)
(یاددلانے والے، مددگار (ﷺ))

(21)منصور۔نبی الرحمۃ (ﷺ)
(مدد کیے ہوئے، رحمت والے نبی (ﷺ))

(22)نبی التوبہ (ﷺ)
(توبہ (کی قبولیت) والے نبی۔ﷺ)

(23)حریص علیکم (ﷺ)
(تمہارے (ایمان کے) لئے حرص کرنے والے ﷺ)

(24)معلوم، شہیر (ﷺ)
(معلوم ومشہور (نبی)۔ﷺ)

(25)شاھد، شھید (ﷺ)
(خدا کا زندہ گواہ۔روز محشر کا گواہ۔)

(26)بشیر، مبشر، نذیر (ﷺ)
(خوشخبری دینے والے، خوشخبری دئے ہوئے۔ہوشیار کرنے والے۔)

(27)نور، منذر، سراج (ﷺ)
(نور، خطرات سے آگاہ کرنے والے، چراغ ﷺ)

(28)مصباح، ھدیٰ (ﷺ)
(روشن چراغ، مجسم ہدایت۔ﷺ)

(29)مھدی، داع، منیر (ﷺ)
(خدا سے ہدایت یافتہ، (اسلام کی) دعوت دینے والے۔روشن سورج۔ﷺ)

(30)ابن عبدالمطلب (ﷺ)
(خانوادۂ حضرت عبدالمطلب۔ﷺ)

(31)عفو، حق، حفی، ولی (ﷺ)
(معاف کرنے والے، سچے، پورا پورا علم رکھنے والے، مددگار (دوست)۔ﷺ)

(32)متین، قوی، مامون (ﷺ)
(مضبوط، استوار، قوت والے، محفوظ۔ﷺ)

(33)برمکرم، یمر ملین (ﷺ)
(نیکوکار، عزت والے۔ﷺ)

(34)مبین، متین، مومل (ﷺ)
(واضح وظاہر، مضبوط، امیدوار۔ﷺ)

(35)وصول، ذوقوت (ﷺ)
(ملنے والے، قوت والے۔ﷺ)

(36)ذوحرمۃ، ذومکانۃ (ﷺ)
(عزت والے، مقام ومرتبہ والے۔ﷺ)

(37)ذوفضل، ذوعز (ﷺ)
(صاحب فضیلت، معزز۔ﷺ)

(38)مطاع (ﷺ)
(اطاعت لیے گئے۔ﷺ)

(39)مطیع، قدم صدق (ﷺ)
(اپنے ربّ کی) فرمانبرداری کرنے والے، سچے پیشرو۔ﷺ)

(40)بشریٰ، رحمۃ للمومنین (ﷺ)
(سرتاپا خوشخبری، مومنوں کے لئے رحمت۔ﷺ)

(41)منۃ اللہ، نعمۃ اللہ (ﷺ)
(اللہ تعالیٰ کا احسان، نعمت خداوندی۔ﷺ)

(42)آیۃ اللہ، عروۃ الوثقیٰ (ﷺ)
(اللہ تعالیٰ کی نشانی، مضبوط سہارا (وسیلہ) (ﷺ)

(43)صراط اللہ، الصراط المستقیم (ﷺ)
(اللہ (تبارک وتعالیٰ) کا راستہ، سیدھا راستہ (ﷺ)

(44)ذکر اللہ، سیف اللہ (ﷺ)
(اللہ تعالیٰ کی یاد (کا ذریعہ) اللہ تعالیٰ کی تلوار (ﷺ)

(45)حزب اللہ، النجم الثاقب (ﷺ)
(اللہ تعالیٰ کی جماعت (لشکر)، چمکتا ہوا ستارہ۔ﷺ)

(46) مجتبیٰ، منتقی، مصطفی، امی (ﷺ)
(چنے ہوئے، پاکیزہ برگزیدہ منتخب، کسی سے نہ پڑھے ہوئے۔ﷺ)

(47)اجیر، مختار (ﷺ)
(اجر پانے والے، مختار (صاحب اختیار، باذن اللہ۔ﷺ)

(48)ابوالقاسم، ابوالطاہر (ﷺ)
(دنیاوعقبیٰ کی نعمتیں تقسیم کرنے والے (حضرت قاسم کے باپ) حضرت طاہر کے والد ماجد۔پاکوں کا سردار۔)

(49)ابو ابراھیم، ابوطیب (ﷺ)
(اپنے لخت جگر حضرت ابراہیم اور حضرت طیب کے مقدس باپ۔ﷺ)

(50)مشفع، شفیع، صالح (ﷺ)
(شفاعت قبول کیے ہوئے، شفاعت کرنے والے، مقرب۔ﷺ)

(51)مھین، مصلح (ﷺ)
(نگہبان، مصلح (ﷺ))

(52)صادق، صدق، مصدق (ﷺ)
(سچے، سراپا سچ، تصدیق کرنے والے (ﷺ))

(53)سیدالمرسلین (ﷺ)
(اولین وآخرین کے تمام رسولوں کے سردار (ﷺ))

(54)امام الثقلین (ﷺ)

(دونوں جہانوں کے سردار۔ﷺ)
(55)قائد الغر المحجلین (ﷺ)
(چمکتے چہروں اور روشن ہاتھوں اور پاؤں والوں کے قافلہ سالار۔ﷺ)
(56)خلیل الرحمن، وجیہ، بر، مبر (ﷺ)
(رحمن کے گہرے دوست، باوقار، نیکوکار، نیکی کرنے والے (جس کی بات مانی جائے۔ﷺ)
(57)نصیح، ناصح (ﷺ)
(سراپا خیر خواہی، خیر خواہ۔ﷺ)
(58)شفیق، مقدس، مقیم السنة (ﷺ)
(شفیق، مقدس، سنت کے بانی۔ﷺ)
(59)روح القدس (ﷺ)
(روح القدس۔ﷺ)
(60)روح القسط (ﷺ)
(روح، عدل۔ﷺ)
(61)مکتف، بالغ مبلغ (ﷺ)
(دنیا کا واحد رہنما۔خدا کا سفیر۔ﷺ)
(62)وکیل، کفیل (ﷺ)
(بنی نوع انسان کا کفیل۔ﷺ)
(63واصل، موصول (ﷺ)
(اپنے ربّ کا مقرب، مقصود کائنات۔ﷺ)
(64)سائق، سابق، ھاد (ﷺ)
(سبقت کرنے والے، راہنما۔ﷺ)
(65)مفتاح، مفتاح الرحمة (ﷺ)
(ربّ کے خزانوں کی چابی، رحمت کی چابی۔ﷺ)
(66)مفتاح الجنة (ﷺ)
(جنت کی کنجی۔ﷺ)
(67)علم الایمان (ﷺ)
(ایمان کی علامت۔ﷺ)
(68)علم الدلیل، علم الخیرات (ﷺ)
(علامت دلیل، نیکیوں کی علامت۔ﷺ)
(69)صاحب الکوثر (ﷺ)
(صاحب کوثر۔ﷺ)
(70)صاحب المعجزات (ﷺ)
(بے شمار معجزات والے۔ﷺ)
(71) صفوح عن الزلات (ﷺ)
(لغزشوں سے درگزر کرنے والے۔ﷺ)
(72)صاحب الشفاعة (ﷺ)
(شفیع کائنات۔ﷺ)
(73)صاحب العلامة، صاحب القدم (ﷺ)
(علامت و نشانی والے، پیشوائی کرنے والے ﷺ)
(74)صاحب الامر، صاحب المقام (ﷺ)
(حکم دینے والے، صاحب مقام۔ﷺ)
(75)مخصوص بالعز (ﷺ)
(ابدی عزت سے مخصوص۔ﷺ)
(76)مخصوص بالمجد (ﷺ)
(ابدی بزرگی سے مخصوص۔ﷺ)
(77)مخصوص بالشرف (ﷺ)
(ابدی شرف سے مخصوص۔ﷺ)
(78)صاحب الوسیلة (ﷺ)
(وسیلہ۔ﷺ)
(79)صاحب السیف (ﷺ)
(80)صاحب الفضیلہ، صاحب الازار (ﷺ)
(صاحب فضیلت......ﷺ)
(81)صاحب الحجہ (ﷺ)
(عمدہ دلیل والے۔ﷺ)
(82)صاحب السلطان (ﷺ)
(غلبہ والے۔ﷺ)
(83)صاحب الردا (ﷺ)
(شاہی چادر والے۔ﷺ)
(84)صاحب الدرجة (ﷺ)
(بلند مرتبے والے۔ﷺ)
(85)صاحب التاج الرفیعة (ﷺ)
(بلند تاج والے۔ﷺ)
(86)صاحب المغفر (ﷺ)
(87)صاحب اللواء (ﷺ)
(88)صاحب المعراج (ﷺ)
(89)صاحب القضیب (ﷺ)
عصا والے۔ﷺ
(90) صاحب الخاتم، صاحب البراق (ﷺ)
(انگوٹھی والے، براق والے۔ﷺ)
(91)صاحب العلامه، صاحب البرهان (ﷺ)
(علامت نبوت والے، دلیل والے۔ﷺ)
(92)صاحب البیان (ﷺ)
(سلطان البیان۔ﷺ)
(93)فصیح اللسان (ﷺ)
(مجسم فصاحت والے۔ﷺ)
(94)مطهر الحنان (ﷺ)
(دلوں کو پاک کرنے والے۔ﷺ)
(95)رؤف الرحیم (ﷺ)
(مہربان، رحم فرمانے والے۔ﷺ)
(96)صحیح السلام (ﷺ)
(حقیقی اسلام کے علمبردار۔ﷺ)
(97)سید الکونین (ﷺ)
(دونوں جہانوں کے سردار۔ﷺ)
(98)عین الغر، عین النعیم (ﷺ)
(شریف قوم کے رئیس، سرچشمہ نعمت۔ﷺ)
(99)سعد الله، سعد الخلق (ﷺ)
(اللہ کی مجسم سعادت مخلوق کے لئے سرتا پا برکت۔ﷺ)
(100)علم الهدیٰ، خطیب الامم (ﷺ)
(ہدایت کا نشان، خطیب امم۔ﷺ)
(101)صاحب الخصائص (ﷺ)
(بے شمار خصلتوں والے۔ﷺ)
(102)رافع الرتب عز العرب (ﷺ)
(بلند شانوں والے، اہل عرب کی آبرو۔ﷺ)
(103)سید ولد آدم (ﷺ)
(نوع انسانی کا دائمی پیشوا ﷺ)

محمدؐ عربی بادشاہ ہر دوسرا
کرے ہے روح قدس جس کے در کی دربانی
اسے خدا تو نہیں کہہ سکوں پہ کہتا ہوں
کہ اس کی مرتبہ دانی میں ہے خدا دانی
(الفضل انٹرنیشنل ۱۸ جنوری ۲۰۰۸ صفحہ ۱۶)

❀❀❀

آنحضرت ﷺ کے حکیمانہ ارشاد

پھر دوزخ کہاں ہے؟

حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ فرمودہ ۹ جنوری ۲۰۰۸ میں فرمایا:

"ایک دفعہ ایک صحابی نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ جنت اگر زمین و آسمان تک پھیلی ہوئی ہے۔ پوری کائنات کو ہی اس نے گھیرا ہوا ہے تو پھر دوزخ کہاں ہے؟ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب دن ہوتا ہے تو رات کہاں ہوتی ہے۔
(مسند احمد بن حنبل باب حدیث رسول قیصر الی رسول اللہ ﷺ۔ جزو34 صفحہ 31)
یعنی جنت اور دوزخ کوئی دو جگہیں نہیں ہیں بلکہ دو حالتیں ہیں۔ خدا کو بھولنے والوں کو جہاں دوزخ نظر آئے گی وہیں نیک اعمال والے جنت کے نظارے کر رہے ہوں گے۔ رخ اور زاویہ بدل جانے سے اس کی حالت مختلف ہوجائے گی۔ جس طرح آج کل بعض تصویریں ہوتی ہیں ذرا سا اینگل بدلتے ہیں تو ڈائمینشن چینج ہو جاتی ہے۔"

کلام الامام

سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

رسم اور بدعات سے پرہیز بہتر ہے، اس سے رفتہ رفتہ شریعت میں تصرف شروع ہو جاتا ہے۔
(ملفوظات جلد سوئم صفحہ ۴۸۵)

منجانب: امیر جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک

سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت داعی الی اللہ

ظہیر احمد خادم۔ناظر دعوت الیٰ اللہ مرکزیہ شمالی ہند

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا

(الاحزاب آیت 46،47)

ترجمہ:۔اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے تمہیں گواہی دینے والا اور خوشخبری پہنچانے والا اور انذار کرنے والا اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے اسکی طرف بلانے والا روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿المائدة:٦٧﴾

ترجمہ:۔اے رسول تیرے رب کی طرف سے جو (کلام بھی) تجھ پر اتارا گیا ہے اسے (لوگوں تک) پہنچا اور اگر تو نے (ایسا) نہ کیا تو (گویا) اسکا پیغام بالکل نہیں پہنچایا اور اللہ تعالیٰ تجھے لوگوں (کے حملوں) سے محفوظ رکھے گا۔اللہ کافروں کو ہرگز (کامیابی کی) راہ نہیں دکھائے گا۔

دعوت الیٰ اللہ انبیاء علیھم السلام کا کام ہے اور اللہ تعالیٰ انبیاء علیھم السلام کو دنیا میں توحید خالص کے قیام کے لیے مبعوث کرتا ہے۔دنیا میں جسقدر بھی انبیاء آتے ہیں سب نے لوگوں کو انکے خالق کی طرف بلایا ہے کہ تمہارا معبود حقیقی خدا تعالیٰ ہے۔صرف اسکی ہی عبادت کرو اسکی تمام تر صفات کے ساتھ اس پر ایمان لاؤ۔

قارئین کرام! جس احسن طریق پر اور اعلیٰ درجہ میں یہ کام ہمارے آقا و مولیٰ سیدنا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اسکی نظیر نہیں مل سکتی۔آپکی بعثت سے قبل دنیا میں گمراہی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔اللہ کے کلام قرآن مجید کے مطابق ظھر الفساد فی البرّ والبحر کا نقشہ تھا لوگوں میں بے شمار برائیوں کے علاوہ سب سے بڑی خرابی یہ تھی کہ وہ قوم سینکڑوں معبودان باطلہ کی پجاری تھی۔ایسے حالات کو دیکھ کر قرآن مجید کے مطابق ووجدك ضآلًّا فهدى (الضحیٰ) وہ دردمند دل جو اپنی قوم کی محبت میں سرشار تھا وہ تڑپا اور اللہ تعالیٰ نے اسے قوم کی اصلاح کا راستہ دکھایا۔آپ کا قلب اطہر تباہ شدہ انسانیت کو بچانے کے لیے تنہائی میں خدا تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری اور آہ و بکا سے پگھلتا۔طویل عرصہ تک آپ غار حرا میں عبادات اور دعاؤں میں مصروف رہے پس اس فانی فی اللہ کی انتہائی و کرب و بلا کی دعائیں ہی تھیں جس نے اس انتہائی بگڑی ہوئی قوم کو نہ صرف انسان بلکہ خدا نما انسان بنا دیا۔سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے ان دعاؤں اور تاثیرات کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے:

''وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گزرا کہ لاکھوں مردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہوگئے۔اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوگئے۔اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے اور دنیا میں یک دفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا۔کچھ جانتے ہو وہ کیا تھا۔وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دُعائیں ہی تھیں، جنھوں نے دنیا میں شور مچا دیا۔اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اس امّی بے کس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔اللھم صلّ وسلّم و بارك عليه بعدد همّه وحزنه لهذه الامّة وانزل عليه انوار رحمتك الى الابد (برکات الدعا صفحہ ۵)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے معمول کے مطابق غار حرا میں اپنے رب کی عبادت میں مشغول تھے کہ خدا تعالیٰ کا بھیجا ہو افرشتہ آپ ﷺ کے سامنے نمودار ہوا اور اس نے آپ ﷺ سے مخاطب ہو کر کہا کہ اقرا کہ پڑھ یعنی لوگوں کو سنا رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ ما انا بقارٍ کہ میں تو پڑھ نہیں سکتا۔فرشتے نے جب آپ سے یہ جواب سنا تو آپ کو پکڑا اور پکڑ کر اپنے سینے سے لگا کر اچھی طرح بھینچا اور پھر چھوڑ کر کہا کہ اقرأ آپ ﷺ کی طرف سے پھر وہی جواب تھا کہ میں تو پڑھ نہیں سکتا۔فرشتے نے تیسری مرتبہ پھر آپ کو پکڑا اور اپنے سینے سے لگا کر بھینچا گویا اپنی انتہائی کوشش سے اس معانقہ کے ساتھ آپ ﷺ کے قلب پر اثر ڈالنا تھا اور پھر چھوڑ کر کہا کہ

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ﴿١﴾ خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ ﴿٢﴾ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ﴿٣﴾ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ﴿٤﴾ عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ﴿٥﴾ (سورۃ علق آیت ۲ تا ۶)

یہ وہ قرآنی ابتدائی آیات ہیں جو آنحضرت ﷺ پر نازل ہوئیں۔ان کا مفہوم یہ ہے کہ تمام دنیا کو اپنے رب کے نام پر جس نے تجھکو اور کل مخلوق کو پیدا کیا ہے پڑھ کر آسمانی پیغام دے۔وہ خدا جس نے انسان کو ایسے طور پر پیدا کیا ہے کہ اسکے دل میں خدا تعالیٰ اور اسکی مخلوق کی محبت کا بیج پایا جاتا ہے۔ہاں سب دنیا کو یہ پیغام سنا دے کہ تیرا رب جو سب سے زیادہ عزت والا ہے تیرے ساتھ ہوا۔وہ جس نے دنیا کو علوم سکھانے کے لیے قلم بنایا ہے۔اور انسان کو وہ کچھ سکھانے کے لیے آمادہ ہوا ہے جو اس سے پہلے انسان نہیں جانتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے پہلی وحی میں ہی آپ ﷺ کے فرائض اور آئندہ آنے والی ذمہ داریوں سے آپ ﷺ کو اجمالاً آگاہ کیا اور آئندہ چل کر وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا ﴿٤٦﴾ کے الفاظ سے آپ ﷺ کو داعی الیٰ اللہ کے مقام پر فائز فرما کر آپ ﷺ کے فرائض منصبی کو نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا اور پھر يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ارشاد ربّانی کے ذریعہ آپ ﷺ کے فریضہ تبلیغ کو آپ ﷺ کی بعثت کی اصل غرض قرار دے دیا۔

تاریخ گواہ ہے کہ ہمارے آقا و مطاع سرکار دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اللہ تعالیٰ اذن سے داعی الیٰ اللہ کے بلند ترین مقام پر فائز ہوکر ارشاد ربّانی بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ کے فریضہ کو جس احسن رنگ میں سر انجام دیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔جب ہم آنحضور ﷺ کی سیرت طیبہ پر نظر ڈالتے ہیں تو آپکو زندگی کے ہر موڑ پر ایک نہایت کامیاب داعی الیٰ اللہ کی شکل میں پاتے ہیں۔آپ ﷺ گھر میں ہیں یا باہر مقام امن میں ہیں یا مقام جنگ میں دوستوں میں ہیں یا دشمنوں میں غرض کہیں بھی ہیں ایک لمحہ کے لیے بھی اپنے فرض منصبی سے غافل نہیں ہوئے۔حضرت نبی کریم ﷺ نہ صرف خود داعی الیٰ اللہ کے بلند ترین مقام پر فائز تھے بلکہ اپنے شاگردوں میں بھی یہ روح پھونک دی تھی کہ وہ دعوت الیٰ اللہ کی راہ میں اپنی جانیں قربان کرنے میں لذت اور فخر محسوس کرتے تھے۔ہزاروں ہزار درود اور سلام آنحضور ﷺ پر۔آپ نے اس راہ میں انواع و اقسام کی تکالیف برداشت کیں۔گھر سے بے گھر ہوئے لہولہان ہوئے اور آپ کے عزیز و اقارب نیز عزیز ترین ساتھیوں کو نہایت بے رحمی سے قتل کیا گیا۔غرض آپ ﷺ کو آپ کے مشن سے روکنے کے لیے خوف و لالچ کے ہر دو میدان آپ ﷺ کے لیے ہموار کئے گئے مگر نہ خوف آپ ﷺ کو جنبش دے سکا اور نہ لالچ آڑ بن سکی۔آنحضور ﷺ کی زندگی کے چند درخشاں پہلو پیش کیے جاتے ہیں جس سے آپ کے دعوت الیٰ اللہ کے ارفع مقام کی نشاندہی ہوتی ہے۔

آنحضرت ﷺ کی ابتدائی خاموش وخفیہ تبلیغ

حضرت نبی کریم ﷺ پر جب غارِ حراء میں پہلی وحی نازل ہوئی تو آپ کے دل میں یہ خوف پیدا ہوا کہ کیا میں خدا تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ اتنی بڑی ذمہ داری ادا کر سکوں گا۔گھبراہٹ اور اضطرار کی حالت میں جلدی جلدی گھر پہنچے اور اپنی زوجہ حضرت خدیجہ سے فرمایا:''زملونی زملونی'' مجھ پر کوئی کپڑا ڈالو۔مجھ پر کوئی کپڑا ڈالو۔

حضرت خدیجہؓ نے سرکار دو جہاں

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر کپڑا ڈال دیا۔ جب ذرا اطمینان ہوا تو آنحضرت ﷺ نے سارا ماجرا سنایا۔ حضرت خدیجہؓ نے جو اپنے محبوب خاوند کی حالت سے خوب واقف تھیں جن الفاظ میں آپ ﷺ کو تسلی دی وہ آپ ہی کا حصہ تھا۔ بلا شک وشبہ حضرت خدیجہؓ سب سے پہلے ایمان لائیں اور پوری مومنانہ فراست کے ساتھ ان الفاظ میں آپ کو تسلی دی۔

كَلَّا وَاللّٰهِ مَا يُخْزِيكَ اللّٰهُ اَبَدًا۔ اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِينُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ (بخاری کتاب کیف کان بدء الوحی)

ترجمہ: نہیں ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا بلکہ آپ خوش ہوں۔ خدا کی قسم اللہ آپ کو کبھی رسوا نہیں کریگا۔ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ اور صادق القول ہیں۔ اور لوگوں کے بوجھ اُٹھاتے ہیں۔ اور وہ اخلاق جو پہلے مٹ چکے تھے وہ آپ کی ذات کے ذریعہ دوبارہ قائم ہو رہے ہیں۔ اور آپ مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کی باتوں میں لوگوں کے مددگار رہتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت خدیجہ آپ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو شرک چھوڑ کر عیسائی ہو گیا تھا اور صحف انبیاء سے واقف تھا۔ حضرت خدیجہؓ نے ورقہ بن نوفل کو مخاطب کر کے کہا بھائی! ذرا اپنے اس بھائی کے بیٹے سے ایک بات سن لو۔ اُس نے کہا کیا معاملہ ہے؟ آنحضرت ﷺ نے سب ماجرا سنا دیا۔ جب ورقہ ساری کیفیت سن چکا تو بولا۔ ’’یہ وہی فرشتہ ہے جو موسیٰ پر وحی لاتا تھا۔ اے کاش مجھ میں طاقت ہوتی۔ اے کاش اس وقت میں زندہ ہوتا جب تیری قوم تجھے وطن سے نکالے گی۔‘‘

آنحضور ﷺ نے فرمایا "اَوَ مُخْرِجِیَّ هُمْ"

کیا میری قوم مجھے نکال دے گی۔ ورقہ نے جواب دیا؛ ہاں! کوئی رسول نہیں آیا کہ اُس کے ساتھ اس کی قوم نے عداوت نہ کی ہو اور اگر میں اس وقت تک زندہ رہا تو میں تیری خوب مدد کروں گا۔ مگر ورقہ کو یہ دن دیکھنے نصیب نہ ہوئے اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ کچھ عرصہ کے وقفہ کے بعد جو بڑی کشمکش کی حالت میں آپؐ نے گزارا۔ پھر ایک روز آپ گھبرائے ہوئے گھر تشریف لائے اور حضرت خدیجہؓ سے فرمایا: ’’زملونی زملونی‘‘ حضرت خدیجہؓ نے کپڑا اوڑھا دیا اور آپ لیٹ گئے۔ آپ کا لیٹنا تھا کہ ایک پُرجلال آواز آپ کے کانوں میں پڑی جس کے الفاظ یہ تھے:

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۔ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ۔

ترجمہ: اے چادر میں لپٹے ہوئے شخص اُٹھ کھڑا ہو اور لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرا۔ اور رب کی بڑائی بیان کر اور اپنے قلب کو پاک وصاف کر اور بدی سے پرہیز کر۔

اب آپ کی طبیعت میں یکسوئی اور اطمینان تھا۔ چنانچہ آپؐ نے لوگوں کو حق کی طرف بلانا شروع کر دیا اور شرک کے خلاف اور توحید باری تعالیٰ کی تائید میں تعلیم دینے لگے۔ شروع شروع میں آپ نے اپنے مشن کا کھلم کھلا اظہار نہیں فرمایا۔ بلکہ نہایت خاموشی کے ساتھ تبلیغی کاروائی کی اور صرف اپنے ملنے والوں کے حلقہ تک اپنی تعلیم کو محدود رکھا۔ جس کا ذکر گزر چکا ہے۔ سب سے پہلے ایمان لانے والی حضرت خدیجہؓ تھیں۔ جنہوں نے پیغام سنتے ہی ایمان لانے کی سعادت پائی۔ اور ایک لمحہ کے لیے بھی شک نہیں کیا۔ مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو بچوں میں حضرت علیؓ اور حضرت زید ابن حارثہ کو ایمان لانے کی سعادت نصیب ہوئی۔

حضرت خدیجہؓ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت علیؓ، حضرت زید بن حارثہؓ کے علاوہ آہستہ آہستہ بعض جلیل القدر اور عالی مرتبہ اصحاب کو بھی ایمان کی دولت ملی۔

خاموش اور خفیہ تبلیغ کا یہ سلسلہ تقریباً تین سال تک جاری رہا۔ اس زمانہ میں مسلمانوں کا کوئی خاص مرکز نہ تھا جہاں وہ جمع ہو سکتے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی تبلیغ سے جو متلاشیان حق آئے ان سے آپ عموماً اپنے مکان پر ہی ملاقات فرماتے یا پھر شہر سے باہر کسی جگہ پر ملتے۔ اس دور میں آنحضرت ﷺ کی تبلیغ سے ابوعبیدۃ الجراحؓ، جعفر بن ابی طالبؓ، عبداللہ بن جحشؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، بلال بن رباحؓ اور حضرت غفاری رضی اللہ عنھم جیسے قابل ذکر اصحاب کو ایمان کی سعادت نصیب ہوئی۔

یہ اس دور کے چند لوگ ہیں جن کے بارہ میں مکہ والوں کا یہ تأثر تھا کہ حضرت محمد ﷺ کو چھوٹے اور کمزور لوگ مانتے ہیں۔ چنانچہ ایک موقعہ پر شہنشاہ روم ہرقل (قیصر) نے ابو سفیان سے پوچھا کہ: -

اشرف النّاس اتبعوه ام ضعفآءھم کہ کیا حضرت محمد ﷺ کو بڑے لوگ مانتے ہیں یا کمزور اور چھوٹے لوگ؟ تو ابو سفیان نے جواب دیا۔ ’’ضعفآءھم‘‘ کہ کمزور اور چھوٹے لوگ مانتے ہیں۔

اس پر ہرقل نے کہا: " وھم اتباع الرسل " کہ اللہ کے رسولوں کو شروع شروع میں چھوٹے لوگ ہی مانا کرتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کی کھلی تبلیغ کا آغاز

یہ ابتدائی زمانہ اس طرح خفیہ تبلیغ میں گزر رہا تھا اور بعثت نبوی پر قریباً تین چار سال گزر چکے تھے، کہ اچانک الٰہی حکم نازل ہوا۔

جو تجھے حکم دیا گیا ہے وہ کھول کر لوگوں کو سنا دے۔ پھر یہ آیت اتری:-

کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو اللہ کے عذاب سے ڈرا۔

جب یہ احکام اترے تو نبی کریم ﷺ کوہ صفا پر چڑھ گئے اور بلند آواز سے پکار کر اور ہر قبیلہ کا نام لے کر قریش کو بلایا۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا:-

اے قریش! اگر میں تم کو یہ خبر دوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک بڑا لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنے کو تیار ہے تو تم کیا میری بات مانو گے؟

سب نے کہا ہاں کیوں نہیں ہم نے تجھے ہمیشہ صادق القول پایا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:- تو پھر سنو! میں تمہیں خبر دیتا ہوں کہ اللہ کا عذاب نزدیک ہے۔ اس پر ایمان لاؤ تا بچ جاؤ۔

جب قریش نے یہ الفاظ سنے تو ہنس پڑے اور ابولہب نے آنحضرت ﷺ سے مخاطب ہو کر کہا:-

کہ تو ہلاک ہو کیا اسی غرض سے تو نے ہم کو جمع کیا تھا؟ پھر سب لوگ ہنسی مذاق کرتے ہوئے منتشر ہو گئے۔ پھر انہیں ایام میں آنحضرت ﷺ نے ایک موقعہ پر حضرت علیؓ کو ارشاد فرمایا کہ ایک دعوت کا اہتمام کرو۔ چنانچہ جب دعوت کا اہتمام کیا گیا تو آپ ﷺ نے اپنے سب سے قریبی رشتہ داروں کو مدعو کیا۔ جب لوگ کھانا کھا چکے تو آپ ﷺ نے کچھ تقریر کرنی چاہی، مگر ابولہب نے کچھ ایسی بات کہہ دی کہ جس سے لوگ منتشر ہو گئے۔ دوسرے دن حضرت نبی کریم ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ یہ موقعہ جاتا رہا۔ اب پھر دعوت کا انتظام کرو۔ جب آپ ﷺ نے سب سے قریبی رشتہ داروں کو دوبارہ مدعو کیا اور وہ لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا:-

دیکھو میں تمہاری طرف وہ بات لیکر آیا ہوں کہ اس سے بڑھ کر اچھی بات کوئی شخص اپنے قبیلہ کی طرف نہیں لایا، پس اس کام میں میرا کون مددگار ہوگا؟ سب خاموش تھے اور سب طرف ایک سناٹا کا عالم تھا کہ یک لخت ایک طرف سے تیرہ چودہ سال کا دبلا پتلا بچہ جسکی آنکھوں سے پانی بہہ رہا تھا اٹھا اور یوں ہمکلام ہوا، " گو میں کمزور ہوں اور سب سے چھوٹا ہوں مگر میں آپ کا ساتھ دوں گا"

یہ آواز حضرت علیؓ کی تھی، حاضرین سب کھل کھلا کر ہنس پڑے اور اسلام اور آنحضرت ﷺ کی کمزوری پر ہنسی مذاق کرتے ہوئے رخصت ہو گئے۔

اہل مکہ کو پیغام حق پہنچانے کے بعد آنحضرت ﷺ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ ایک تبلیغی مرکز قائم ہونا چاہئے جہاں مسلمان نماز وغیرہ کے لیے جمع ہو سکیں۔ اور امن واطمینان اور خاموشی کے ساتھ تبلیغی سرگرمیاں تیز کی جاسکیں۔ اس غرض کے لیے ایک مرکزی حیثیت رکھنے والے دار التبلیغ کی ضرورت تھی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس غرض کے لیے ارقم بن ارقم کا مکان پسند فرمایا جو کوہ صفا کے دامن میں تھا۔ آپ اسی میں مقیم ہو گئے تمام مسلمان اسی میں جمع ہوتے اور نماز پڑھتے یہیں متلاشیان حق آتے اور آنحضور ﷺ ان کو تبلیغ فرماتے تاریخ اسلام میں یہ دار التبلیغ خاص شہرت رکھتا ہے اور دار الاسلام کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت نبی کریم ﷺ دار ارقم میں اندازاً تین سال مقیم رہے اور اپنے مشن کو جاری رکھا۔ مؤرخین کی رائے کے مطابق اس

دارالتبلیغ میں ایمان لانے والوں میں سب سے آخری فرد حضرت عمرؓ تھے، جن کے ایمان لانے کے بعد مسلمانوں کو تقویت پہنچی اور وہ دارارقم سے نکل آئے۔ حضرت عمرؓ کے علاوہ اس دارالتبلیغ میں جن احباب کو ایمان لانے کی سعادت ملی ان کا شمار سابقین میں ہوتا ہے۔

جب ہم دارارقم سے آگے تاریخ کی ورق گردانی کرتے ہیں اور حضرت نبی اکرم ﷺ کی بے مثال تبلیغی سرگرمیوں اور اسکے لیے آپکی تڑپ کو دیکھتے ہیں تو بلاشک وشبہ یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ صفحہ ہستی پر نہ کسی ماں نے ایسی عظمتوں اور رفعتوں والا کوئی داعی الی اللہ جنا اور نہ جن سکے گی۔

چنانچہ دارالتبلیغ دارارقم کے قیام سے کچھ عرصہ قبل ہی آنحضرت ﷺ نے کھلم کھلا تبلیغ کا آغاز فرما دیا تھا اور مکّہ کی گلیوں میں اسلام کا چرچا روز بروز زور پکڑتا جا رہا تھا۔ شروع شروع میں کفّار مکہ ایک حد تک خاموش تھے۔ مگر اب انہیں فکر ہوئی کہ کہیں یہ مرض زیادہ نہ پھیل جائے اور اسلام کا پودا سرزمین مکہ میں جڑ نہ پکڑ لے چنانچہ اسلام کی جڑ کو اکھیڑ پھینکنے کا فیصلہ کیا گیا۔

سرولیم میور اس خطرناک منصوبہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:۔

"قریش نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ نیا مذہب صفحہ دنیا سے مٹا دیا جائے اور اس کے متّبعین کو بزور بازو اس سے روک دیا جائے اور قریش کی طرف سے جب ایک دفعہ مخالفت شروع ہوئی تو دن بدن ان کی ایذا رسانی بڑھتی اور آتش غضب تیز ہوتی گئی۔"

ایک طرف حضرت نبی کریم ﷺ رب کریم کے ارشاد کی تعمیل میں رات دن تبلیغ حق میں مصروف تھے۔ اور مسلمانوں کا دائرہ دھیرے دھیرے بڑھ رہا تھا گویا ایک طرف آنحضور ﷺ نے علم توحید کو بلند کیا اور دوسری طرف قریش مکہ کی مخالفت کی آگ بھڑکی۔ چنانچہ نعرہ ہائے توحید کو ہمیشہ کے لیے ختم کرنے کی کوشش میں انہوں نے مخالفت کی آگ کو خوب ہوا دی اور اسی کے لیے سب سے پہلا حربہ یہ اختیار کیا کہ آنحضور ﷺ کو اشاعت دین سے روک دیا جائے۔

اس غرض کے لیے حق کے مخالفوں نے ایک منصوبہ کے تحت ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل، عتبہ بن ربیعہ اور ابوسفیان وغیرہ پر مشتمل ایک وفد ابو طالب کے پاس بھیجا۔ جب وفد ابوطالب کے پاس پہنچا تو آپ سے مخاطب ہو کر یوں گویا ہوا: ''آپ ہماری قوم کے اندر معزز ہیں۔ اس لیے ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ اپنے بھتیجے کو روک دیں یا پھر آپ اس کی حمایت سے دست بردار ہو جائیں۔ اور ہمیں اور اس کو چھوڑ دیں کہ آپس میں فیصلہ کر لیں۔ جواب میں ابوطالب نے ان سے نہایت نرمی کے ساتھ باتیں کیں اور اُنہیں سمجھا بجھا کر اور ان کے غصہ کو ٹھنڈا کر کے واپس کر دیا۔ چونکہ قریش مکہ کی مخالفت کی اصل وجہ آنحضور ﷺ کی تبلیغی سرگرمیاں تھیں جو دن بہ دن تیز ہوتی جا رہی تھیں۔ آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ نے بھرپور کوشش کے ساتھ جہاں مکّہ والوں کو خدا واحد و یگانہ کا پیغام پہنچانا شروع کر دیا۔ بتوں کی کمزوری اور ان کی لاچاری کا پردہ بھی فاش کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ جب بتوں کے خلاف اور توحید کے حق میں اہل مکّہ کو بار بار وعظ کیا جانے لگا اور شریف الطبع لوگوں کا رخ اسلام کی طرف ہونے لگا تو کفار کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ سردارانِ قریش جمع ہو کر آپ کے چچا کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ اب تو معاملہ حد کو پہنچ گیا ہے۔ ہمارے قابل تعظیم معبودوں کی توہین کی جا رہی ہے۔ انہیں رسوا کیا جا رہا ہے۔ اور ہمارے جذبات کو مجروح کیا جا رہا ہے۔ آپ ہمارے رئیس ہیں اور آپ کی خاطر ہم نے آپ کے بھتیجہ (حضرت محمد ﷺ) کو کچھ نہیں کہا۔ اب وقت آ گیا ہے کہ ہم آپ کے ساتھ کوئی قطعی اور آخری فیصلہ کر لیں۔ یا تو آپ اُسے سمجھائیں اور اس سے پوچھیں کہ آخر وہ ہم سے کیا چاہتا ہے۔ اگر اس کی خواہش عزت حاصل کرنے کی ہے تو ہم اُسے اپنا سردار بنانے کے لیے تیار ہیں۔ اگر وہ دولت کا خواہش مند ہے تو ہم میں سے ہر شخص اپنے مال کا کچھ حصّہ اس کو دینے کے لئے تیار ہے۔ اگر اسے شادی کی خواہش ہے تو مکہ کی ہر لڑکی جو اسے پسند ہو اس کا نام لے ہم اس سے بیاہ کروانے کے لیے تیار ہیں۔ ہم اس کے بدلہ میں صرف اتنا چاہتے ہیں کہ وہ ہمارے بتوں کو بُرا کہنا چھوڑ دے۔ آپ اسے سمجھائیں اور ہماری تجویز کے قبول کرنے پر آمادہ کریں ورنہ پھر دو باتوں میں سے ایک ہو گی یا آپ کو اپنا بھتیجہ چھوڑنا ہو گا یا آپ کی قوم آپ کو چھوڑ دے گی۔ یہ باتیں سن کر ابو طالب بے تاب ہو گئے۔ کیونکہ یہ موقعہ ابو طالب کے لیے بہت نازک تھا۔ انہوں نے اسی وقت آنحضور ﷺ کو بلایا۔ جب آپ تشریف لائے تو ابو طالب نے آپ سے کہا: ''اے میرے بھتیجے بتوں کی توہین اور رسوائی سے قوم سخت مشتعل ہو گئی ہے۔ میں تجھے خیر خواہی سے کہتا ہوں کہ اپنی زبان کو تھام لو۔ اور اس کام سے باز آ جاؤ ورنہ میں تمام قوم کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا۔'' حضرت نبی کریم ﷺ نے سمجھ لیا کہ ابو طالب کے پائے ثبات بھی لغزش میں ہیں۔ اور دنیاوی اسباب میں سے سب سے بڑا سہارا مخالفت کے بوجھ کے نیچے دب کر ٹوٹا چاہتا ہے۔ مگر قربان جائیں اس مبلغ اعظم ﷺ پر۔ آپ کے ماتھے پر بل تک نہ آیا۔ اور نہایت اطمینان کے ساتھ فرمایا۔

''اے میرے چچا یہ بتوں کی توہین اور رسوائی نہیں ہے بلکہ حقیقت امر کا بیان ہے اور یہی تو وہ کام ہے جس کے لیے مجھے بھیجا گیا ہے۔ اور اس راہ میں میرے لیے مرنا درپیش ہے تو میں موت کو بخوشی قبول کرتا ہوں۔ موت کا خوف مجھے تبلیغ حق سے روک نہیں سکتا۔ اور اے چچا اگر آپ کو اپنی کمزوری اور تکلیف کا خیال ہے تو بے شک آپ مجھے چھوڑ دیں میں احکام الٰہی کے پہنچانے سے کبھی نہیں رکوں گا اور خدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے ہاتھ میں چاند بھی لا کر دید یں تو بھی میں اپنے فرض سے باز نہیں رہونگا۔ میں اپنے کام میں لگا رہونگا حتیٰ کہ خدا اسے پورا کرے یا میں اس کوشش میں ہلاک ہو جاؤں۔ آپ سچائی اور نورانیت سے بھرپور رقت آمیز تقریر کرنے کے بعد وہاں سے چل پڑے۔ ابھی آپ چند قدم ہی چلے تھے کہ پیچھے سے ابوطالب نے آواز دی۔ جب آپ واپس لوٹے تو دیکھا کہ ابو طالب کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ ابوطالب نے آپ کو مخاطب ہو کر کہا۔ جاؤ اور اپنے کام میں لگا رہ جب تک میں زندہ ہوں اور جہاں تک میری طاقت ہے میں تیرا ساتھ دونگا،،

جب سرداران قریش نے اپنی ہر تدبیر کے تانے بانے کو بکھرتے ہوئے انتہائی نامرادی و ناکامی کی حالت میں دیکھا اور اپنے خوف و لالچ کے ہر دو جال کو پاش پاش پایا اور اس پر مزید یہ کہ باوجود ہر چند کوشش کے ابو طالب کو آنحضور ﷺ سے الگ کرنے میں ناکام رہے تو ان کی آتش غضب اور شدت کے ساتھ بھڑک اٹھی۔

ایک بار حضرت نبی اکرم ﷺ نے صحن کعبہ میں جب توحید کا اعلان فرمایا تو حق کے دشمنوں نے آپ کو گھیر لیا اور ایک ہنگامہ برپا کر دیا۔ اس واقعہ کی اطلاع جب آپ کے ربیب حارث بن ابی ہالہ کو ہوئی تو وہ آپ کو بچانے کے لیے دوڑے دوڑے آئے مگر مشتعل ہجوم میں سے کسی نے آپ پر تلوار سے وار کیا جس کے نتیجہ میں آپ وہیں شہید ہو گئے۔ پھر ایک دوسرے موقعہ پر جب سرکار دو جہاں حضرت محمد ﷺ خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے تو عقبہ بن ابی معیط نامی ایک بدبخت نے آپ کے گلے میں کپڑا ڈال کر اس زور سے کھینچا کہ آپ اوندھے منہ زمین پر گر گئے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو جب اس کا علم ہوا تو انہوں نے آ کر آپ کو چھڑایا۔ اور قریش کو مخاطب کر کے فرمایا: اَتَقۡتُلُوۡنَ رَجُلًا اَنۡ یَّقُوۡلَ رَبِّیَ اللّٰہُ۔ کہ کیا تم ایک شخص کو صرف اس لیے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔

غرض جب قریش مکہ کے ظلم و ستم نے حد اعتدال کو بھی پار کر لیا اور مسلمانوں کا جینا دوبھر کر دیا تو آنحضور ﷺ نے مسلمانوں کو فرمایا کہ وہ حبشہ کی طرف ہجرت کر جائیں۔ چنانچہ شروع شروع میں رجب 5 نبوی میں گیارہ مرد اور چار عورتوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔

جوں جوں آنحضور ﷺ ارشاد ربانی بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ کی تعمیل میں اپنی تبلیغی سرگرمیوں کو تیز تر فرماتے جاتے، مخالفت کی آگ اور بھی بھڑک جاتی۔ آنحضور ﷺ کی تبلیغ سے اب حضرت حمزہ بن عبدالمطلب جو آپ کے چچا تھے ایمان لائے اور مسلمانوں کو ان کے اسلام لانے سے غیر معمولی تقویت پہنچی۔ حضرت حمزہ کو اسلام لائے ابھی چند دن ہی گزرے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک اور خوشی کا موقعہ دکھایا یعنی حضرت عمرؓ جو پہلے اسلام کے اشد مخالفین میں سے تھے مسلمان ہو گئے۔ ٦ نبوی میں حضرت حمزہؓ اور

حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کا یہ نتیجہ ہوا کہ قریش کی آتش غضب اور بھڑک گئی اور انہوں نے اس کے بعد باہم مشورہ کر کے یہ فیصلہ کیا کہ آنحضرت ﷺ اور تمام بنو ہاشم کے ساتھ ہر قسم کے تعلقات قطع کر دئے جائیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ اور تمام بنو ہاشم کیا مسلمان کیا کافر سبھی شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے۔ محصوریت کے عالم میں مسلمانوں کو مصائب وآلام سے دوچار ہونا پڑا۔ ان کا حال پڑھ کر بدن پر لرزہ پڑ جاتا ہے۔ بعثت کے دسویں سال تقریباً اڑھائی تین سال کے بعد محصوریت کا یہ المناک دور ختم ہوا۔

جب آنحضرت ﷺ نے مکہ والوں کی طرف سے انکار پر اصرار دیکھا اور ان کی مخالفت کو ترقی کرتے پایا تو آپ نے ارادہ فرمایا کہ اہل طائف کو دعوت اسلام دی جائے۔ چنانچہ شوال 10 نبوی کو آنحضرت ﷺ زید بن حارثہؓ کو اپنے ہمراہ لے کر طائف کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچ کر آپ نے شہر کے رؤسا سے باری باری ملاقات کی مگر اس شہر کی قسمت میں بھی مکہ کی طرح اس وقت اسلام لانا مقدر نہ تھا۔ چنانچہ سب نے نہ صرف انکار کیا بلکہ پیغام حق کے ساتھ استہزا کیا۔ بالآخر آپؐ نے طائف کے ایک بہت بڑے رئیس عبد یا لیل کو اسلام کی دعوت دی۔ اس نے بھی صاف انکار کر دیا اور شہر کے آوارہ اور اوباش لوگوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا۔ جب آنحضور ﷺ شہر سے نکلے تو یہ لوگ شور کرتے ہوئے آپ کے پیچھے ہو لئے اور آپؐ پر پتھر برسانے لگے۔ آپؐ کا سارا بدن لہولہان ہو گیا۔ آپ کے وفادار خادم حضرت زیدؓ نے آپ کو بچانا چاہا مگر وہ خود بھی اس کوشش میں زخمی ہو گئے۔ برابر تین میل تک حق کے دشمن مبلغ اعظم سرکار دو جہاں حضرت محمد مصطفی ﷺ پر پتھر برساتے رہے۔ اور آپؐ زخموں کی تاب نہ لا کر نڈھال ہو گئے۔ راہ خداوندی میں کوئی ایسی تکلیف نہ تھی جو آپ کو نہ پہنچائی گئی ہو مگر محبوب خدا کے پایہ ثبات کو دیکھئے کہ جسکی مثال تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ ایک لمحہ کے لیے بھی اپنے مشن سے غافل نہیں ہوئے۔

طائف کا یہ تبلیغی سفر آنحضرت ﷺ کی زندگی کا ایک عجیب واقعہ ہے۔ چنانچہ سر ولیم میور لکھتا ہے:

محمد (ﷺ) کے سفر طائف میں عظمت، شجاعت کا رنگ نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ ایک وہ شخص جسے اسکی قوم نے حقارت کی نظر سے دیکھا اور رد کر دیا وہ خدا کی راہ میں دلیری کے ساتھ اپنے شہر سے نکلتا ہے اور جس طرح یونس بن متی نینوا کو گیا اسی طرح وہ ایک بت پرست شہر میں جا کر ان کو توحید کی طرف بلاتا ہے۔ اور توبہ کا وعظ کرتا ہے۔ اس واقعہ سے یقینا اس بات پر روشنی پڑتی ہے کہ محمد ﷺ کو اپنے صدق دعویٰ پر کس درجہ ایمان تھا۔''

اہل طائف کے ظالمانہ سلوک کے بعد پیغمبر خدا ﷺ اپنے وطن مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور مطعم بن عدی کی مدد سے مکہ میں داخل ہوئے اور بیت اللہ کا طواف کر کے گھر تشریف لے گئے۔ قریش مکہ کی اشد ترین مخالفت اور اہل طائف کی ایذا رسانی ایسی تھی کہ بظاہر ان کے مسلمان ہونے کی بہت کم امید نظر آتی تھی چنانچہ حضرت نبی اکرم ﷺ کی توجہ دن بدن عرب کے قبائل کی طرف پھرتی جاتی تھی۔ چونکہ حج کے ایام میں دور دراز کے علاقہ سے لوگ مکہ میں آتے تھے۔ لہٰذا آنحضور ﷺ نے ان مواقع سے فائدہ اُٹھا کر عرب قبائل کو اسلام کی دعوت دینی شروع کی بعض اوقات آپ کے ہمراہ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت علیؓ بھی ہوتے تھے قریش مکہ نے آنحضور ﷺ کی ان تبلیغی سرگرمیوں میں بھی روڑہ اٹکانا شروع کر دیا کیونکہ قریش کے نزدیک عرب قبائل کا مسلمان ہونا ایسا ہی مضر تھا جیسا کہ اہل مکہ کا۔ چنانچہ جہاں بھی آنحضور ﷺ تشریف لے جاتے ابولہب جو آپ کا حقیقی چچا تھا آپ کے پیچھے ہو لیتا اور جہاں بھی آپ توحید کا اعلان فرماتے اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے یہ شور کرنے لگتا اور لوگوں سے کہتا کہ اسکی بات نہ سنو۔ یہ اپنے دین سے پھر گیا ہے اور ہمارے دین میں بگاڑ کرنا چاہتا ہے۔ جب لوگ دیکھتے کہ گھر کا ہی آدمی مخالفت کرتا ہے تو پھر وہ تتر بتر ہو جاتے۔ اور ابو جہل تھا کہ اس نے تو اپنا یہ معمول بنا رکھا تھا کہ آنحضور ﷺ جدھر جاتے آپ کے جسم مبارک پر دھول ڈالتا اور جب آنحضور ﷺ لوگوں کو وعظ فرماتے تو لوگوں سے کہتا کہ لوگو! اس کے فریب میں نہ آنا کیونکہ یہ چاہتا ہے کہ تم لات اور عزیٰ کی پرستش چھوڑ دو۔

ایک دفعہ آپ بنو عامر بن صعصہ میں تشریف لے گئے۔ اس موقعہ پر آپ کے پیچھے کوئی مخالف قریش نہ تھا۔ چنانچہ آپ نے کھل کر توحید کی تبلیغ کی اور انہیں اسلام کی دعوت دی۔ جب آپ پیغام پہنچا کر فارغ ہوئے تو ان میں سے ایک شخص فراس نامی بولا کہ اگر یہ شخص میرے ہاتھ آ جائے تو میں تمام عرب کو فتح کر لوں اور پھر آپ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ:

اچھا یہ بتاؤ کہ اگر ہم نے تمہارا ساتھ دیا اور تم اپنے مخالفوں پر غالب آ گئے تو تمہارے بعد حکومت اور خلافت ہم کو ملے گی یا نہیں،،

آنحضور ﷺ نے فرمایا:

خلافت اور حکومت کا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔

فراس نے اس کے جواب میں کہا:

خوب! تمام عرب کے سامنے سینہ سپر ہو کر ہم لڑیں اور حکومت غیر کے ہاتھ میں جاوے۔ جاؤ ہمیں تمہاری ضرورت نہیں۔

اس طرح بنو عامر بن صعصہ بھی ایمان کی دولت سے محروم ہو گئے۔ ان سخت ترین ایام میں آنحضور ﷺ نے عرب کے مختلف قبائل کا تبلیغی دورہ فرمایا۔ اور بنو عامر بن صعصہ کے علاوہ بنو محارب۔ فزارہ۔ غسان۔ ہل۔ حنیفہ۔ سلیم۔ عبس۔ کندہ۔ کلب۔ حارث۔ عزرہ اور حضارمہ وغیرہ کو باری باری اسلام کی طرف بلایا مگر سب نے انکار کیا۔

اب حالت یہ تھی کہ ایک طرف کفار اسلام کے جانی دشمن تھے اور ہر وقت اسلام کو نیست و نابود کرنے کے فکر میں سرگرداں تھے اور دوسری طرف اہل طائف نے رسول خدا کے ساتھ صرف خدا کا نام لینے پر ظالمانہ سلوک کیا کہ آپ زخموں کی تاب نہ لا کر زمین پر گر گئے باقی رہے عرب کے قبائل تو انہوں نے بھی کفار کے قدم پر قدم مارا اور حق کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

اسلام کا یہ وہ دور تھا کہ دشمن آنحضور ﷺ کے تبلیغی مشن کو ہر طرح سے کچل دینا اور اسلام کو ہمیشہ ہمیش کیلئے نابود کر دینا چاہتا تھا۔ مگر اسلام خدائے واحد و لاشریک کا بھیجا ہوا دین تھا اور اس کے قیام اور حفاظت کی ذمہ داری بھی اسی نے لی تھی۔ لہٰذا ایسے زمانہ میں قادر مطلق خدا نے آنحضور ﷺ کو نہایت ہی پر شوکت اور پر رعب الفاظ میں آئندہ اسلام کی ترقی اور غلبہ کی خوشخبریاں دیں۔ اسلام کے غلبہ سے متعلق ان الٰہی بشارتوں کو جب کفار مکہ نے سنا تو ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو گئے۔ کیونکہ انہیں یہ یقین تھا کہ اسلامی چشمہ کے پانی کو ایک طرف سے کفار مکہ نے اور دوسری طرف سے اہل طائف نے اور باقی اطراف سے عرب کے قبائل نے باہم مل کر بند کر دیا ہے۔ اب اس کے آگے بہاؤ کی کوئی صورت نہیں ہے مگر خداوند تعالیٰ کی قدرت دیکھئے کہ ان کے بند کا وہ کنارہ جو یثرب کی طرف تھا یکا یک ٹوٹ گیا۔ اور اسلامی چشمہ کا پانی یثرب کی جانب بہہ نکلا۔

یثرب مکہ کے شمال کی طرف قریباً اڑھائی سو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ ہجرت کے بعد اس کا نام مدینۃ الرسول پڑ گیا اور پھر دھیرے دھیرے مدینہ مشہور ہو گیا۔ مذہب کے اعتبار سے اسکی آبادی دو حصوں میں بٹی ہوئی تھی۔ ایک مشرک تھے اور دوسرے یہودی مشرکوں کے دو گروہ تھے ایک اوس کہلاتا تھا اور دوسرا خزرج یہی وہ دو قبیلے تھے جنہیں اسلام لانے کی سعادت نصیب ہوئی اور آنحضور ﷺ کو اپنے یہاں پناہ دینے کے باعث یہ انصار کے نام سے موسوم ہوئے۔

مدینہ میں قیام فرما ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ نے باقی مشرکین کو جواب تک ایمان کی دولت سے محروم تھے۔ اسلام کی دولت دی۔ ابھی مدینہ میں آئے ہوئے چند دن ہی گزرے تھے کہ آپ کی تبلیغ سے بہت سے لوگ ایمان لے آئے اور مدینہ دنیا کا پہلا شہر تھا۔ جس میں خالصتہً خدائے واحد کی عبادت قائم کی گئی۔ اور اس وقت دنیا کے پردہ پر اس شہر کے سوا اور کوئی شہر یا گاؤں خالصتہً خدائے واحد کی عبادت کرنے والا نہیں تھا۔ آنحضرت ﷺ کے لیے یہ کتنی بڑی خوشی اور کتنی عظیم الشان کامیابی تھی کہ خدا نے آپ کے ذریعہ سے ایک شہر کو پورے طور پر خدائے قادر کا پرستار بنا دیا۔ جس میں کسی اور بت کی پوجا نہیں کی جاتی تھی۔ مدینہ میں تشریف آوری کے بعد آنحضور ﷺ نے سب سے پہلے ایک تاریخی مسجد کی بنیاد رکھی جو گویا نماز کے علاوہ اہم دینی کاموں کی بجا آوری بشمول تبلیغ اسلام کا مرکز تھی۔

اب تک اسلام میں داخل ہونے والوں

میں غالباً مسیحی تو تھے۔مگر یہودی کوئی نہ تھا۔اب ہجرت کے بعد یہودیوں میں سے بہت تھوڑے لوگ ایمان لائے۔لیکن یہ قوم بھی بالکل محروم نہیں رہی۔سب سے پہلا یہودی جو مشرف با اسلام ہوا اسکا نام حصین بن سلام تھا۔یہ شخص مدینہ میں اپنے علم وفضل کی وجہ سے بہت اثر رکھتا تھا۔آنحضرت ﷺ نے بعد میں ان کا نام عبد اللہ رکھ دیا۔اسی زمانہ میں سلمان فارسی بھی مسلمان ہوئے۔جو ابتداء میں زرتشتی مذہب کے پیرو تھے۔ یہ وہی سلمان تھے جن کے بارہ میں آنحضرت ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا ''سلمان منا اھل البیت،،۔نیز امام مہدی کے ظہور کی بشارت بھی انہی کے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھ کر دی تھی۔انہی ایام میں خالد بن ولید اور عمرو بن عاص کو بھی ایمان کی دولت نصیب ہوئی۔اسلام میں دونوں کے کارنامے کسی تعارف کے محتاج نہیں۔

مبلغ اعظم سرور کائنات حضرت محمد ﷺ نے مکہ میں 13 سال توحید کی منادی کی۔اوراس کی خاطر ظالم قریش نے اس قدر دکھ دیا کہ اگر کوئی اور ہوتا تو بلا شک وشبہ خودکشی کر لیتا۔جوظلم وستم کفار کر سکتے تھے کیا۔حتیٰ کہ جینا دوبھر کر دیا۔آپ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تا کہ امن وسکون سے اپنے مولیٰ کے پیغام کولوگوں تک پہنچائیں۔وطن چھوڑ دیا مگر وطن کے ظالموں اور خونخواروں نے پیچھا نہ چھوڑا۔یہاں بھی تبلیغ حق کی اجازت نہ دی۔

ہجرت سے لیکر صلح حدیبیہ تک تقریباً چھ سال تک مختلف غزوات اور جنگوں میں آپ کو گھسیٹا مگر کیا یہ غزوات اور جنگ آپ کو آپ کے فرض منصبی سے غافل کرسکیں؟نہیں ہرگز نہیں! ظالموں نے آپ کے لیے جنگ کا میدان ہموار کیا اور چاہا کہ اس کے ذریعہ توحید اور توحید کے علمبرداروں کے نام ونشان تک مٹا دیں۔تاریخ شاہد ہے کہ خداواحد ویگانہ کے اس عاشق صادق نے اسی میدان جنگ کو توحید اور توحید کے علمبرداروں کی عظمت کا نشان بنا دیا۔

آنحضرت ﷺ کی تبلیغی سرگرمیوں میں آپ کے حسن سلوک اور حسن تدبیر کو بھی نمایاں حیثیت حاصل ہے۔چنانچہ آپ کے حسن سلوک سے متاثر ہوکر بسااوقات پتھر دل موم بن کر آستانہ الٰہی پر پگھل جاتے اور اکڑی گردنیں رب کریم کے حضور اس طور پر جھک جائیں کہ جیسے ان میں کبھی اکڑتھی ہی نہیں اور اشدترین دشمن اس طور پر دوست بن جاتے کہ ان سے بڑھ کر کوئی دوست نہ ہوتا۔بطور مثال ایک تاریخی شہادت ملاحظہ ہو:

'یمامہ کا رئیس ثمامہ بن اثال اسلام کے اشدترین دشمنوں میں سے تھا۔ اور اسلام کی عداوت میں اس قدر آگے بڑھا ہوا تھا کہ مسلمانوں کے قتل کے درپے رہتا تھا۔ 6ہجری میں محمد بن مسلم نے اسے قید کر کے دربار نبوی میں حاضر کیا۔آنحضور ﷺ نے اسے دیکھتے ہی پہچان لیا۔باوجود اس کے کہ ثمامہ نے ایک بار حضرت نبی کریم ﷺ کے قتل کا بھی ارادہ کیا تھا۔آنحضرت ﷺ نے اسلام کے حسن کو عملی جامہ پہنا کر ارشاد فرمایا کہ ثمامہ کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے۔ثمامہ کو مسجد نبوی میں ستون کے ساتھ باندھ دیا گیا۔آنحضور ﷺ ہرروز اس کا حال دریافت فرماتے اور یہ آنحضور ﷺ کو جواب دیتا رہا کہ اگر آپ مجھے قتل کر دیں تو یہ آپ کا حق ہے۔کیونکہ میرے خلاف خون کا الزام ہے۔اگر احسان کریں تو آپ مجھے شکر گزار پائیں گے۔اوراگر آپ فدیہ لینا چاہیں تو میں دینے کے لیے تیار ہوں۔آنحضرت ﷺ نے تیسرے روز فرمایا کہ ''اسے کھول کر آزاد کردو'۔ثمامہ جلدی جلدی مسجد سے باہر نکل گیا۔لوگوں نے خیال کیا کہ اب یہ اپنے وطن چلا جائے گا۔مگر ثمامہ کا دل مفتوح ہو چکا تھا۔وہ جلدی نہا دھو کر واپس آیا اور آنحضرت ﷺ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا۔اس کے بعد آنحضرت ﷺ سے عرض کیا ''یا رسول اللہ !ایک وقت تھا کہ مجھے دنیا میں آپ کی ذات سے،آپ کے دین سے اور آپ کے شہر سے سب سے زیادہ دشمنی تھی۔لیکن اب آپ کی ذات آپ کا دین اور آپ کا شہر سب سے زیادہ محبوب ہے۔ثمامہ نے آنحضور ﷺ سے پھر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ کے آدمیوں نے جس وقت مجھے آپکڑا۔میں اس وقت خانہ کعبہ کے عمرہ کے لیے جارہا تھا۔اب حضور کا کیا ارشاد ہے۔آپ نے اجازت مرحمت فرمائی۔ثمامہ نے مکہ پہنچ کر برملا تبلیغ شروع کر دی۔ اس پر قریش کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔انہوں نے ثمامہ کو قتل کے ارادہ سے گھیر لیا۔مگر یہ سوچ کر کہ وہ یمامہ کا رئیس ہے اور یمامہ کے ساتھ مکہ والوں کے تجارتی تعلقات ہیں۔وہ اس خیال سے باز رہے۔اور ثمامہ کو برا بھلا کہہ کر چھوڑ دیا۔مگر ثمامہ کی طبیعت میں سخت جوش تھا۔اس نے مکہ سے رخصت ہوتے قریش سے کہا 'خدا کی قسم یمامہ کے علاقہ سے تمہیں ایک دانہ نہ آئے گا۔جب تک رسول ﷺ اس کی اجازت نہ دیں۔''

وطن پہنچ کر ثمامہ نے واقعی مکہ کی طرف قافلوں کی آمد ورفت روک دی۔ چونکہ مکہ کی خوراک کا بڑا حصہ یمامہ سے آتا تھا۔اس کی وجہ سے قریش مکہ سخت مصیبت میں مبتلا ہوئے، ابھی زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ انہوں نے گھبرا کر اپنے رئیس ابو سفیان بن حرب کو آنحضور ﷺ کی خدمت میں بھجوا کر رحم کے طلب گار ہوئے۔جس پر آنحضور ﷺ نے ثمامہ بن اثال کو ہدایت بھجوائی کہ ان قافلوں کی روک تھام نہ کی جائے۔چنانچہ اس طرح مکہ والوں کو مصیبت سے نجات ملی۔ثمامہ خلافت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انتخاب میں مسیلمہ کذاب کے فتنہ کے وقت پختگی سے اسلام پر قائم رہے۔ بلکہ بہت سے لوگوں کو مسیلمہ کذاب کے شر سے محفوظ رکھ کر اسلام کے جھنڈے کے نیچے جمع رکھا۔

صلح حدیبیہ کے بعد جب آنحضرت ﷺ کو تلوار کے جہاد سے کسی قدر فرصت ملی تو عرب میں تبلیغ کرنے کے علاوہ آپ نے اسلام کے عالم گیر مشن کے پیش نظر عرب کے اردگرد کے بادشاہوں کے نام تبلیغی خطوط بھجوانے کی تجویز کی تا جہاں اُنہیں اسلام کی حقیقت سے آگاہی ہو۔وہاں رعایا کو بھی اسلام کا پیغام پہنچایا جائے۔اور یہی آپ کی بعثت کی اصل غرض تھی۔چنانچہ آپ نے اس بارہ میں اپنے صحابہ سے مشورہ کیا۔جب مشورہ میں آپ سے عرض کیا گیا کہ دنیوی بادشاہوں کا یہ عام دستور ہے کہ مہر شدہ خط کے بغیر کسی اور خط کی طرف توجہ نہیں دیتے ہیں۔تو آپ نے ایک چاندی کی انگوٹھی تیار کروائی جس میں **محمد رسول اللہ** کے الفاظ کندہ کروائے گئے۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ ہر وہ تدبیر جو تبلیغ کے لیے مفید ہو اُسے اختیار کرنا 'وجادلھم بالتی ھی احسن،، کے مطابق مستحسن ہے۔یہ خطوط آنحضور ﷺ نے عرب کے چاروں اطراف کے بادشاہوں کے نام بھجوائے۔یعنی شمال میں روما کی مشہور سلطنت کے شہنشاہ قیصر کے نام اور شمال مشرق میں فارس کی مشہور سلطنت کے شہنشاہ کسریٰ کے نام اور شمال مغرب میں مصر کے بادشاہ مقوقش کے نام اور مشرق میں یمامہ کے رئیس ہوزۃ بن علی کے نام اور مغرب میں حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے نام جو عرب کے مقابل پر براعظم افریقہ میں ایک عیسائی حکومت تھی۔اور شمال میں عرب کے حدود کے ساتھ متصل ریاست غسان کے حاکم کے نام جو قیصر کے ماتحت تھا۔اسی طرح ایک خط آپ نے عرب کے جنوب میں یمن کے رئیس کی طرف بھجوایا تھا۔اور ایک خط عرب کے مشرق میں بحرین کے والی کی طرف بھی لکھا تھا۔ہرقل قیصر روم کے نام اپنے خط پہنچانے کے لیے آنحضور ﷺ نے اپنے ایک ہوشیار اور مخلص صحابی وحید بن خلیفتہ الطبی کو منتخب فرمایا اور اسے آپ نے اس مہم پر روانہ کرنے سے قبل یہ بشارت دی کہ خواہ وہ کامیاب ہو یا نہ ہو۔انشاء اللہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔پھر آپ نے اسے ہدایت فرمائی کہ میرا یہ خط پہلے کسریٰ کے رئیس کے پاس لے جاؤ جو عرب کے شمال میں قیصر کی طرف سے گویا موروثی گورنر یا حاکم تھا۔ (پھر اس کے توسط سے قیصر کے پاس پہنچو) آنحضرت ﷺ کا یہ طریق کار انتہائی دانشمندی اور حسن تدبیر کا نمونہ تھا۔کیونکہ آپ کو ان درباروں کے آداب کا خیال تھا اور آپ کے پیش نظر قرانی ہدایت **فقولا لہ قولًا لّيّنًا** تھی۔قیصر روم کے لیے یہ خط بھاری امتحان ثابت ہوا۔دوران تحقیقات ان الفاظ میں اس نے آنحضرت ﷺ کے دعویٰ کے بارہ میں اپنے تاثرات کا اظہار کیا۔''اے عرب کے لوگوں! میرا یہ خیال نہیں تھا کہ مدعی تم میں سے ہوگا۔اور اگر وہ باتیں جوتم نے مجھ سے بیان کی ہیں درست ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ وقت دور نہیں کہ یہ شخص اس زمین پر جو کہ اس وقت میرے دو پیروں کے نیچے ہے ضرور قابض ہوکر رہے گا۔اور اگر مجھے توفیق ملے تو میں اس کی ملاقات کے لیے پہنچوں اور اگر میں اس کے پاس پہنچوں تو اس کے قدموں کو دھو کر راحت پاؤں۔''ابوسفیان کا بیان ہے کہ اس کے بعد قیصر نے آنحضرت ﷺ کا خط منگوایا اور اسے دوبارہ سے پڑھنے کا حکم دیا۔ابوسفیان روایت کرتا ہے کہ اس خط کے پڑھنے کے بعد

دربار میں رومی رئیسوں کی آوازیں بلند ہونی شروع ہوگئیں۔اس وقت ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم باہر چلے جائیں۔جب میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ باہر آیا تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ محمد (ﷺ) کا ستارہ تو بہت چمکتا ہوا نظر آتا ہے۔کیونکہ روما کی حکومت کا بادشاہ اس سے خوف کھا رہا ہے۔اس کے بعد میں ہمیشہ اپنے آپ کو نیچا محسوس کرتا رہا اور میرا دل یقین سے پُر تھا کہ اب محمد (ﷺ) غالب ہو کر رہیں گے۔

ہرقل نے دربار میں بچشم خود دیکھا کہ رؤسا ہدایت کو قبول کرنے پر آمادہ نہیں تھے۔دوسرے موقعہ پر پھر اس نے رؤسا کو مخاطب کر کے ان سے کہا کہ ”اے میرے مملکت کے سردارو! اگر تمہیں اپنی فلاح اور بہبودی منظور ہے اور تم تباہی سے بچ کر ترقی کا راستہ دیکھنا چاہتے ہو اور اپنے ملک کو ہلاکت سے بچانے کے خواہاں ہو تو میرا یہ مشورہ ہے کہ اس نبی کو قبول کر لو جو عرب کی سر زمین میں مبعوث ہوا ہے۔یہ سن کر اس کے درباری ایسے بھڑے کہ جیسے جنگل کا گورخر بھڑتا ہے اور دربار سے فرار اختیار کرنے کے لیے دروازے کی طرف بڑھے جو ہرقل نے دانائی سے بند کروار کھے تھے۔اس پر ہرقل نے متکبر رئیسوں اور پادریوں کو واپس بلایا اور ان سے محبت کے انداز میں کہا کہ میں نے تو صرف تمہارا امتحان لیا تھا۔شکر ہے تم پختہ نکلے۔اس پر وہ خوش ہو گئے اور اس کے سامنے سجدہ میں گر گئے۔غرض اس طرح ہرقل اپنی زندگی کے بھاری امتحان میں فیل ہو گیا۔لیکن ہرقل والے خط سے یہ سبق ضرور ملتا ہے کہ سچی روح کی قربانی کے بغیر کوئی بڑی صداقت قبول نہیں کی جاسکتی۔ہرقل کے سوال و جواب جو اس نے ابو سفیان سے کیے تھے۔اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ غیر معمولی عقل کا انسان تھا۔جس نے سلسلہ رسالت اور ایمانیت کا بہت گہرا مطالعہ کیا ہوا تھا۔اس نے اپنے درباریوں کو جس تدبیر سے اپنا ہم خیال بنانے کی کوشش کی بھی اس کے جزبہ دین داری کی دلیل ہے۔لیکن بایں ہمہ وہ ایمان کی نعمت سے محروم رہا اور آنحضرت ﷺ نے یہ حالت سن کر بجا فرمایا تھا جو حرف بحرف زبردست پیشگوئی کے رنگ میں پورا ہوا۔کہ ’ایرانی حکومت تو فوراً پاش پاش کر دی جائے گی۔مگر رومی حکومت کو خدا کچھ مہلت عطا کرے گا۔‘‘

تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ ہرقل نے آنحضرت ﷺ کے اس تبلیغی خط کو ایک تبرک کے طور پر محفوظ رکھا۔اور وہ کئی سو سال تک اس خاندان میں محفوظ رہا۔چنانچہ روایت آتی ہے کہ جب شاہ منصور تلاون جو ساتویں صدی ہجری میں گزرا ہے۔ایک دفعہ ملک الفرنج کے پاس گئے۔تو اس وقت ملک مذکور نے انہیں دکھانے کے لیے ایک سنہری ڈبہ منگوایا۔اور اس کے اندر سے ایک ریشمی رومال میں لپٹا ہوا خط نکال کر انہیں دکھایا۔

(انسائکلو پیڈیا آف اسلام جلد 2 صفحہ 87-680)

پھر آنحضرت ﷺ نے کسریٰ کے نام اپنا تبلیغی خط بحرین کے گورنر کے توسط سے اپنے ایک مخلص صحابی **عبداللہ بن حذائفہ**ؓ کے ذریعہ بھجوایا تھا۔جب ترجمان نے یہ خط اس کو سنایا تو اس نے یہ کہتے ہوئے خط کو ریزہ ریزہ کر دیا کہ میرا غلام ہو کر مجھے اس طرح مخاطب کرتا ہے۔روایت آتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کو کسریٰ کی اس حرکت کی اطلاع پہنچی تو آپ نے دینی غیرت کے جوش میں فرمایا:

”کہ اب یہ لوگ خود ریزہ ریزہ کر دئے جائیں گے۔‘‘

کسریٰ نے یہیں پر بس نہیں کیا بلکہ اپنے گورنر کو حکم دیا کہ دو طاقت ور آدمی بھجواؤ جو اسے گرفتار کر کے ہمارے سامنے حاضر کریں۔جب یہ نمائندے مدینہ پہنچے تو انہوں نے آنحضرت ﷺ کو بطریق احسن سمجھایا کہ بہتر ہو کہ آپ ہمارے ساتھ چلیں۔وگرنہ کسریٰ آپ کے ملک اور قوم کو تباہ کر دیگا۔آپ نے یہ سن کر تبسم فرمایا۔اور جواب میں اسلام کی تبلیغ کی اور فرمایا آج رات ٹھہرو میں انشاء اللہ کل جواب دونگا۔دوسرے دن وہ جواب کے لیے آئے تو حضور نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ

”اپنے آقا (والئی یمن) سے جا کر کہہ دو کہ میرے رب یعنی خدائے ذوالجلال نے اس کے رب یعنی (کسریٰ) کو آج رات قتل کر دیا ہے‘‘۔آنحضرت ﷺ کا یہ جواب نہایت شان کے ساتھ سچا ثابت ہوا۔

علاوہ قیصر و کسریٰ کے آنحضرت ﷺ نے مقوقس شاہ مصر کے نام اپنا تبلیغی خط اپنے بدری صحابی **حاطب بن بلطعہ**ؓ کے ہاتھ بھجوایا۔اور حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے نام آنحضرت ﷺ کا تبلیغی خط حضرت عمر بن امیہ لے گئے تھے۔پھر اس کے بعد آنحضور ﷺ نے اپنا پانچواں خط غسان کے رئیس کے نام اپنے ایک مخلص صحابی **شجاع بن وھب**ؓ کے ہاتھ بھجوایا۔اور اس کے بعد حضرت **سلیط بن عمر**ؓ نے آنحضرت ﷺ کا ایک تبلیغی خط **ہمامہ** کے رئیس کے سامنے پیش کیا۔

صلح حدیبیہ کے بعد آنحضرت ﷺ کی تبلیغی مصروفیات بہت زیادہ بڑھ گئیں تھیں۔بادشاہوں کو تبلیغی خطوط کے علاوہ قرب و جوار میں تبلیغی سرگرمیاں جاری رہیں۔اور انہیں ایام میں باہر سے وفود تلاش حق کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ انہیں اسلام کی تبلیغ کرتے۔

چنانچہ اہل طائف نے جب آنحضرت ﷺ کی غزوہ تبوک میں غیر معمولی کامیابی کی خبر سنی تو انہیں یقین ہو گیا کہ آپ کے ساتھ خدائی طاقت نہ ہوتی تو ایسی عظیم الشان کامیابی ممکن نہ ہوتی۔چنانچہ انہوں نے اپنے سردار عبد یالیل بن عمرو کو اپنا نمائندہ بنا کر مدینہ بھیجا۔مدینہ پہنچنے پر آنحضرت ﷺ نے اس کی بڑی عزت کی۔اور اس کے لئے مسجد نبوی کے صحن میں خیمہ نصب کروا دیا۔اس نے اپنی طرف سے اور اپنی قوم کی طرف سے آنحضرت ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔اور اپنے وطن واپس چلا گیا۔(ابوداؤد)

انہیں دنوں قبیلہ بنی تمیم کا وفد بھی متلاشیان حق بن کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور صداقت کو پرکھنے کے لیے جو معیار انہوں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کیا وہ بھی اپنے رنگ میں ایک نرالہ معیار ہے۔انہوں نے اپنے خطیب اور شاعروں کو آنحضرت کے خطیب اور شاعروں کے مقابلہ میں پیش کیا۔اور جب اسلامی خطیب اور شاعر نے نہایت سادہ مگر پُر اثر انداز میں توحید الٰہی اور تبلیغ اسلام کا کا مضمون ادا کیا تو بنی تمیم پر اس کا اس قدر اثر ہوا کہ انہوں نے اپنی گردنیں خدائے واحد و یگانہ کے حضور جھکا لیں اور مسلمان ہو گئے۔

پھر نجران کے عیسائیوں کا وفد بھی انہیں دنوں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔جس میں ستر (70) کے قریب آدمی تھے۔حسب معمول آنحضرت ﷺ نے اس وفد کے ساتھ بھی حسن سلوک فرمایا۔اور انہیں مسجد نبوی اُتارا۔جب گفتگو کرتے کرتے اتوار کا دن درمیان میں آگیا تو آپ نے اُنہیں مسجد نبوی میں ہی عبادت کرنے کی اجازت دی۔

آنحضرت ﷺ آغاز نبوت سے زندگی کے آخری لمحہ تک اپنے فرض منصبی سے کبھی بھی غافل نہیں ہوئے۔خدا کا یہ برگزیدہ انسان اور محبوب رسول ہر دور میں خدا کا پیغام پہنچاتا رہا ہے۔پہلے افراد نے آپ کی تبلیغ سے اسلام قبول کیا۔پھر قبائل میں اسلام پھیلا۔وفود آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔اور تبلیغی وفود باہر جانے لگے۔دیار و امصار میں اسلام کا ڈنکہ بجنے لگا۔غرض خدا کے برگزیدہ رسول کا اوڑھنا بچھونا 63 سال تک خدا کا پیغام پہنچانا ہی تھا آپ نے ہر حالت میں تبلیغ کی۔چنانچہ لاکھوں کے مجمع نے اس وقت جب کہ آپ نے حجۃ الوداع کا خطبہ ارشاد فرمانے کے بعد بلند آواز سے فرمایا” **ھل بلّغتُ**“ یعنی کیا میں نے احکام الٰہی تم کو پہنچا دیئے۔یک زبان ہو کر سب نے جواب دیا ”ہاں“۔ان سب نے جواب دیا جو آپ کے لیل و نہار سے واقف تھے۔اور آپ کی ہر حرکت و سکون سے واقف تھے۔” **نعم**“ کہ ہاں بے شک آپ نے پیغام الٰہی ہم تک پہنچا دیا ہے۔پھر سرکار دو جہاں، مبلغ اعظم حضرت محمد مصطفی ﷺ نے فرمایا

”اے اللہ تو گواہ رہنا کہ میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا ہے۔“

چنانچہ اپنے کامیاب مشن کی کامیاب تکمیل کے بعد ’اللّٰھم بالرفیق الاعلیٰ‘ کہتے ہوئے اس فانی دنیا کو چھوڑ کر اپنے مولیٰ حقیقی سے جا ملے۔

اللھم صل علی محمد و بارک وسلم انک حمید مجید۔

نوٹ: اس مضمون کو ترتیب دینے میں زیادہ تر محترم حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مرحوم و مغفور کی تقریر جلسہ سالانہ 1985ء سے استفادہ کیا گیا ہے۔مرحوم کی بلندی درجات کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

❀❀❀

بھیج درود اُس محسن پر تو دن میں سو سو بار۔ پاک محمد مصطفیٰ نبیوں کا سردار

شمشاد احمد ناصر۔ امریکہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلۂ نبوت میں سے اعلیٰ درجہ کا جوانمرد نبی اور زندہ نبی اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبی صرف ایک مرد کو جانتے ہیں یعنی وہی نبیوں کا سردار، رسولوں کا فخر، تمام مرسلوں کا سرتاج جس کا نام محمد مصطفیٰ و احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کے زیر سایہ دس دن چلنے سے وہ روشنی ملتی ہے جو پہلے اس سے ہزار برس تک نہیں مل سکتی تھی.........سو آخری وصیت یہی ہے کہ ہر ایک روشنی ہم نے رسول نبی امی کی پیروی سے پائی ہے اور جو شخص پیروی کرے گا۔ وہ بھی پائے گا اور ایسی قبولیت اس کو ملے گی کہ کوئی بات اس کے آگے انہونی نہیں رہے گی۔ زندہ خدا جو لوگوں سے پوشیدہ ہے اُس کا خدا ہوگا اور جھوٹے خدا سب اس کے پیروں کے نیچے کچلے اور روندے جائیں گے۔ وہ ہر ایک جگہ مبارک ہوگا اور الٰہی قوتیں اُس کے ساتھ ہوں گی۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

(سراج منیر، روحانی خزائن، جلد 12 صفحہ 82)

’’وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا، یعنی انسان کامل کو وہ ملائک میں نہیں تھا، نجوم میں نہیں تھا، قمر میں نہیں تھا، آفتاب میں بھی نہیں تھا، وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا، وہ لعل اور یاقوت اور زمرد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا، غرض وہ کسی چیز ارضی اور سماوی میں نہیں تھا۔ صرف انسان میں تھا یعنی انسان کامل میں جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سید و مولیٰ، سید الانبیاء سید الاحیاء محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ سو وہ نور اس انسان کو دیا گیا اور حسب مراتب اس کے تمام ہمرنگوں کو بھی یعنی ان لوگوں کو بھی جو کسی قدر وہی رنگ رکھتے ہیں.........اور یہ شان اعلیٰ اور اکمل اور اتم طور پر ہمارے سید ہمارے مولیٰ ہمارے ہادی نبی امی صادق مصدوق محمد مصطفیٰ ﷺ میں پائی جاتی تھی۔‘‘ (آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن، جلد 5، صفحہ: 165-166)

اس وقت دنیا کے ایک کثیر حصہ میں اور خصوصاً مسلمانوں میں بے چینی پائی جاتی ہے کہ ایک بد بخت اور اس کے ساتھیوں نے ایک ایسی فلم تیار کی جس سے ہمارے سید و مولیٰ ہمارے پیارے نبی ہمارے ہادی کامل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان میں گستاخی ہوئی۔ العیاذ باللہ، ہم ایسے قبیح، مکروہ فعل کی بے حد و بے حساب مذمت کرتے ہیں۔ اور مسلمان ساتھیوں کو، بھائیوں اور بہنوں، بچوں کو اس خاص امر کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں جس کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ○

(سورۃ الاحزاب 57:33)

یقیناً خدا اور اس کے سارے فرشتے اس نبی کریم پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایماندارو! تم بھی اس پر درود بھیجو اور نہایت اخلاص اور محبت سے اس کے لیے سلامتی مانگتے رہو۔

پس اس تعفن کو، اس بے چینی کو جسے آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخی کر کے پیدا کی گئی ہے دور کرنے کیلئے کثرت سے درود شریف پڑھا جائے جس قدر آپ پر درود بھیجا جائے گا اسی قدر اس فضاء سے یہ تعفن دور ہو کر فضاء درود شریف سے معطر ہو جائے گی۔

احادیث نبویہ میں بھی درود شریف کے برکات کا ذکر ملتا ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم ہر روز کثرت سے آنحضرت ﷺ پر درود شریف پڑھنے کو اپنا معمول بنالیں۔

احادیث نبویہ میں درود شریف کی برکتیں

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجے گا اس پر اللہ تعالیٰ دس بار درود بھیجے گا۔

یعنی اللہ تعالیٰ اس کی کوتاہیاں معاف کر دے گا اور ان کے شر سے اسے محفوظ رکھے گا، اسے عظمت و رفعت بخشے گا، اسے خیر و برکت نصیب کرے گا۔ اس کے اچھے مقاصد کو پورا کریگا، اس کے مستقبل کو سنوار دے گا، اسے اپنی رحمت کا مورد بنائے گا اور اسے ناپسندیدہ باتوں سے پاک کرے گا اور پسندیدہ امور سے آراستہ کرکے خود اس کی مدح و ثناء کرے گا اور اپنے ملائکہ اور اپنے پاک بندوں کی زبان سے بھی اس کی ستائش کرائے گا۔

(ہدایہ مبارک: رسالہ درود شریف مرتبہ حضرت مولوی محمد اسماعیل حلال پوریؒ 1934ء، صفحہ 151)

ایک اور حدیث میں درود شریف کی یہ برکت آتی ہے: حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس نے مجھ پر درود بھیجنا چھوڑا اس نے جنت کی راہ کو چھوڑ دیا۔

درود شریف کا اجر اور ثواب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی مجھ پر سلام بھیجے گا اس کا جواب دینے کے لیے اللہ تعالیٰ میری روح کو واپس لوٹا دے گا تاکہ میں اس کے سلام کا جواب دے سکوں۔ (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجنے والے کو اس درود کا ایسا اجر اور ثواب ملے گا جیسے خود حضورؐ سلام و درود کا جواب مرحمت فرما رہے ہوں۔)

(سنن ابو داؤد، کتاب المناسک، باب زیارۃ القبور)

درود کیسے بھیجا جائے

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ہمارے ہاں تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسولؐ! ہمیں یہ تو معلوم ہے کہ آپؐ پر سلام کس طرح بھیجا جائے لیکن یہ پتہ نہیں کہ آپؐ پر درود کیسے بھیجیں۔ آپؐ نے فرمایا، تم مجھ پر اسطرح درود بھیجا کرو:

اے اللہ! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل پر درود بھیج جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل پر درود بھیجا ہے۔ تو بہت ہی تعریف والا اور بزرگی والا ہے۔

اے اللہ! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل پر برکات نازل فرما۔ جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل پر برکات نازل کیں۔ تو بہت ہی تعریف والا اور بزرگی والا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ باب الصلوۃ علی النبی)

نماز میں درود شریف پڑھنا لازمی ہے

حضرت فضالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز میں دعا کرتے ہوئے سنا۔ نہ اُس نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا۔ اس نے جلد بازی سے کام لیا ہے اور صحیح طریق سے دعا نہیں کی۔ آپؐ نے اس شخص کو بلایا اور فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی نماز میں دعا کرنے لگے تو پہلے اپنے رب کی حمد و ثناء کرے، پھر نبی کریمؐ پر درود بھیجے اس کے بعد حسب منشاء دعا کرے۔

(سنن ابو داؤد، کتاب الصلوۃ باب الدعا)

آنحضرت ﷺ پر درود پوری توجہ اور عقیدت سے اور حقیقی محبت اور دلسوزی کے ساتھ بھیجنا چاہئے اور یہ کہ محض کثرت شمار کوئی خاص فضیلت کی بات نہیں بلکہ فضیلت اس بات میں ہے کہ آنحضرت ﷺ پر بہتر سے بہتر طور پر درود بھیجا جائے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مجھ پر درود بھیجا کرو تمہارا مجھ پر درود بھیجنا خود تمہاری پاکیزگی اور ترقی کا ذریعہ ہے۔

اس حدیث کا مضمون بالکل واضح ہے درود شریف پاکیزگی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ اس سے خیالات پاک ہوتے ہیں اور اعمال پاک ہوجاتے ہیں۔ اگر کسی نے تجربہ کرنا ہو تو ضرور بالضرور کرے، اگر کثرت سے ہزاروں کی تعداد میں درود شریف تو پڑھ لیا، ساتھ ہی رشوت بھی لی۔ ساتھ ہی بے ایمانی بھی کی، ساتھ ہی دوسروں کو ایذا بھی دی۔ تو درود شریف کی برکتیں خود تم نے اپنے ہاتھ سے ضائع کردیں کیونکہ درود شریف پڑھنے سے ایک تو خدا کی محبت دل میں زور پکڑتی ہے دوسرے رسول اللہ ﷺ سے محبت اور دلی لگاؤ پیدا ہو جاتا ہے اور انسان وہ کام کرتا ہے جو رسول خدا ﷺ نے کئے تھے۔ گویا وہ سنت رسول کا عاشق اور پیروکار ہو جاتا ہے۔ درود شریف انسان کو روحانی بیماریوں سے پاک کر کے اعلیٰ کمالات بخشتا ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں آنحضرت ﷺ پر کثرت سے درود پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

❀❀❀

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مذہبی رواداری اور بے مثال عملی نمونے

حافظ سید رسول نیاز، مبلغِ سلسلہ سکندر آباد

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓی اِبْرٰھٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی وَمَآ اُوْتِیَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّھِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْھُمْ ۖ وَنَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُوْنَ○
(سورۃ البقرۃ:137)

ترجمہ: تم کہہ دو ہم اللہ پر ایمان لے آئے اور اس پر جو ہماری طرف اتارا گیا اور جو ابراہیم اور اسماعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اس کی اولاد کی طرف اتارا گیا۔ اور جو موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا اور اس پر بھی جو سب نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے عطا کیا گیا۔ ہم ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اُس کا ہے محمد دلبر میرا یہی ہے
سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے
وہ آج شاہِ دیں ہے وہ تاجِ مرسلیں ہے
وہ طیب و امیں ہے اس کی ثناء یہی ہے

گذشتہ کچھ دنوں سے ریاست آندھرا پردیش میں مذہب کے نام پر کشیدگی پیدا ہوئی ہے۔ اس معاملہ میں گرفتاریاں بھی ہوئیں ہیں۔ تقریباً سبھی مذہبی رہنماؤں اور سیاسی قائدین نے اعلان کیا کہ کسی کے بھی مذہب کی توہین کرنا غلط ہے۔ گو یہ ایک خوش آئند امر ہے۔ لیکن افسوس اس امر کا بھی ہے کہ بعض لوگ اس کے ردّعمل کے طور پر اظہار مذمت اور تردید میں زیادتی سے کام لیتے ہوئے نہیں امور کے مرتکب ہوئے جو مناسب نہیں تھے اور تردیدی بیانات میں دوسروں کے جذبات کو مجروح کرنے پر وہ بھی زیر حراست ہیں۔

اِن حالات میں مذہبی رواداری کی فضاء کو خوشگوار کرنے کی سخت حاجت ہے۔ بعض ٹی۔ وی۔ چینلز اس معاملہ پر خصوصی پروگرام پیش کر رہے ہیں۔ انسان ہمیشہ ایک اسوۂ حسنہ کا محتاج ہے جس سے وہ متاثر ہو کر نیک راہ پر گامزن ہوتا ہے۔ ہم یقین رکھتے ہیں کہ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ابتدائے آفرینش سے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کو مختلف اقوام میں مبعوث کرکے عوام الناس کیلئے ایک Roll Model کے طور پر پیش کیا ہے۔ جس وقت ساری دنیا کے تعلقات مستحکم ہو کر پورا عالم ایک Global Village کے طور پر تبدیل ہونے والا تھا تو رب العلمین، خالق کائنات نے بانیٔ اسلام سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعلمین بنا کر مبعوث فرمایا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ ایک آفاقی پیغام لائے ہیں جو بین الاقوامی مسائل کو صلح و آشتی کے ساتھ حل کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے ایک بنیادی تعلیم یہ پیش کی کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم میں اپنے اوتار اور روحانی مصلح کو بھجوایا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْرٌ○ (سورۃ الفاطر:25) یعنی اور کوئی امت نہیں مگر ضرور اس میں کوئی ڈرانے والا گزرا ہے۔ پھر ایک اور موقعہ پر فرمایا وَلِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ○ (سورۃ الرعد:8) یعنی ہر قوم کیلئے ایک رہنما ہوتا ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے یہ صراحت بھی کر دی ہے کہ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِکَ مِنْھُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَیْکَ وَمِنْھُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَیْکَ (سورۃ المؤمن:79) ترجمہ: اور یقیناً ہم نے تجھ سے پہلے بھی پیغمبر بھیجے تھے بعض ان میں سے ایسے تھے جن کا ذکر ہم نے تجھ سے کر دیا ہے اور بعض ان میں سے ایسے تھے جن کا ہم نے تجھ سے ذکر نہیں کیا۔

اِن تعلیمات کی روشنی میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے ہر متبع یعنی ہر مسلمان کا یہ عقیدہ ہونا چاہئے کہ ہر قوم و ملک میں خدا کے برگزیدہ رسول آئے ہیں۔ اِن تمام انبیاء کی قدر و منزلت کو برقرار رکھنے کیلئے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مذہبی رواداری کیلئے ایک بنیادی اور اہم اصول کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ مذہبی مباحث کے دوران کبھی بھی طیش میں آکر ایک دوسرے کی ہتک نہیں کرنی چاہئے۔ جیسا کہ فرماتا ہے وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَیَسُبُّوا اللّٰہَ عَدْوًۢا بِغَیْرِ عِلْمٍ ؕ کَذٰلِکَ زَیَّنَّا لِکُلِّ اُمَّۃٍ عَمَلَھُمْ (سورۃ الانعام:109) یعنی اور تم ان کو گالیاں نہ دو جن کو وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں ورنہ وہ دشمنی کرتے ہوئے بغیر علم کے اللہ کو گالیاں دیں گے۔ اسی طرح ہم نے ہر قوم کو ان کے کام خوبصورت بنا کر دکھائے ہیں۔

قارئین کرام! اس آیت کریمہ میں مذہبی رواداری کی عظیم الشان تعلیم دی گئی ہے کہ اپنے مخالفین کے جھوٹے معبودوں کو بھی گالیاں نہ دو کیونکہ ہر شخص کو اپنا ایمان ہی درست دکھائی دیتا ہے۔ اس لیے آنحضرتؐ نے ہمیشہ دیگر مذاہب کا احترام کیا ہے۔ چنانچہ آنحضرتؐ سن 10 نبوی میں سفر طائف سے زخمی حالت میں واپس ہوتے ہوئے طائف سے تین میل کے فاصلہ پر مکہ کے رئیس عتبہ بن ربیعہ کے انگورستان میں آرام کیلئے تشریف فرما تھے۔ تو انگورستان کے مالک عتبہ و شیبہ نے عداس نامی اپنے غلام کے ہاتھ سے آپ کی خدمت میں انگور بھجوائے۔ آپؐ نے عداس سے پوچھا تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ اور کس مذہب کے پابند ہو؟ تو اس نے کہا ”میں نینوا کا ہوں اور مذہباً عیسائی ہوں“ آپؐ نے فرمایا۔ ”کیا وہی نینوا جو خدا کے صالح بندے یونس بن متّی کا مسکن تھا۔“ عداس نے کہا ”ہاں۔ مگر آپؐ کو یونس کا حال کیسے معلوم ہوا؟“ آپؐ نے فرمایا ”وہ میرا بھائی تھا۔ کیونکہ وہ بھی اللہ کا نبی تھا اور میں بھی اللہ کا نبی ہوں“ (سیرت خاتم النبیین صفحہ 183) اس سے وہ شخص خوشی سے لبریز ہو گیا اور آپؐ کے دستِ مبارک چومنے لگا۔ ایک اور موقعہ پر آپؐ نے فرمایا ”مَا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ اَنْ یَّقُوْلَ اَنَا خَیْرٌ مِنْ یُوْنُسَ بْنِ مَتّٰی (بخاری شریف جلد دوم، باب التفاسیر) یعنی آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ”مجھے یونس بن متی پر فضیلت مت دو“۔ اگلی حدیث حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس میں فَقَدْ کَذَبَ یعنی ایسا کہنے والا جھوٹ کہتا ہے کہ الفاظ بھی پائے جاتے ہیں۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک بار ایسا ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے تھے یہودی (فخاص) آیا، کہنے لگا، ابو القاسمؐ تمہارے ایک صحابیؓ (حضرت ابوبکر صدیقؓ) نے میرے منہ پر تھپڑ مارا ہے، آپؐ نے پوچھا کس نے؟ اس نے کہا ایک انصاری نے۔ (آپؐ نے صحابہؓ سے) فرمایا اس کو بلاؤ۔ وہ آیا، آپؐ نے پوچھا کیا تو نے اس کو مارا، وہ کہنے لگا (جی ہاں) ہوا یہ کہ میں نے اس کو بازار میں یوں قسم کھاتے سنا۔ قسم اس کی جس نے موسیٰؑ کو سب آدمیوں پر بزرگی دی۔ میں نے کہا او خبیث کیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اور مجھ کو غصہ آ گیا میں نے ایک تھپڑ مار دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا لَا تُخَیِّرُوْا بَیْنَ الْاَنْبِیَآءِ کہ دیکھو پیغمبروں میں ایک کو دوسرے پر اس طرح بزرگی نہ دیا کرو قیامت کے دن ایسا ہوگا کہ لوگوں کو غش آ جائے گا سب سے پہلے زمین پھٹ کر مَیں باہر نکلوں گا کیا دیکھوں گا موسیٰؑ عرش کا ایک پایہ تھامے ہوئے ہیں۔ اب معلوم نہیں کہ وہ بیہوش ہوں گے اور مجھ سے پہلے ہوش میں آ جائیں گے یا طور پر جو بے ہوش ہوئے تھے وہی ان کیلئے کافی ہوگی۔

(بخاری جلد اول صفحہ 950 کتاب فی الخصومات، باب ما یذکر فی الاشخاص و الخصومۃ بین المسلم والیہود)

ایک دوسری حدیث میں لَا تُخَیِّرُوْنِیْ فِی الْمُوْسٰی یعنی موسیٰ پر مجھ کو فضیلت مت دو کے الفاظ بھی آتے ہیں۔ اس موقعہ پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے وضاحت پیش کی تھی کہ یا رسول اللہ! پہل اس یعنی یہودی نے کی ہے۔ پھر بھی آنحضرتؐ نے مذکورہ بالا الفاظ فرمائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت، ہر موقعہ پر انسانی اقدار اور مذہبی رواداری کے قیام کی کوشش کیا کرتے تھے اور صحابہ کرام خود بھی آپؐ کے نقش قدم پر چلا کرتے تھے۔ اس کی ایک مثال یوں ہے کہ عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ سہل بن حنیف اور قیس بن

سعد (صحابیؓ) دونوں قادسیہ میں بیٹھے کہ اتنے میں ایک جنازہ سامنے سے گزرا وہ دونوں کھڑے ہوگئے۔ لوگوں نے کہا یہ جنازہ تو یہاں کی رعیت یعنی ذمی شخص کا ہے۔ انہوں نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی اسی طرح ایک جنازہ گزرا تھا۔ آپؐ کھڑے ہوگئے۔ لوگوں نے کہا یہ یہودی کا جنازہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا أَلَيْسَتْ نَفْساً کیا یہودی کی جان نہیں ہے۔

(بخاری جلد اول، صفحہ 571، کتاب الجنائز باب من قام لجنازۃِ یھودیٍّ)

پس اس تعلیم کی رو سے ہر مسلمان کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ وہ تمام مذاہب کے بانیوں کا دل کی گہرائیوں سے احترام کرے اور کوئی لفظِ اہانت کا اپنے منہ سے نہ نکالے۔ لیکن یہ افسوس کا مقام ہے کہ اس قدر صریح تعلیم کے باوجود چند مسلمان ہندوستان میں یا چین میں یا فارس میں یا دنیا کے کسی اور خطہ میں ظاہر ہونے والے اوتار یا رسول پر ایمان نہیں لاتے ہیں بلکہ جو انہیں نبی یا رسول مانتا ہے اسے بھی خارج از اسلام قرار دیتے ہیں۔ یقیناً اسلام کی اِس پاک اور امن بخش تعلیم سے روگردانی کرکے مسلمانوں نے ناتلافی نقصان اٹھایا ہے۔ جہاں انہیں اقتدار اور خدمتِ خلق سے محرومی ہوئی وہیں ساری دنیا میں قیامِ امن کا جو سنہرا اور لطیف اصول تھا اس سے صحیح رنگ میں اہلِ دنیا کو مستفیض نہیں کرسکے۔ اور یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ بعض مسلمانوں کے اعمال کی وجہ سے اسلام کی پُر امن اور حسین تعلیم کے متعلق غیر مذاہب والوں کے خیالات نفرت میں تبدیل ہوگئے ہیں۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق عین وقت پر سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو مسیح موعود و مہدیٔ معہود کے طور پر مبعوث فرمایا۔ جنہوں نے 23/مارچ/1889 کے دن جماعتِ احمدیہ کی بنیاد رکھی۔ آپ نے قرآنِ کریم کی حقیقی تعلیم سے دنیا کو آشکار کیا اور اسلام کے اس امن بخش اصول کو پیش فرمایا۔ متعدد مقامات پر واشگاف الفاظ میں اعلان فرمایا کہ مَیں اور میری جماعت ازروئے شریعتِ اسلام تمام نبیوں، رسولوں، رشی، منی، اوتاروں کو خواہ وہ کسی ملک اور قوم میں ظاہر ہوئے ہوں ان کو منجانب اللہ تسلیم کرتی ہے اور ان کی لائی ہوئی تعلیمات ان کے نزول کے لحاظ سے منجانب اللہ یقین کرتی ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

”پس یہ اصول نہایت پیارا اور امن بخش اور صلحکاری کی بنیاد ڈالنے والا اور اخلاقی حالتوں کو مدد دینے والا ہے کہ ہم اُن تمام نبیوں کو سچا سمجھ لیں جو دنیا میں آئے خواہ ہند میں ظاہر ہوئے یا فارس میں یا چین میں یا کسی اور ملک میں اور خدا نے کروڑہا دلوں میں ان کی عزت اور عظمت بٹھادی اور اُن کے مذہب کی جڑ قائم کردی اور کئی صدیوں تک وہ مذہب چلا آیا۔ **یہی اصول ہے جو قرآن نے ہمیں سکھلایا** اُسی اصول کے لحاظ سے ہم ہر ایک مذہب کے پیشوا کو جن کی سوانح اِس تعریف کے نیچے آگئی ہیں عزّت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ گو وہ ہندوؤں کے مذہب کے پیشوا ہوں یا فارسیوں کے مذہب کے یا یہودیوں کے مذہب کے یا عیسائیوں کے مذہب کے۔“

(تحفہ قیصریہ، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 259)

مہاتما بدھ کے متعلق فرماتے ہیں۔

”بدھ کی نسبت دعویٰ کیا گیا کہ وہ شیطان سے آزمایا گیا۔۔۔۔ مگر بدھ کے استقلال کے سامنے اس کی کچھ پیش نہ گئی اور بدھ اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب کو طے کرتا گیا اور آخر کار ایک لمبی رات کے بعد یعنی سخت آزمائشوں اور دیرپا امتحانوں کے پیچھے بدھ نے اپنے دشمن یعنی شیطان کو مغلوب کیا اور سچے علم کی روشنی اس پر کھل گئی اور صبح ہوتے ہی یعنی امتحان سے فراغت پاتے ہی اس کو تمام باتوں کا علم ہوگیا اور جس صبح کو یہ بڑی جنگ ختم ہوئی وہ بدھ مذہب کی پیدائش کا دن تھا۔ اُس وقت گوتم کی عمر پینتیس برس کی تھی اور اُس وقت اس کو بدھ یعنی نور اور روشنی کا خطاب ملا اور جس درخت کے نیچے وہ اُس وقت بیٹھا ہوا تھا وہ درخت نور کے درخت کے نام سے مشہور ہوگیا۔“

(مسیح ہندوستان میں، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 73,74)

مذہب نہیں سکھا تا آپس میں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم، وطن ہے ہندوستاں ہمارا

قارئینِ کرام! بانیٔ اسلام حضرت اقدس محمد مصطفیٰ و احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذہبی رواداری کا ایک اور زریں اصول یہ بیان فرمایا کہ دین کے معاملہ میں جبر ہرگز جائز نہیں ہے۔ بلکہ ہر ایک کو حریتِ ضمیر حاصل ہونی چاہئے۔ قرآنِ کریم نے دائمی طور پر یہ اعلان کیا کہ لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ (سورۃ البقرہ: 257) یعنی دین میں جبر ہرگز جائز نہیں ہے۔ اِس آیت کریمہ میں زبردستی کسی کا ایمان بدلنے کی کلیۃً مناہی ہے۔ اور اس کے معنے یہ بھی ہیں کہ دین کے معاملات میں ذرہ بھر بھی جبر جائز نہیں ہے۔ تاقیامت یہ قانون بنادیا گیا ہے۔

مسلمان ایمان رکھتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفیؐ عالمگیر رسول ہیں۔ آپ کا لایا ہوا پیغام تمام بنی آدم کیلئے ہدایت اور رحمت ہے۔ خداتعالیٰ نے آپؐ کے ذریعہ یہ صلح و آشتی پر مبنی اعلان کروایا کہ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ قف فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ (سورۃ الکہف: 30) یعنی تو کہہ دے کہ بے شک حق وہی ہے جو تمہارے ربّ کی طرف سے ہو۔ پس جو چاہے وہ ایمان لائے اور جو چاہے سوانکار کرے۔

بعض شدت پسند اور کٹر لوگوں کا یہ الزام سراسر غلط اور بے بنیاد ہے کہ لوگوں کو تلوار کے زیرِ سایہ اسلام میں داخل کیا گیا ہے۔ اِس زاویہ سے جب ہم حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو دیکھتے ہیں تو ہمیں ایک بھی واقعہ ایسا نظر نہیں آتا کہ کسی کو جبراً مسلمان بنایا گیا ہو۔ بلکہ سنگین مجرموں اور قابلِ سزا جنگی لوگوں کو بھی انہیں اپنے مذہب پر قائم رہنے کی اجازت کے ساتھ معاف کیا گیا ہے۔

رسولِ کریمؐ جب مکہ سے مدینہ گئے تو وہاں کے مختلف قبائل آزادانہ زندگی کے عادی تھے۔ اور ہر قبیلہ اپنی جگہ آزاد تھا۔ جس کی وجہ سے لوگوں میں آوارگی اور جرم کی انتہا تھی۔ کوئی قانون نہیں تھا جس کی لوگ پابندی کریں۔ چنانچہ آپؐ نے ایک معاہدہ طے کروایا تاکہ شہر مدینہ میں امن قائم ہو اور مختلف الاقوام باشندوں کی حفاظت اور فلاح و بہبودی کا معقول انتظام ہوسکے۔ اور باوجود مسلمانوں کی اکثریت ہونے کے اس معاہدہ میں مذہبی آزادی کو برقرار رکھنے کیلئے دوسری شق یہ مقرر فرمائی کہ **یہودی اپنے مذہب پر قائم رہیں گے اور مسلمان اپنے مذہب پر قائم رہیں گے۔** اِس معاہدہ کے نتیجہ میں ساکنانِ مدینہ کو حاصل ہونے والے فوائد اور آنحضرتؐ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطاشدہ مقام کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”اہلِ کتاب اور مشرکینِ عرب نہایت درجہ بدچلن ہوچکے تھے اور بدی کرکے سمجھتے تھے کہ ہم نے نیکی کا کام کیا ہے اور جرائم سے باز نہیں آتے تھے اور امنِ عامہ میں خلل ڈالتے تھے تو خداتعالیٰ نے اپنے نبی کے ہاتھ میں عنانِ حکومت دے کر اُن کے ہاتھ سے غریبوں کو بچانا چاہا اور چونکہ عرب کا ملک مطلق العنان تھا اور وہ لوگ کسی بادشاہ کی حکومت کے ماتحت نہیں تھے اس لیے ہر ایک فرقہ نہایت بے قیدی اور دلیری سے زندگی بسر کرتا تھا اور چونکہ اُن کیلئے کوئی سزا کا قانون نہ تھا اِس لیے وہ لوگ روز بروز جرائم میں بڑھتے جاتے تھے۔ پس خدا نے اِس ملک پر رحم کرکے ...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ملک کیلئے نہ صرف رسول کرکے بھیجا بلکہ اِس ملک کا بادشاہ بھی بنادیا اور قرآنِ شریف کو ایک ایسے قانون کی طرح مکمل کیا جس میں دیوانی، فوجداری، مالی سب ہدایتیں ہیں۔ سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت ایک بادشاہ ہونے کے تمام فرقوں کے حاکم تھے اور ہر ایک مذہب کے لوگ اپنے مقدمات آپ سے فیصلہ کراتے تھے۔ قرآنِ شریف سے ثابت ہے کہ ایک دفعہ ایک مسلمان ایک یہودی کا آنجناب کی عدالت میں مقدمہ آیا تو آنجناب نے تحقیقات کے بعد یہودی کو سچا کیا اور مسلمان پر اُس کے دعوے کی ڈگری کی۔ پس بعض نادان مخالف جو غور سے قرآنِ شریف نہیں پڑھتے وہ ہر ایک مقام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے نیچے لے آتے ہیں حالانکہ ایسی سزائیں خلافت یعنی بادشاہت کی حیثیت سے دی جاتی ہیں۔

بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰؑ کے بعد نبی جدا ہوتے تھے اور بادشاہ جدا ہوتے تھے جو امورِ سیاست کے ذریعہ سے امن قائم رکھتے تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں

یہ دونوں عہدے خدا تعالیٰ نے آنجناب کو ہی عطا کیے اور جرائم پیشہ لوگوں کو الگ کر کے باقی لوگوں کے ساتھ جو برتاؤ تھا وہ آیت مندرجہ ذیل سے ظاہر ہوتا ہے اور وہ یہ ہے۔ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ؕ (سورۃ آلِ عمران:21)

(ترجمہ) اور اے پیغمبر اہلِ کتاب اور عرب کے جاہلوں کو کہو کہ کیا تم دینِ اسلام میں داخل ہوتے ہو۔ پس اگر وہ اسلام قبول کرلیں تو ہدایت پاگئے اور اگر منہ موڑیں تو تمہارا تو صرف یہی کام ہے کہ حکمِ الٰہی پہنچادو۔ اِس آیت میں یہ نہیں لکھا کہ تمہارا یہ بھی کام ہے کہ تم اُن سے جنگ کرو۔ اس سے ظاہر ہے کہ جنگ صرف جرائم پیشہ لوگوں کیلئے تھا کہ مسلمانوں کو قتل کیا کرتے تھے یا امنِ عامہ میں خلل ڈالتے تھے اور چوری ڈاکہ میں مشغول رہتے تھے اور یہ جنگ بحیثیتِ بادشاہ ہونے کے تھی نہ بحیثیتِ رسالت۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۞ (سورۃ البقرہ:191)

(ترجمہ) تم خدا کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں۔ یعنی دوسرے سے کچھ غرض نہ رکھو اور زیادتی مت کرو۔ خدا زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

(چشمۂ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 242,243)

قارئینِ کرام! یہ ایک بین الاقوامی حقیقت ہے کہ اصل فتح دلوں کو فتح کرنے سے ملتی ہے نہ کہ تلوار کے ذریعہ سے ملتی ہے۔ رحمۃ للعلمین نے اپنے عمل سے ثابت فرمایا کہ دین میں جبر جائز نہیں ہے۔ چنانچہ آیت لا اکراہ فی الدین کی شانِ نزول میں یہ حدیث بیان کی جاتی ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں یہ رواج تھا کہ اگر کسی اوسی یا خزرجی مشرک کے ہاں نرینہ اولاد پیدا نہ ہوتی تھی تو وہ منت مانتا تھا کہ اگر میرے ہاں نرینہ اولاد پیدا ہوئی تو مَیں اسے یہودی بنادوں گا۔ اس طرح جن مشرکین کے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو انہوں نے اسے یہودی بنا دیا تھا۔ اس رسم کی وجہ سے کئی لڑکے یہودی بن گئے تھے۔ میثاقِ مدینہ کے بعد بنونضیر کی غداری کی وجہ سے انہیں مدینہ سے جلاوطن کیا گیا۔ ان میں کئی بچے مسلمانوں کی اولاد تھے جو یہودیوں کے پاس ہونے کی وجہ سے یہودی مذہب اختیار کر چکے تھے۔ صحابہؓ نے ایسے بچوں کو روک لینا چاہا۔ لیکن چونکہ دین میں جبر ہرگز جائز نہیں ہے اس لیے روایت آتی ہے کہ فَلَمَّا اُجْلِيَتْ بَنُوْنَضِيْرَ كَانَ فِيْهِمْ مِنْ اَبْنَاءِ الْاَنْصَارِ فَقَالُوْا لَانَدَعُ اَبْنَائَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ۔

(ابوداؤد کتاب الجہاد، بحوالہ سیرت خاتم النبیین صفحہ 289)

مذہب کی بناء پر کبھی کسی پر ظلم نہیں کیا گیا بلکہ جنگی حالات میں بھی غیر مسلموں کے ساتھ حسنِ سلوک کیا گیا۔ چنانچہ تاریخ میں ذکر آتا ہے کہ جنگِ بدر کے موقعہ پر جس مقام پر اسلامی لشکر کا ڈیرہ ڈالا گیا وہ کوئی اچھی جگہ نہ تھی۔ اسی لیے حباب بن منذر آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا کسی الٰہی وحی کی وجہ سے آپؐ نے یہ جگہ پسند فرمائی ہے یا محض فوجی تدبیر کے طور پر اس جگہ ڈیرہ ڈالا گیا ہے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جواب دیا کہ اس بارہ میں کوئی الٰہی حکم نازل نہیں ہوا۔ ہاں اگر تم کوئی مشورہ دینا چاہتے ہوتو بتاؤ۔ چنانچہ انہوں نے مشورہ دیا کہ میرے خیال میں جگہ اچھی نہیں ہے بلکہ مناسب ہوگا کہ ہم آگے بڑھکر قریش سے قریب ترین چشمہ پر قبضہ کرلیں۔ مَیں اس چشمہ کو جانتا ہوں۔ اس کا پانی اچھا بھی ہوتا ہے اور کافی بھی ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس تجویز کو پسند فرمایا اور چونکہ ابھی قریش ٹیلہ کے پرے ڈیرہ ڈالے ہوئے تھے اور چشمہ بھی خالی تھا۔ اس طرح مسلمان اس چشمہ پر قابض ہوگئے۔

دوسرے دن صبح جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لشکر کی صفوں کی درستی فرمارہے تھے اور بالکل جنگ کا آغاز ہونے والا تھا۔ کہ اتنے میں قریش کے چند افراد مسلمانوں کے چشمہ کی طرف بڑھتے ہوئے نظر آئے۔ صحابہ نے انہیں روکنا چاہا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے منع فرمایا اور حکم دیا کہ ان کو پانی پینے سے نہ روکا جائے۔ چنانچہ وہ لوگ امن کے ساتھ پانی پی کر اپنے لشکر کی طرف واپس لوٹ کر چلے گئے۔ غیر مذہب دشمن کے ساتھ اس قسم کا عدل واحسان کا سلوک کرنا ملک عرب کے ضابطہ اخلاق میں مفقود تھا۔ اور یہ اسلام کی ایک خصوصیت ہے کہ اس نے خود حفاظتی قواعد کی رعایت رکھتے ہوئے دشمن سے بھی نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔

(سیرت خاتم النبیین صفحہ 356)

حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ کی مشرک والدہ بڑی اُداس ہوکر انہیں ملنے مدینہ آئیں۔ اسماءؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پوچھا کہ کیا مجھے ان سے ملنے اور ان سے حسنِ سلوک کی اجازت ہے۔؟ آپؐ نے جواب میں فرمایا ہاں وہ تمہاری ماں ہے۔ ابنِ عیینہ روایت کرتے ہیں کہ اسی بارہ میں یہ آیت نازل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں سے نہیں روکتا جنہوں نے تم سے دین کے بارہ میں جنگ نہیں کی۔

(بخاری کتاب الادب باب صلۃ الوالد المشرک)

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں جب خیبر کے یہودی اور نجران کے عیسائی اسلامی حکومت میں داخل ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں اپنے مذہب پر قائم رہتے ہوئے اپنے عقیدہ کے لحاظ سے عبادات بجالانے اور عملی زندگی گزارنے کی مکمل آزادی عطا کی اور حریتِ ضمیر کے پورے پورے حقوق ادا کیے۔ یہاں تک کہ جب نجران کے عیسائیوں کا وفد حکومتی اور مذہبی امور کے بارہ میں مشورہ جات اور معلومات کیلئے مدینہ آیا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس وفد کو مسجدِ نبوی میں رُکنے اور انہیں اپنے طریق پر مشرق کی طرف منہ کر کے اپنی عبادت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ حالانکہ صحابہ کرامؓ اس امر سے روک رہے تھے۔ کہ یہ لوگ نجس ہیں آپؐ نے فرمایا وہاں نجس سے مراد دل کا نجس ہے۔

چنانچہ اس موقعہ پر اِس عیسائی وفد سے معاہدہ طے ہوا کہ وہ دو ہزار چادریں سالانہ مسلمانوں کو دیں گے۔ نیز یمن میں خطرے کی صورت میں تیس گھوڑے، تیس اونٹ، تیس ہتھیار ہر قسم کے یعنی تلوار، تیر، نیزے عاریۃً مسلمانوں کو دیں گے۔ جو مسلمان بعد استعمال واپس کردیں گے۔ اس کے عوض مسلمان ان کی عبادت گاہوں کی حفاظت کریں گے۔ ان کے تمام مالکانہ حقوق مسلّم ہوں گے۔ ان کا کوئی گرجا گرایا نہیں جائیگا، نہ کسی اسقف یا کسی پادری کو بے دخل کیا جائے گا۔ اور نہ ہی ان کے حقوق میں کوئی تبدیلی یا کوئی کمی بیشی ہوگی۔ نہ ان کی حکومت اور ملکیت میں۔ نہ انہیں ان کے دین سے ہٹایا جائے گا۔ جب تک وہ معاہدہ کے پابند رہیں گے۔ ان شرائط کی پابندی کی جائے گی۔ اور ان پر کوئی ظلم اور زیادتی نہیں ہوگی۔''

(ابوداؤد بحوالہ اسوۂ انسانِ کامل از حافظ مظفر احمد)

فتح مکہ کے موقعہ پر بھی جبکہ مکہ کے ظالم قریش جنہوں نے مسلمانوں کے ساتھ انتہائی ظالمانہ بے رحیمانہ سلوک کیا تھا آج وہ صحابہؓ کے قبضہ میں تھے۔ مسلمان چاہیں تو قانونی لحاظ سے ایک ایک شخص سے قصاص لے سکتے تھے۔ پھر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بلا شرط عام معافی کا اعلان فرمایا کہ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَآءُ۔

(ابن ہشام غزوۂ فتح مکہ)

اِس موقعہ پر کئی جنگی مجرموں کو بھی جو قانوناً قتل کی سزا کے مستحق تھے مذہبی آزادی کے ساتھ معاف کیا گیا۔ جن میں ایک شخص فرعونِ زمانہ ابوجہل کا بیٹا عکرمہ بھی تھا۔ جو اپنے والد کی طرح زندگی بھر اسلام کے خلاف اور آپؐ کے مقابلہ میں جنگیں کرتا رہا۔ فتح مکہ کے موقعہ پر اس کے شدید جرائم کی وجہ سے آنحضرتؐ نے اسے واجب القتل قرار دیا۔ عکرمہ جو پہلے ہی سمجھ چکا تھا کہ وہ قابلِ سزا ہے۔ اپنی جان بچانے کیلئے یمن کی طرف بھاگنے کی خاطر ساحل کے قریب جاچکا تھا۔ اِدھر اس کی بیوی آپؐ کی خدمت میں اپنے خاوند کی معافی کی درخواست لیکر حاضر ہوئی۔ رحمتِ دو عالم نے کب انکار کرنا تھا۔ آپ نے کمال شفقت سے معاف کردیا۔ اِس پر اس کی بیوی دوڑے دوڑے ہوئے ساحل کے پاس گئی اور قریب تھا کہ عکرمہ کشتی میں سوار ہوکر نظروں سے اوجھل

ہوجاتا اس کی بیوی نے دور سے ہی پکارا کہ تمہیں محمدؐ نے معاف کردیا ہے واپس آجاؤ۔ اس پر عکرمہ کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ سخت تعجب سے یقین دہانی کیلئے دربارِ نبوی میں حاضر ہوا۔ تو آنحضرتؐ دشمن قوم کے اِس سردار کی عزت کی خاطر کھڑے ہوگئے اور عکرمہ کے پوچھنے پر آپؐ نے بتایا کہ ہاں مَیں نے معاف کردیا ہے۔ اس نے پھر پوچھا کہ کیا مجھے اپنے دین پر رہنے کی اجازت کے ساتھ معاف کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا، ہاں۔ اِس بے مثال عفو و درگزر کو دیکھ کر عکرمہ کو شرح صدر ہوا۔ اس نے بے اختیار کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ واقعی بے حد حلیم و کریم اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔ رسول اللہؐ کا حسنِ خلق اور یہ معجزہ دیکھ کر عکرمہ مسلمان ہوگیا۔ آنحضرتؐ نے اٹھکر اپنی چادر اُس پر ڈال دی اور فرمایا کہ ”جو اِس حالت میں ہمارے پاس آتا ہے کہ وہ اللہ پر ایمان رکھتا ہو ہمارا گھر اس کا گھر ہے اور ہماری جگہ اس کی جگہ ہے۔“

(سیرت خاتم النبیین جلد دوم 293)

اسی طرح فتح مکہ کے موقعہ پر مذہبی آزادی کی ایک اور بہترین اور بیّن مثال یہ ملتی ہے کہ بعض دیگر رؤساء کی طرح صفوان بن امیہ بن خلف بھی مسلمان نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ فتح مکہ کے بعد غزوۂ حنین کیلئے مسلمانوں کو اسلحہ کی ضرورت پڑی۔ آنحضرتؐ نے اُن سے اسلحہ عاریۃً اور کچھ رقم بطورِ قرض طلب فرمائی۔ اِس پر صفوان نے کہا کہ کیا آپ اپنی حکومت کے زور سے میرا مال غصب کرنا چاہتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا نہیں ہم صرف مستعار طلب کرتے ہیں اور اس کیلئے ضمانت بھی دینے کو تیار ہیں۔ چنانچہ اس نے راضی ہوکر مطلوبہ اسلحہ اور رقم دے دی۔ یہاں ایک لمحہ ٹھہر کر اگر غور کریں تو ہمیں یہ معلوم ہوگا کہ صفوان کے جرأت مندانہ سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ نے غیر مسلم لوگوں کو کس قدر آزادیٔ ضمیر دی ہوئی تھی۔ غزوۂ حنین سے واپسی پر آنحضرتؐ نے اس کا اسلحہ اور اس کا مال واپس کرتے ہوئے مزید 100 اونٹ بطورِ انعام عطا فرمائے۔ آپؐ کی یہ دیانت داری اور عدل کا سلوک دیکھ کر آپؐ کے حسنِ اخلاق کا جادو صفوان پر چل گیا اور اس نے اپنے آپ کو آپ کی خدمت میں پیش کردیا۔ اسلامی مملکت میں لوگوں کو صرف جسمانی آزادی ہی نہیں بلکہ ضمیر اور اظہارِ خیال کی بھی آزادی حاصل تھی۔ دراصل یہ حریت اشاعتِ حق کیلئے بنیادی کلید بنی جس سے جبر واستبداد کے تصورات کو دائمی طور پر مقفل کیا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ غزوۂ طائف میں 80 سے زائد غیر مسلم مرد وزن مسلمانوں کی طرف سے جنگ کرنے کیلئے شامل ہوئے۔

(سیرت خاتم النبیین جلد ۲ صفحہ ۳۰۲)

قارئینِ کرام! ابتداء سے دنیا کا یہ دستور رہا ہے کہ ہمیشہ حق کی مخالفت کی گئی ہے اور خدا کے برگزیدہ رسولوں پر مخالفین اعتراض کرتے آئے ہیں اور اسی سبب سے ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیؐ کا جس قدر بلند و بالا مقام ہے اسی قدر معاندین و متعصبین نے شدید اعتراضات آپؐ کی ذات پر کیے ہیں۔ ایسے نازک موقعہ پر مشتعل نہ ہوتے ہوئے معاشرہ میں امن قائم رکھنے کیلئے مسلمانوں کا ردّ عمل کس طرح ہونا چاہیے اس طرف رہنمائی کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

”مسلمان کہلانے والوں کو بھی مَیں یہ کہتا ہوں کہ قطع نظر اس کے کہ احمدی ہیں یا نہیں، شیعہ ہیں یا سنی ہیں یا کسی بھی دوسرے فرقے سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر جب حملہ ہو تو وقتی جوش کی بجائے، جھنڈے جلانے کے بجائے، توڑ پھوڑ کرنے کے بجائے، ایمبسیوں پر حملہ کرنے کے بجائے اپنے عملوں کو درست کریں کہ غیر کو انگلی اٹھانے کا موقعہ ہی نہ ملے۔ کیا یہ آگیں لگانے سے سمجھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور مقام کی نعوذ باللہ صرف اتنی قدر ہے کہ جھنڈے جلانے سے یا سفارتخانے کا سامان جلانے سے بدلہ لے لیا۔ نہیں ہم تو اس نبی کے ماننے والے ہیں جو آگ بجھانے آیا تھا، وہ محبت کا سفیر بن کر آیا تھا، وہ امن کا شہزادہ تھا، پس کسی بھی سخت اقدام کے بجائے دنیا کو سمجھائیں اور آپؐ کی خوبصورت تعلیم کے بارہ میں بتائیں۔

............مَیں احمدیوں سے یہ کہتا ہوں ....کہ آپ میں سے ہر بچہ، ہر بوڑھا، ہر جوان، ہر مرد اور ہر عورت بے ہودہ کارٹون شائع ہونے کے ردعمل کے طور پر اپنے آپ کو ایسی آگ لگانے والوں میں شامل کریں جو کبھی نہ بجھنے والی آگ ہو ....وہ آگ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عشق و محبت کی آگ جو آپؐ کے ہر اسوہ کو اپنانے اور دنیا کو دکھانے کی آگ ہو۔ جو آپ کے دلوں اور سینوں میں لگے تو پھر لگی رہے۔ یہ آگ ایسی ہو جو دعاؤں میں بھی ڈھلے اور اس کے شعلے ہردم آسمان تک پہنچتے رہیں۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ، 10/فروری/2006، بحوالہ اسوۂ رسول اور خاکوں کی حقیقت صفحہ 19,20)

ہندوستان مذاہبِ عالم کا گلدستہ ہے۔ جس کی فضاء تمام مذاہب کے خوبصورت اور خوشبودار پھولوں سے اس کے ساکنین کے دلوں کو معطر کرتی ہے۔ اسی لئے ہندوستان کی سرزمین کو اوتاروں اور رشی منیوں کا مسکن قرار دیا گیا ہے۔ مختلف تہذیبوں اور الگ الگ رسم ورواج سے تعلق رکھنے والے لوگ آپس میں اتحاد و اتفاق سے بے مثال اخوت کو قائم کرتے ہوئے زندگی بسر کرتے ہیں۔ اسی لئے ہمارے ملک کو یہ نادر نعرۂ عطا ہوا کہ Unity in Diversity یعنی اختلاف میں ہی اتفاق جیسا پُرامن ماحول ہندوستان میں ہی سب سے زیادہ نظر آتا ہے۔ حضرت اقدس محمد مصطفیؐ کے بروزِ کامل، موعود اقوامِ عالم حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اسی سرزمین کے صوبہ پنجاب میں مبعوث فرما کر دنیا کی ہدایت کا سامان پیدا فرمایا ہے۔ پس آج ضرورت اِس امر کی ہے کہ ہم تمام مذاہب کا احترام کریں اور اپنے اپنے مذہب کی خوبیوں کو بیان کریں اور صلح وآشتی کے ساتھ رہنے کی عملی طور پر کوشش کریں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام فرماتے ہیں۔

”اے عزیزو !! قدیم تجربہ اور بار بار کی آزمائش نے اِس امر کو ثابت کردیا ہے کہ مختلف قوموں کے نبیوں اور رسولوں کو توہین سے یاد کرنا اور ان کو گالیاں دینا ایک ایسی زہر ہے کہ نہ صرف انجام کار جسم کو ہلاک کرتی ہے بلکہ روح کو بھی ہلاک کرکے دین اور دنیا دونوں کو تباہ کرتی ہے۔ وہ ملک آرام سے زندگی بسر نہیں کرسکتا جس کے باشندے ایک دوسرے کے رہبرِ دین کی عیب شماری اور ازالہ حیثیت عرفی میں مشغول ہیں۔ اور اُن قوموں میں ہرگز سچا تفاق نہیں ہوسکتا جن میں سے ایک قوم یا دونوں ایک دوسرے کے نبی یا رشی اور اوتار کو بدی یا بدزبانی کے ساتھ یاد کرتے رہتے ہیں۔ اپنے نبی یا پیشوا کی ہتک سن کر کس کو جوش نہیں آتا............

اور ہم لوگ دوسری قوموں کے نبیوں کی نسبت ہرگز بدزبانی نہیں کرتے۔ بلکہ ہم یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ جس قدر دنیا میں مختلف قوموں کیلئے نبی آئے ہیں اور کروڑہا لوگوں نے ان کو مان لیا ہے اور دنیا کے کسی ایک حصہ میں اُن کی محبت اور عظمت جاگزیں ہوگئی ہے۔ اور ایک زمانہ دراز اس محبت اور اعتقاد پر گذر گیا ہے۔ تو بس یہی ایک دلیل اُن کی سچائی کے لئے کافی ہے۔ کیونکہ اگر وہ خدا کی طرف سے نہ ہوتے تو یہ قبولیت کروڑہا لوگوں کے دلوں میں نہ پھیلتی خدا اپنے مقبول بندوں کی عزّت دوسروں کو ہرگز نہیں دیتا اور اگر کوئی کاذب اُن کی کرسی پر بیٹھنا چاہے تو جلد تباہ اور ہلاک کیا جاتا ہے۔“

(پیغامِ صلح، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 452,453)

❁❁❁

برگزیدہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیروں میں مقبول

.................(شیخ مجاہد احمد شاستری۔ایڈیٹر ہفت روزہ بدر قادیان).........................

بنی نوع انسان میں سب سے عظیم ہستی اگر کسی انسان کی ہے، اور اگر کسی انسان نے تاریخ انسانیت میں انسانی تمدّن پر سب سے گہرا اثر ڈالا ہے تو وہ ہے سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی۔ مذہبی تاریخ کا ہر طالب علم اس امر کو اچھی طرح جانتا ہے کہ اگر تمام انبیاء علیہم السلام میں سب سے زیادہ صحیح سیرت وسوانح اور مستند تاریخ کسی نبی کی معلوم ہے تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ بدقسمتی یہ ہے کہ تمام انبیاء میں سب سے زیادہ اعتراضات بھی آپؐ پر ہی ہوئے ہیں۔ خدائے تعالیٰ کا اس پاک نبی سے یہ وعدہ ہے کہ وہ اُسے دشمنوں سے محفوظ رکھے گا۔ یہ معترضین جو دشمنی اور بغض سے حیلے بہانے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس شخصیت کو داغدار کرنا چاہتے ہیں، ان کے اعتراضات کی غرض اصلیت اور حقیقت حال کو جاننا نہیں ہوتا بلکہ وہ صرف اور صرف بُغض اور عناد و تعصب کی عینک اپنی آنکھوں پر لگا کر اپنے بیہودہ اور بے بنیاد الزامات کے ذریعہ بانئ اسلام اور اسلام کی مقدس تعلیم کو بدنام کرنا چاہتے ہیں۔

اسلام کی ابتداء سے لیکر آج تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر اعتراضات کرنے والوں کے ساتھ بہت سے ایسے لوگ بھی پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے سچے دل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کو مانا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کر کے سچائی کو بنی نوع انسان کے سامنے پیش کیا ہے۔ بظاہر یہ طبقہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کا قائل ہے بہت ہی قلیل اور محدود ہے مگر سچائی یہ ہے کہ چراغ بظاہر کتنا ہی معمولی ہو وہ رات کو روشن کر ہی دیتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ایسے غیر مسلم حضرات جنہوں نے بانی اسلام اور اسلام کی مدح میں سچائی کو بیان کیا ہے اُن کی تحریروں کو عوام کے سامنے بار بار پیش کیا جائے۔ یہ تحریریں مذہبی دنیا کے اندھیرے میں روشنی کے وہ چراغ ہیں جن کے ذریعہ بہت سے لوگ سچائی کو پاسکتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں بیان فرمودہ ہندو مصنفوں کی شائع شدہ تحریروں کو اسی غرض سے جمع کیا گیا ہے تا وہ لوگ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراضات کرتے ہیں وہ سچائی کا آئینہ دیکھیں۔ یہ ہندو مصنفین دانشور اور تعلیم یافتہ ہیں اور یونیورسٹیوں کے پروفیسر اور کئی کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تحریرات کے ذریعہ ناواقف لوگوں کو صحیح راستہ دکھائے۔آمین۔

اصل کتب بزبان ہندی ہیں ان کا اُردو ترجمہ خاکسار نے کیا ہے۔

☆......(۱) ڈاکٹر ایم اے شری واستو اپنی کتاب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور بھارتیہ دھرم گرنتھ'' ناشر مدھور سندیش سنگم۔ جامعہ نگر نئی دہلی کے دیباچہ میں بانی اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلامی عقائد کی درستی کے متعلق بڑی وضاحت سے بیان کرتے ہیں۔حقیقتًا یہ ساری کتاب ہی پڑھنے کے لائق ہے۔ دیباچہ کے کچھ اہم حوالجات کا ترجمہ قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔

ترجمہ: (ناقل): ''اوتار'' کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ خود زمین پر مجسم ہو کر آتا ہے بلکہ سچائی یہ ہے کہ وہ اپنے پیغمبر اور اوتار بھیجتا ہے۔ اُس نے انسانوں کی فلاح، نجات اور راہِ راست کو دکھانے کے لیے اپنے اوتار پیغمبر اور رسول بھیجے۔ یہ سلسلہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دیا گیا۔'' (صفحہ ۵)

اسی طرح مزید لکھتے ہیں:

''حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اُس وقت بھیجے گئے، جب حضرت عیسیٰ مسیح (علیہ السلام) کو آئے ہوئے پانچ سو سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا تھا۔ نبوت کی تعلیم ختم یا بگڑ چکی تھی۔ سناتن دھرم پر لادینیت چھا گئی تھی، خدا تعالیٰ کا ڈر اور خوف ختم ہو چکا تھا۔ انسان اپنے پیدا کرنے والے کو بھولا ہوا تھا۔ اُس نے کئی خدا بنا ڈالے اور اپنی حالت اتنی گری ہوئی بنا ڈالی کہ پیڑ، پہاڑ، آگ، پانی، ہوا، زمین، چاند، سورج وغیرہ چیزوں کی عبادت کرنے میں مشغول ہو گیا۔

ان مشکل اور متضاد حالات میں حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ظہور ہوا۔ آپؐ نے اللہ کے پیغمبر کے طور پر عظیم اور محیر العقول انقلاب کر دکھایا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کوئی نیا مذہب لیکر نہیں آئے تھے بلکہ بنی نوع انسان کی ابتداء سے چلے آرہے سناتن دھرم میں آئی خرابیوں اور برائیوں کو دور کر کے اُسے اصل روپ میں پیش کیا۔ آپ نے انسانوں کو اُن کی اصل حیثیت بتائی اور اُن کے غلط عقائد کا قلع قمع کیا۔ آپؐ نے بتایا کہ انسان کا خدا صرف ایک ہے۔ اُس کا کوئی روپ وشکل نہیں ہے۔ انسان کو اُسی کی غلامی اپنانی چاہئے اُسی کی ہی عبادت کرنی چاہیے۔''

''زندگی کے آسان، بامراد اور کامیاب سفر کے لیے اللہ کے آخری پیغمبر اور اوتار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ پیش کی گئی تعلیم کو اپنایا جائے اور آپؐ کے بنائے ہوئے راستہ پر چلا جائے، تبھی مابعد زندگی کو بھی کامیاب بنایا جاسکتا ہے۔'' (صفحہ ٦)

☆......(۲) پروفیسر کے ایس راما کرشنا راؤ سابق صدر شعبہ فلاسفی راجکیسی کنیا ودیالیہ میسور (کرناٹک) اپنی کتاب ''اسلام کے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' ناشر مدھور سندیش سنگم نئی دہلی میں تحریر کرتے ہیں کہ:

''محمد کے معنی ہوتے ہیں جس کی سب سے زیادہ تعریف کی گئی ہو'' میری نظر میں آپؐ عرب کے سپوتوں میں انتہائی ذہین وفہیم اور سب سے زیادہ عقل و دانش والے آدمی ہیں۔ کیا آپ سے پہلے اور کیا آپ سے بعد، اس لال رتیلے انتہائی دشوار ریگستان میں پیدا ہوئے سبھی شاعروں اور راجاؤں کی نسبت آپ کا اثر انتہائی وسیع ہے۔

جب آپ پیدا ہوئے تو عرب کا جزیرہ صرف ایک بنجر ریگستان تھا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طاقتور روح نے اس بنجر دنیا میں ایک نئی دنیا کو آباد کیا، ایک نئی زندگی کا، ایک نئی تہذیب وتمدن کا۔ آپؐ کے ذریعہ ایک ایسی نئی حکومت کا قیام ہوا جو مراکش سے لیکر انڈیز تک پھیلا اور جس نے تینوں براعظموں ایشیاء، افریقہ اور یورپ کے خیالات اور زندگی پر اپنا غیر متناہی اثر ڈالا۔'' (صفحہ ۵)

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخی حیثیت کے بارے میں مصنف تحریر کرتے ہیں:

''پیغمبر محمد ایک ایسے عظیم تاریخی انسان ہیں جن کی زندگی کے ایک ایک واقعہ کو بڑی صحت کے ساتھ بالکل صحیح صورت میں باریک سے باریک تفصیل کے ساتھ آنے والی نسلوں کے لیے محفوظ کر لیا گیا ہے اُن کی زندگی اور اُن کے کارنامے راز کے پردوں میں چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ اُن کے بارے میں صحیح صحیح جانکاری (معلومات) حاصل کرنے کے لیے کسی کو سر کھپانے اور بھٹکنے کی ضرورت نہیں۔ سچائی کے موتی حاصل کرنے کے لیے ڈھیر ساری راکھ سے بھوسا اڑا کر کچھ دانے حاصل کرنے جیسی محنت شاقہ کی ضرورت نہیں ہے۔'' (صفحہ ۷-۸)

پھر یہی مصنف ''اسلام-سارے عالم کے لئے ایک مشعل نور'' کے عنوان کے تحت لکھتا ہے:

''اسلام کے پیغمبر نے مشاورتی نظام حکومت کو اس کے اعلیٰ رنگ میں قائم کیا۔ خلیفہ عمر اور خلیفہ علی (پیغمبر اسلام کے داماد) خلیفہ منصور، عباسی (مامون کے بیٹے) اور کئی دوسرے خلیفہ اور مسلم سلطانوں کو ایک عام آدمی کی طرح اسلامی عدالتوں میں جج کے سامنے پیش ہونا پڑا۔ ہم سب جانتے ہیں کہ کالے نیگرو لوگوں کے ساتھ آج بھی ''مہذب'' سفید رنگ والے کیسا سلوک کرتے ہیں؟ پھر آپ آج سے چودہ صدیوں قبل اسلام کے پیغمبر کے وقت کے کالے نیگرو بلال کے بارے میں اندازہ کیجئے۔ اسلام کے ابتدائی

دور میں نماز کے لئے اذان دینے کی خدمت کو انتہائی معزز امر سمجھا جاتا تھا اور یہ اعزاز اس غلام نیگرو کو عطا کیا گیا۔ فتح مکّہ کے بعد اُن کو حکم دیا گیا کہ نماز کے لیے اذان دیں اور یہ کالے رنگ اور موٹے ہونٹوں والا نیگرو غلام اسلامی دنیا کی سب سے مقدس اور تاریخی عمارت کعبہ پاک کی چھت پر اذان دینے کے لئے چڑھ گیا۔''

یہی مصنف ''عظیم انقلاب'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں کہ:

''پیغمبر اسلام دلوں میں ایسی زبردست تبدیلی پیدا کرنے میں کامیاب ہو گئے کہ سب سے مقدس اور معزز سمجھے جانے والے عرب خاندانوں کے لوگوں نے بھی اس نیگرو غلام کی شریک حیات بنانے کے لیے اپنی بیٹیوں سے شادی کے پیغام دیئے۔ اسلام کے دوسرے خلیفہ اور مسلمانوں کے امیر (سردار) جو تاریخ میں عظیم عمر (فاروق اعظم) کے نام سے مشہور ہیں۔ اس نیگرو کو دیکھتے ہی فوراً اٹھ کھڑے ہو جاتے اور ان لفظوں میں اُن کا استقبال کرتے، ہمارے بڑے، ہمارے سردار آ گئے۔ زمین پر اُس وقت سب سے زیادہ فخر کرنے والی قوم عرب میں قرآن اور پیغمبر اسلام نے کتنا عظیم انقلاب کر دیا تھا۔'' (صفحہ ۱۵)

''بے داغ اخلاق'' کے عنوان کے تحت مصنف لکھتا ہے کہ:

''تاریخی دستاویز ثبوت ہیں اس بات کا کہ کیا دوست، کیا دشمن، حضرت محمد ﷺ کے سبھی ہم عصر لوگوں نے زندگی کے سبھی معاملوں میں، سبھی حصوں میں پیغمبر اسلام کے اعلیٰ اخلاق، آپ کی بے داغ ایمانداری، آپ کے عظیم اخلاقی نمونے اور آپ کی بے لوث پاکیزگی اور ہر شک سے پاک آپ پر یقین کو قبول کیا ہے۔ یہاں تک کہ یہودی اور وہ لوگ جن کو آپ کے پیغام پر یقین نہیں تھا، وہ بھی آپ کو اپنے جھگڑے میں پنچ یا ثالث بناتے تھے، کیونکہ اُنہیں آپؐ کے فیصلہ پر پورا یقین تھا۔'' (صفحہ ۱۸)

☆......(۳) راجیندر نارائن لال صاحب ایم اے تاریخ بنارس ہندو یونیورسٹی اپنی کتاب ''اسلام ایک سوِیَن سِدھ ایشوریہ جیون ویوَستھا'' یعنی ''اسلام ایک جانچا پرکھا خدائی نظامِ حیات'' ناشر ساھتیہ سوربھ ۱۷۸۱، حوض سوئیوالان نئی دہلی میں لکھتے ہیں:

''موازنہ مذاہب اور تجزیہ کے اصول پر میں نے اسلام کو قابل قبول، ساری مشکلات کا حل کرنے والا پایا۔ چاہے یہ مشکلات ذاتی، خاندانی، معاشرتی، حکومتی، اخلاقی، مذہبی، نفسانی، اقتصادی، قومی، بین الاقوامی دنیاوی ہوں یا اُخروی ہوں۔ مختصر کہا جائے تو اسلام ان سب انسانی مشکلات جو تالے کی مانند ہیں کے لیے ایک ہی چابی (Master Key) ہے۔۔۔ اگر کوئی بھی آدمی اسلام کو خالص دل اور تعصب سے پاک ہو کر سمجھنے کی کوشش کرے تو وہ بلاشبہ اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ اسلام ایک جانچا پرکھا خدائی نظامِ حیات ہے اسلام سے قبل کے عرب سراپا گناہوں میں ڈوبے ہوئے تھے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں اسلام کی تعلیم کے ذریعہ انتہائی قلیل وقت میں مجسم مذہبی اور انسانیت کے لیے قابل نمونہ بنا دیا۔ کسی بھی جنسی خواہشات میں ڈوبے، لالچی، غاصب، زانی، جواری، جھگڑالو، شرابی، چور اور توہم پرست قوم کا اُسی نسل میں دل تبدیل کر دینا ایک ایسا معجزہ ہے، جس کی مثال تاریخ میں دوسری نہیں ہے۔'' (صفحہ ۹)

فتح مکّہ کے متعلق یہی مصنف تحریر کرتے ہیں کہ:

''اسلام سے قبل کی عرب قوم کی اسلام کے ذریعہ جو تبدیلی ہوئی وہ یقیناً اس کا تاریخی پُر جنم ہے۔ ویسے تو پُر جنم کے عقیدہ) کا خیال تو صرف خیال ہی ہے۔ سب سے عظیم حیرانی کا موضوع تو یہ ہے کہ محمد صاحب کی قیادت میں فتح مکّہ کے وقت ایک بھی آدمی کی جان نہیں گئی اور پیغمبر اور اُن کے ماننے والوں نے اپنے دشمنوں کے اعمال کا بدلہ لیے بنا اُنہیں چھوڑ دیا۔ تاریخ میں جنگ کے بعد فاتح قوم کا مفتوح قوم سے ایسے مجموعی سلوک کی کوئی مثال نہیں ملتی۔'' (صفحہ ۲۹-۳۰)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم شخصیت و اعلیٰ اخلاق کے متعلق یہی مصنف تحریر کرتے ہیں کہ:

''محمد صاحب کی سادگی میں نہ تو امیر بیوی سے شادی کے بعد کوئی تبدیلی آئی اور نہ پیغمبر کا منصب ملنے اور عرب کے سب سے بڑے آدمی بننے کے بعد۔ اُنہوں نے اپنی ساری زندگی انتہائی سادگی سے گزاری۔ وہ کسی تفریق کے بغیر سارے مذاہب اور قوموں پر احسان کرنے والے تھے۔ وہ اتنا صدقہ خیرات کرنے والے تھے کہ قرضہ لیکر بھی دوسروں کی ضرورتیں پوری کرتے تھے۔ اُن میں کسی طرح کی بھی اخلاقی کمزوری نہیں تھی۔ وہ مجسم نیکی، ایمانداری، پاکیزگی، سچائی، رحم اور امن کے پیامبر اور احسان اور صدقہ وخیرات کی علامت تھے۔'' (صفحہ ۳۰)

یہی مصنف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مزید لکھتے ہیں کہ:

''تمام احباب سے محروم اور یتیم کے طور پر پلے۔ ساری زندگی دنیاوی تعلیم سے محروم مگر خدائی علم سے منوّر، مظالم کو سہتے ہوئے ظالموں کے لیے بھی دعا مانگتے ہوئے اور انتہائی سخت حالات میں خدا تعالیٰ سے حکم پا کر دفاعی لڑائی کرتے ہوئے مکمل غلبہ حاصل کر لینے کے بعد اپنے اوپر اور اپنی پیروی کرنے والوں پر انتہائی مظالم ڈھانے والوں کو کلیۃً معافی سے اور اپنی زندگی میں ہی راکشس (شیطان) کہلانے کے لائق عربوں کو فرشتہ صفت بنا دینے سے اور اُن کے بعد ایک صدی کے اندر دنیا کے عظیم حصہ پر اسلام کے قائم ہو جانے سے اور آج سے سب سے زیادہ مقبول عام عالمی مذہب ہونے سے محمد صاحب اور اسلام کی طاقت خود بخود ثابت ہے۔'' (صفحہ ۳۱)

راجیندر لال جی نے اپنی اس بیش قیمتی کتاب میں اسلام پر لگائے جانے والے اعتراضوں کا بھی بخوبی تجزیہ کیا ہے اور دنیا کے سامنے حقیقت پیش کرنے کی ہمت کی ہے۔ اسلام پر ایک الزام یہ لگایا جاتا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ راجیندر لال جی اپنی کتاب مندرجہ بالا میں صفحہ ۴۰ پر ''کیا اسلام تلوار کے ذریعہ پھیلا؟'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں کہ:

''دنیا کے سارے مذاہب میں اسلام کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس کے خلاف جتنا بیہودہ پروپگنڈہ ہوا کسی اور مذہب کے خلاف نہیں ہوا۔ سب سے پہلے تو سرور کائنات افضل الانبیاء محمد صاحب کی قوم قریش نے ہی اسلام کی مخالفت کی اور دیگر کئی ذرائع کے ساتھ غلط بیانی اور جھوٹے پروپگنڈے اور ظلم کا سہارا لیا۔ یہ بھی اسلام کی ایک خوبی ہے کہ اس کے خلاف جتنی تبلیغ ہوئی اُتنا ہی پھیلتا اور ترقی کرتا گیا۔ اسلام کے خلاف جتنے بھی پروپگنڈے کیے گئے ہیں اور کیے جاتے ہیں اُن میں سب سے بڑا الزام یہ ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا، اگر ایسا نہ ہوتا تو دنیا میں اتنے مذاہب کی موجودگی میں اسلام معجزانہ طور پر دنیا میں کیسے پھیل گیا؟

اس اعتراض کا مختصر جواب تو یہ ہے کہ جس زمانہ میں اسلام کا طلوع ہوا اُن مذاہب کے اخلاق سے گرے ہوئے ماننے والوں نے مذہب کو بھی خراب کر دیا تھا۔ چنانچہ انسانوں کی نجات کے لئے خدا تعالیٰ کی مرضی کے ذریعہ اسلام کامیاب ہوا اور دنیا میں پھیلا، تاریخ اس کی گواہ ہے۔''

مصنف مکّہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کیے جانے والے مظالم اور ہجرت کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتا ہے کہ:

''یہ ہے اسلام کے ۱۳ سالوں کی تاریخ۔ پھر یہ معاملہ ماننے میں کون سی منطق آڑے آتی ہے کہ اسلام اپنی صداقت اور اخلاقیات کی طاقت اور محمد صاحب کے عظیم شخصیت کی طاقت سے پھیلا۔ جنگ تو دشمنوں نے آپ پر لادی تھی۔ جس طرح حفاظت کے لیے ہجرت کرنی پڑی تھی اُسی طرح حفاظت کے لیے جنگ کے لیے بھی مجبور ہونا پڑا۔ محمد صاحب اور مسلمانوں کے ملک سے ہجرت کے بعد بھی مکّہ کے واسیوں کی دشمنی کم نہ ہوئی۔ اُنہوں نے مدینہ پر حملہ کرنا شروع کر دیا۔ اسی حالت میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو حفاظت کے لیے جہاد کی اجازت ملی۔ اسلام کے مخالف الزام لگاتے ہیں کہ محمد صاحب کا انقلاب مکّہ میں مکمل طور سے پُرامن تھا۔ مگر مدینہ میں اُنہیں طاقت ملی تو اُنہوں نے اپنی پالیسی تبدیل کر لی۔ یہ کتنا ظالمانہ الزام ہے؟ کیا ان حالات میں بھی محمد صاحب کو مسلمانوں سے کہنا چاہئے تھا کہ ''اپنی اور مذہب کی حفاظت مت کرو گردنیں کٹوا دو؟'' خود حفاظتی جنگ کس مذہب اور کس سیاست میں منع ہے؟ رام چندر جی نے اہلیہ کے لیے اور کرشن جی نے زمین کے لیے جنگ کی۔ رام چندر جی کی لڑائی سے ملک اور قوم کو کون سی بھلائی ہوئی؟ کرشن جی کے جنگ کے نتیجہ میں اُن کے رشتے داروں اور ارجن کے خاندان کا قتل عام ہو گیا اور ملک کی طاقت کمزور ہو گئی۔ محمد صاحب کی جنگ

کے ذریعہ اُن کی قوم کے بہت تھوڑے لوگ مارے گئے۔ فتح مکّہ کے وقت محمد صاحب نے اپنے ۲۱ سال کے دشمنوں کو جن میں بڑے بڑے دشمن بھی تھے معاف کر دیا۔ قوم بھی محفوظ رہ گئی، اسلام بھی قائم ہوگیا، اور قبیلوں قبیلوں میں بٹتا ہوا ملک اسلام کے نظام میں بندھ کر مضبوط ہوگیا۔'' (صفحہ ۴۲)

''اسلام کو تلوار کی طاقت سے پھیلنے والا بتانے والے اس امر سے بھی واقف ہونگے کہ عرب مسلمانوں کو غیر مسلم فاتح تاتاریوں نے فتح کرلیا اور فاتح تاتاریوں نے فتح کے بعد مفتوح عربوں کا اسلامی مذہب خود ہی قبول کرلیا تھا۔ ایسی عجیب بات کیسے ہوگئی؟ تلوار کی طاقت تو فاتحوں کے پاس تھی وہ اسلام سے مفتوح کیوں ہوگئے؟ اسلام کے معجزانہ رنگ میں پھیلنے پر الزام لگانے والوں کے پاس اس کا کیا جواب ہے؟''

''اسلام پر جبراً مذہب تبدیل کرنے کا الزام لگانے والے اس تاریخی امر کو بھی نظر میں رکھیں کہ میکسیکو میں عیسائیوں کے ذریعہ لاکھوں غیر عیسائی مارے گئے اور اپنی جائے پیدائش کی زمین سے بدھ مذہب کا خاتمہ خود بخود ہوگیا تھا بلکہ برہمن ''پُشیہ مِترگُن'' کے ذریعہ بودھوں پر انتہائی مظالم بھی کیے گئے تھے۔'' (صفحہ ۴۳)

☆......(۴) مشہور تاریخ دان ڈاکٹر بشمبھر ناتھ پانڈے صاحب اپنی مشہور کتاب ''پیغمبر محمد قرآن اور حدیث اسلامی درشن'' ناشر گاندھی سمرتی اور درشن سمیتی۔ ۳۰/ جنوری مارگ نئی دہلی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

''اسلام کے پیغمبر حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی گنتی دنیا کی عظیم شخصیتوں میں کی جاتی ہے۔ وہ ایک اونچے خاندان میں پیدا ہوئے اور اپنی وفات سے قبل سارے عرب کے بادشاہ تھے۔ سالوں کی عبادت، لمبے لمبے روزے اور تنہائی میں دن گزارنے کے بعد عرب کی اُس زمانے کی گری ہوئی حالت میں خدا نے اُنہیں اُن کے ملک اور دنیا کی بھلائی کا راستہ دکھایا۔ اپنے مذہب کی تبلیغ شروع کرنے کے وقت وہ ۴۰ برس کے تھے اور ۶۳ برس کی عمر میں وہ اس دنیا سے انتقال کر گئے۔'' (دیباچہ صفحہ ۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ کی تاثیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''محمد صاحب کے انتقال کے سو برس کے اندر اندر عرب کا یہ نیا مذہب چین کی دیوار سے لیکر اٹلانٹک مہاساگر تک، ایشیاء، افریقہ اور یورپ تینوں براعظموں میں پھیل گیا۔ سارا مغربی ایشیاء، شمالی افریقہ اور آدھے یورپ پر عربوں کی حکومت قائم ہوگئی۔ طرح طرح کے علم اور ہنر میں اُن دنوں کے عرب مغربی دنیا کی سب سے بڑی قوم مانے جانے لگے۔ آج دنیا میں پچاس کروڑ سے زیادہ آدمی مذہب اسلام کو ماننے والے ہیں اور دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں ہے جہاں کچھ نہ کچھ لوگ حضرت محمدؐ کی زندگی اور اسلام سے اپنی زندگی کے لیے مذہب کا راستہ اور انسانی بھلائی کا سبق نہ سیکھتے ہوں۔ (دیباچہ صفحہ ۲)

''محمد صاحب کی زندگی اور اُن کی نصیحتوں سے نہ صرف عربوں کی ہی کایا پلٹ ہوگئی بلکہ یورپ اور دنیا کے لیے بھی اسلام علم کی ایک چمکتی ہوئی مشعل ثابت ہوا۔ آج کل کی یورپ کی تہذیب بہت درجے تک اسلام کی ہی دین ہے۔''

اپنی کتاب کے بارے میں پانڈے صاحب لکھتے ہیں کہ:

''قارئین کو اس کتاب میں ایک ایسی عظیم الشان شخصیت کی زندگی کے حالات ملیں گے جس نے کروڑوں انسانوں کی زندگی کو بدل دیا اور اُنہیں جہالت کے اندھیرے سے نکال کر علم کی روشنی میں لاکر کھڑا کر دیا۔ قارئین اس کتاب سے اسلام مذہب کے اُن بنیادی اصولوں کے بارے میں بھی معلومات حاصل کرینگے جنہوں نے اسلام کو ''مذہب انسانیت یعنی انسان کے لیے قابل اقتداء مذہب کی شکل دی۔ اس میں شبہ نہیں کہ سب مذہبوں کی عزت اور مذہبی رواداری کے اصول کو محمد صاحب اور اسلام نے بڑے زوردار طریقے سے دنیا کے سامنے رکھا۔ قرآن میں ایک جگہ نہیں بلکہ جگہ جگہ مذہبی آزادی کا نعرہ بلند کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے اسلام اپنی پیدائش کے سو برس کے اندر اندر اسپین تک پھیل گیا اور اتنے تھوڑے وقت کے اندر سینکڑوں بڑے سے بڑے صوفیاء، فقیروں، فلاسفروں، تاریخ دانوں، سائنسدانوں اور عالموں کو پیدا کرنے والا بنا جن کے احسانوں کے بوجھ سے دنیا دبی ہوئی ہے۔'' (دیباچہ کتاب مذکور)

❁

بقیہ: صفحہ ۱۵

میں چلے جاؤ اور یہ بلالؓ کا جھنڈا ہے جو اس کے نیچے آجائے ان سب کو پناہ دی جائے گی۔ ان سب کی جان بخشی جائے گی اور کچھ نہیں کہا جائے گا۔ لیکن اپنے ہتھیار باہر لاکر پھینک دو۔ تو لوگوں نے اپنے ہتھیار باہر لاکر پھینکنا شروع کر دیئے اور حضرت بلالؓ کے جھنڈے تلے جمع ہونا شروع ہوگئے۔

پھر اس پُر حکمت فیصلے نے بلالؓ کے جھنڈے تلے آنے والوں کو یہ بھی بتا دیا کہ وہ جسے تم غلام سمجھتے تھے وہ جس کا کوئی قبیلہ، کوئی رشتہ دار مکّہ میں نہیں تھا۔ وہ جسے ایک حقیر اور پاؤں کی ٹھوکر سے اڑانے والا شخص سمجھ کر تم نے اس پر ظلم کی انتہا کر دی تھی۔ آج سن لو اور دیکھ لو کہ طاقت والے تم نہیں، غالب تم نہیں، عزیز تم نہیں، عزیز تو بلالؓ کا خدا ہے۔ عزیز تو محمد رسول ﷺ کا خدا ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ تو اس عزیز حکیم خدا کی صفات اپنائے ہوئے ہیں اور یہ صفات اپنائے ہوئے ہیں۔ اس طرح غلبہ کے بعد بدلہ لیتے ہیں جس میں تکبر اور نخوت نہیں۔ ہوش وحواس سے عاری ہوکر دشمن کو تہس نہس نہیں کرتے بلکہ حکمت سے ایسے فیصلے کرتے ہیں جس میں بدلہ بھی ہے اور تمہیں اپنی غلطیوں کا احساس دلانے کی طرف توجہ بھی ہے۔

پس آنحضرت ﷺ نے یہ عمل دکھا کر قریش مکّہ اور رؤسائے مکّہ کو یہ باور کرا دیا کہ حکمت کا تقاضا یہی ہے کہ عزیز صرف خدا کی ذات کو سمجھو۔ اگر کوئی حالات کی مجبوریوں کی وجہ سے تمہارے زیر نگیں ہے تو اس کو غلامی کی زنجیروں میں اس طرح نہ جکڑو کہ کل جب حالات بدل جائیں جس کا کسی کو علم نہیں کہ کل کیا ہونے والا ہے تو پھر تم زندگی کی بھیک مانگتے پھرو۔ پس رسول اللہ ﷺ نے یہ اعلان فرما کر اس پُر حکمت فیصلے سے جہاں قریش مکہ کو سزا سے بچایا وہاں عملاً یہ اعلان بھی فرما دیا کہ غلامی کا بھی آج سے خاتمہ ہے۔ ظلموں کا بھی آج سے خاتمہ ہے۔ آج لَاتَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ کا اعلان صرف میرا نہیں بلکہ میرے ماننے والوں کا بھی ہے۔ ماننے والوں میں سے اُن کمزور لوگوں کا بھی ہے جو تمہاری غلامی کے عرصہ میں تمہارے ظلموں کی چکی میں پستے رہے۔ اس حسین اور پُر حکمت فیصلے نے بلال کو بھی احساس دلا دیا کہ اے وہ کمزور انسان جس نے کئی سال پہلے فراست اور حکمت سے کام لیتے ہوئے اللہ کے پیغمبر ﷺ کو پہچانا تھا۔ آج جب کہ تیری حکمت مزید نکھر آئی ہے ان سے یہ انتقام لے کہ جو تیرے جھنڈے تلے جمع ہوں انہیں اپنے جھنڈے تلے جمع کر کے محمد رسول اللہ کے جھنڈے تلے جمع کرا اور جو تیرے آگے جھکنے والے ہیں۔ جو تیرے قدموں پر جھکنے والے ہیں انہیں خدا تعالیٰ کے آگے جھکنے والا بنا دے۔ اور پھر دنیا نے بعینہٖ یہ نظارہ دیکھا اور اسی طرح ہوتے دیکھا کہ وہ لوگ جو یہ ظلم کرتے تھے مسلمانوں پر اور اللہ کے مقابلے میں بت بنائے ہوئے تھے وہی اللہ کے آگے جھکنے والے بن گئے۔

آج احمدی بھی یاد رکھیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ یہ نظارہ دہرایا جانے والا ہے اور ہم نے کسی سے دشمنی کا بدلہ ظلم اور انتقام سے نہیں لینا بلکہ وہ راستہ اختیار کرنا ہے جو ہمارے سامنے رسول اللہ ﷺ نے اپنے اُسوہ سے پیش فرمایا۔ مخالفین احمدیت بھی یاد رکھیں کہ تم جو احمدیوں کو عقل سے عاری سمجھتے ہو کہ انہوں نے مسیح موعود کو مان کر یہ بڑا غلط فیصلہ کیا ہے۔ یہ وقت بتائے گا کہ عقل سے عاری کون ہے اور عقل والا کون ہے۔ غلط فیصلہ کرنے والا کون ہے اور صحیح فیصلہ کرنے والا کون ہے۔ پس مخالفتیں بند کرو اور عزیز خدا کے سامنے جھکو اور اس سے حکمت مانگو۔ یہ ظلم جو احمدیوں پر ہو رہا ہے، انشاء اللہ تعالیٰ یہ زیادہ دیر نہیں چلے گا۔ فتح ہماری ہے اور یقیناً ہماری ہے اور آج ہر ایک کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ انشاء اللہ وہ دن دور نہیں جب یہ نظارے قریب ہونے والے ہیں۔

❁❁❁

عصر حاضر میں اُسوۂ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنانے کی اشد ضرورت کیوں ہے؟

اخبار بدر قادیان کی جانب سے قارئین کو مندرجہ بالا عنوان پر لکھنے کی دعوت دی گئی تھی اس موضوع پر ہمیں جو مضامین موصول ہوئے ان میں مکرم ماسٹر نذیر احمد عادل صاحب نائب صدر زعیم انصار اللہ شورت۔ کشمیر کا مضمون اوّل قرار پایا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ اعزاز مبارک کرے۔ دیگر چند احباب کے مضامین کا کچھ حصہ بطور نمونہ مختصراً پیش خدمت ہے۔ (ادارہ)

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:
یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا۝ وَّدَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا۝
(سورۃ الاحزاب آیت 47.46)

اے نبی یقیناً ہم نے تجھے ایک شاہد اور ایک مبشر اور ایک نذیر کے طور پر بھیجا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے کے طور پر سورہ انبیاء میں فرماتا ہے وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۝
(سورۃ الانبیا 108)

اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کیلئے رحمت کے طور پر۔ اسی طرح سورہ آل عمران آیت ۳۱ میں فرماتا ہے یعنی تو کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

مسلم کتاب المساجد میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا وارسلتُ الی الخلق کافۃ کہ مجھے تمام لوگوں کیلئے بھیجا گیا ہے۔ فخر موجودات سرور کائنات سید الاولین والآخرین سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیرت طیبہ کا ایک نہایت حسین اور دِل آویز پہلو یہ ہے کہ آپ ﷺ نے مذہبی آزادی اور رواداری کی حقیقی روح سے پہلی بار دُنیا کو روشناس کیا اور مذہب کے معاملہ میں ہر قسم کے ظلم و ستم اور جبر و اکراہ کا خاتمہ کر ڈالا۔ آپؐ نے ایک جامع اور مکمل تعلیم پیش فرمائی اور پھر اس پر عمل کرنے کا ایسا پاک نمونہ پیش فرمایا جو تا قیامت پر ظلمت دُنیا کی ہدایت اور رہنمائی کیلئے روشنی کا بلند مینار ثابت ہوگا۔ آپ ﷺ نے ظلم و ستم جبر و اکراہ کے خلاف علم جہاد بلند کیے رکھا اور اپنے پاک و مطہر نمونے سے دُنیا پر واضح کر دیا کہ مذہبی آزادی کا احترام کس طرح کیا جانا چاہیئے۔

یورپ کے بعض متعصب مستشرقین آپ ﷺ پر الزام لگاتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے (میزان الحق صفحہ ۴۶۸) دشمن بہر حال دُشمن ہی ہے مگر انتہائی افسوس کی بات یہ ہے کہ اسلام کا دم بھرنے والے اور نبی پاک ﷺ کی غلامی کا اعلان کرنے والے مسلمانوں میں بھی بعض مسلمان ایسے موجود ہیں جو اپنے اقوال و اعمال سے دُشمن کے اس ناپاک اعتراض و الزام کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ نعوذ باللہ۔

تاریخ عالم میں سب سے پہلے کامل اور مکمل مذہبی آزادی اور رواداری کا اعلان رسول پاک ﷺ کے ذریعہ ہی کیا گیا۔ چونکہ قرآن پاک نے یہ اعلان کیا ہے کہ ''لا اکراہ فی الدین۔'' (البقرہ) یعنی اے بنی آدم سن لو کہ دین اور مذہب کے معاملہ میں کوئی جبر جائز نہیں ہے۔ لیکن بعض نادانوں نے اس اصول کو بھلا دیا ہے۔ دوسری جگہ سورہ الکھف میں ہے کہ اے رسولؐ آپ یہ اعلان کیجئے کہ حق و صداقت کا پیغام آپ کے رب کی طرف سے آچکا ہے لہٰذا اب جبر و اکراہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ دوسری جگہ سورۃ الکافرون میں بھی فرماتا ہے لکم دینکم ولی دین۔ یعنی اے لوگو تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین۔ اس بارہ میں کسی جبر و تشدد اور ظلم و ستم کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پھر سورہ الفاطر میں فرماتا ہے کہ یعنی دُنیا میں کوئی قوم نہیں ہے جس میں خدا کا کوئی نبی مبعوث نہ ہوا ہو۔ گویا اسلام نے تمام اقوام عالم کے بزرگوں اور نبیوں کے تقدس اور صداقت کو تسلیم کر لیا اور اس کے ذریعہ مذہبی منافرت کا خاتمہ کر کے مذاہب عالم میں محبت اور اتحاد کی بنیاد رکھ دی ہے اور ہمیں یہ سکھایا ہے کہ مذہب کی بنیاد پر کسی پر حملہ نہ کرنا کسی کو یہ حق نہیں دیا کہ وہ عقیدہ کے اختلاف پر دوسرے کو مار دے یا کوئی نقصان پہنچائے۔ ایک اور ہدایت سورۃ الانعام میں دیتا ہے کہ اے مسلمانو دوسرے مذاہب والے جن چیزوں اور ہستیوں کی عزت و احترام کرتے ہیں تم انہیں ہرگز بُرا بھلا مت کہو۔ دوسروں کی دلآزاری نہ ہو۔ دوسری جگہ فرماتا ہے کہ کبھی انصاف کو ہاتھ سے مت چھوڑو۔ یہی تقویٰ کا تقاضا ہے۔ رسول کریم ﷺ کی پوری زندگی اس ہدایت کی عملی تفسیر ہے۔ آپ ﷺ نے کسی شخص پر جبر کرنے کی اجازت نہ دی۔ ایک دفعہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ایک یہودی کو اس بات پر تھپڑ مارا کہ اُس نے حضرت موسیٰؑ کو آنحضرت ﷺ پر فضیلت دی تو نبی پاک ﷺ نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ اُس یہودی نے اپنے عقیدہ کی بنا پر ایسا کہا تھا۔ ہر شخص کو اپنے مذہب اور عقیدہ کی آزادی ہے۔ کیا ایسی مثال کسی اور مذہب میں مل سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح نجران کے عیسائی جب مسجد نبوی میں آپؐ سے ملاقات کیلئے آئے تھے ان کی عبادت کا وقت آگیا تو آنحضرت ﷺ نے ان کو مسجد نبوی ہی میں اپنے طریق پر عبادت کرنے کی اجازت دے دی اور مذہبی آزادی کا ایک نیا باب رقم کر دیا جس کی نظیر تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔

آج جو لوگ رواداری کا دعویٰ کرتے ہیں کیا وہ اپنے عبادت خانے دوسروں کیلئے کھول سکتے ہیں۔ ایسی مثال اور کہیں نہیں۔ پاکستان کے لوگ احمدیوں کو اپنی مساجد میں نماز پڑھنے، کلمہ پڑھنے، السلام علیکم کہنے یا اپنے آپ کو مسلمان کہنے سے روکتے ہیں ان کا کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ مساجد سے مٹانے پر تلے ہوئے ہیں اور خود کو مسلمان قرار دیتے ہیں۔ احمدیوں کو گوناں گوں مظالم سے پریشان کرتے ہیں۔ احمدیوں کو اپنے عقیدہ پر چلنے پر قید کیا جاتا ہے۔ گالیاں دی جاتی ہیں۔ کیا یہی فرمانِ خدا و رسول ہے؟ تعجب ہے! آخری زمانہ کے متعلق نبی پاکؐ نے فرمایا ہے اس زمانہ کے علماء بدترین مخلوق ہوں گے۔ انہیں میں سے فتنے اُٹھیں گے اور واپس انہیں میں لوٹ جائیں گے۔ آج کل امام مہدی کے ماننے والوں کو گالیاں دی جا رہی ہیں۔ کاش یہ لوگ اُسوۂ رسول ﷺ پر عمل پیرا ہوں تو پورے جہاں میں امن و شانتی کا ماحول نظر آئے گا۔ کسی کو کسی کا خوف نہ ہوگا اور کوئی عداوت اور دُشمنی نہ ہوگی۔ اور نہ ہی زلازل اور تباہیاں ہوتیں اور نہ ہی آفات سماوی گھیر لیتے۔ اس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ نبی پاکؐ کے اُس فرمان پر جس میں آخری زمانہ میں ایک مصلح کے آنے کی خبر دی گئی لوگ ایمان نہیں لائے اگر آپ کے سچے مسیح و مہدی کو مان لیتے تو ساری دُنیا نجات یافتہ بن جاتی۔ دُنیا کے پردہ پر انصاف رواداری، عفو درگزر اور کامل مذہبی آزادی کی بہترین مثال اسلامی تعلیم اور رسول پاکؐ کا اسوۂ حسنہ ہے۔ جس کی کوئی اور مثال نہ ملی ہے اور نہ ملے گی۔

آج کل کے زمانہ میں مسلمانوں کی حالت قابل رحم ہے دینداری کے بجائے دُنیا پرستی میں لگے ہوئے ہیں لوگوں میں خدا کا خوف نہیں۔ بے راہ روی عام ہے اسلام نام کا رہ گیا ہے۔ کفر و شرک عام ہے عداوت، دُشمنی، بغض، ضد، تعصب، قتل و غارت گری بے حیائی کا بازار گرم ہے۔ کسی بھی ملک میں امن نہیں۔ مسلمان ممالک کی حالت نہایت دگرگوں ہے۔ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے بن بیٹھے ہیں۔ بے قصور ناداروں کا خون بہایا جاتا ہے۔ عصمت دری، شراب خوری، زنا کاری، بے حیائی، بے وفائی، دھوکہ بازی، چوری، چور بازاری، دنگہ و فساد، جھوٹ غرض وہ کونسی برائی ہے جو موجودہ وقت میں نہیں ہے۔ کفر و ارتداد کا بازار گرم ہے۔ تقویٰ مفقود ہے۔ دینداروں اور تقویٰ شعاروں کے ساتھ غیر شرعی برتاؤ کیا جاتا ہے۔ ان مندرجہ بالا برائیوں کا حل صرف اسلام میں ہے جو حقیقی اسلام جماعت احمدیہ کے بانی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعودؑ نے آنحضرت ﷺ کی کامل غلامی اور پیروی میں از سر نو دنیا میں زندہ کر کے دکھایا ہے۔ اگر لوگ اس تعلیم کو اپنائیں گے تو حقیقت میں نجات یافتہ قرار پائیں گے۔ اب موجودہ زمانے میں امام مہدی کو تسلیم کرنے اور اس پر ایمان لانے ہی میں مکمل عافیت ہے۔ ورنہ دنیا تباہی کے گڑھے کے کنارے پر کھڑی ہے کیونکہ یہ وہ زمانہ ہے جس کے متعلق نبی پاک نے آج سے پندرہ سو سال پہلے پیشگوئی فرمائی تھی کہ آخری زمانہ میں یہ حالات ہوں گے جو اس وقت ہو بہو پوری ہو رہی ہے۔ جب تک لوگ نبی رحمت کے اس اسوہ پر عمل نہ کریں گے تب تک دنیا

میں امن اور شانتی قائم نہیں ہوسکتی ۔آخری زمانہ میں آنے والا امام مہدی جو اپنے وقت پر قادیان کی مُطہر بستی میں ظاہر ہوا اور جس نے پاک محمد مصطفیٰ ﷺ کا ایک غلام اور نوکر ہونے کا اعلان فرما کر محمد رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین اسلام کی خدمت کر کے اس کو دُنیا کے لوگوں تک پہنچانے پر کمر کسی اور آپؐ کے پاکیزہ اسوہ کو دنیا پر واضح کیا کہ آپؐ کے اسوہ کو اپنا کر ہی دنیا کی نجات ہے اور اس وقت خلافت کا دور بھی چل رہا ہے۔احمدیہ جماعت دُنیا بھر میں تبلیغ اسلام کر رہی ہے۔محمد رسول اللہ کا جھنڈا دُنیا کے کونے کونے میں گاڑ رہی ہے اور دُنیا کے لوگوں تک وہ پیاری تعلیم پہنچا رہی ہے جس میں مکمل عافیت ہے جو ہمارے رسولؐ نے دی ہے وہی ہے جو ہر فیض کا مبداء اور زندگی کا سرچشمہ ہے اور اُسی کا فضل واحسان ہے کہ اُس نے دُنیا کو تاریکی اور غفلت و جہالت میں پا کر اپنے نور سے علمی و عملی پاکیزگی کی راہیں دکھلائیں۔ اپنے دشمنوں کو معاف کر کے خطا کار قوم کو لا تثریب علیکم الیوم کا اعلان فرمایا۔ایسا کمال کسی اور نبی نے نہ دکھایا۔ حقوق العباد اور حقوق اللہ کا صحیح راستہ دکھا کر ایک روشن اور تابناک مستقبل دُنیا کو دکھایا۔بحر و بر میں سلامتی اور امن وامان کی تعلیم پھیلائی اور قتل و غارت گری کا راستہ بند کر دیا۔

عصر حاضر میں لوگوں نے اس مایہ ناز اُسوۂ نبیؐ کو بکلی فراموش کیا ہے۔تبھی بحر و بر میں بے چینی واویلا، ظلم وستم، اور خون ریزی کا بازار گرم ہے۔کاش مسلمان خاص کر اور عام لوگ رسول اللہ ﷺ کے اسوہ حسنہ کو اپنا کر تمام برائیوں خرافات اور بدحرکات سے بچ جاتے۔ رحمۃ للعالمین کی تعلیم پر زمانہ کو چلنے کی سخت ضرورت ہے ورنہ دُنیا میں امن و شانتی کا بحال ہونا ناممکن ہے۔خدا ہمیں اُسوۂ رسول پر چلنے کی توفیق دے۔آمین۔

❁ ❁ ❁

قریشی عبدالحکیم جماعت احمدیہ بنگلور کرناٹک

عصر حاضر میں اُسوہ نبوی ﷺ کو اپنانے کی اشد ضرورت کیوں ہے؟

جواب: کیونکہ آپ ہادی کامل ہیں۔الحمد للہ خدائے تعالیٰ کے فضل سے آج کا دور ایک تعلیمی بلکہ تکنیکی دور کہلاتا ہے۔تاریخ انسانی کا بغور مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ آج کے انسان نے تعلیم کے میدان میں ٹیکنالوجی کے میدان میں سائنس کے میدان میں طب کے میدان میں Space Science (علم فلکیات) میدان میں جو ترقی کی ہے گزشتہ کئی صدیوں میں اس مثال نظر نہیں آتی۔ اس حقیقت کے باوجود اس کڑوی سچائی سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ آج کا انسان مذہب کے میدان میں، امن و آشتی کے میدان میں، اخلاق فاضلہ اور باہمی تعلقات کے میدان میں، مساواتِ انسانی کے میدان میں نیچے سے نیچے گرتا چلا جارہا ہے۔کہیں جھوٹ کو کہیں ظلم کو کہیں سود کو اور کہیں گندی سیاست کو عقلمندی تصور کیا جارہا ہے تو کہیں بے حیائی اور عریانیت کو فیشن کا نام دیا جارہا ہے۔

انسانیت کی تاریخ میں آپ ﷺ ہی وہ اکیلے انسان کامل ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی جملہ تجلیات کا مظہر بنا کر بنی نوع انسان کی ہدایت کیلئے مبعوث کیا۔

سورہ سبا آیت نمبر ۲۹ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے محمد ہم نے تجھے ساری انسانیت کیلئے رسول بنا کر مبعوث کیا ہے۔

اِن احکام ربانی کی روشنی میں جماعت احمدیہ پورے یقین اور پورے وثوق کے ساتھ یہ اعلان کرتی ہے کہ اے ایشیا ، یورپ اور امریکہ و روس کے رہنے والو۔ اے سرزمین عرب کے باشندو۔ اے افریقہ کے جنگلوں میں بسنے والو اے ساری دنیا کے لوگو! آؤ آج تمہاری زندگی کے جملہ مسائل کا حل تمہاری درد و کرب سے لبریز زندگی کا علاج تو صرف اور صرف حضرت محمد عربی ﷺ کی تعلیمات پر عمل کرنے سے ہی ہوسکتا ہے۔تحقیقی نظر سے اگر دیکھیں تو یہ صداقت اظہر من الشّمس ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کے دو درخشندہ پہلو ہیں۔ ایک مکہ کی مظلومانہ زندگی اور دوسری مدینہ کی حاکمانہ زندگی۔آپ ﷺ کی زندگی کے ہر پہلو کا ہر مبارک عمل ساری انسانیت کیلئے مشعلِ راہ ہے۔آج کی ہماری دنیا بھی دو حصوں میں بٹی ہوئی ہے (۱) وہ طاقتور قومیں جو مالی و سائل کے اعتبار سے، ایٹمی طاقت کے اعتبار سے اور سیاسی اقتدار کے اعتبار سے دنیا پر اپنا سکہ جما چکی ہیں۔(۲) وہ غریب ممالک یا قومیں جو ان طاقتوں کا تختہ مشق بنی ہوئی ہیں۔جو قومیں آج طاقتور ممالک کی غلام بن چکی ہیں ان کیلئے آنحضرت ﷺ کی ابتدائی مکی زندگی ایک بہترین رہنمائی اپنے اندر رکھتی ہے۔

آپ ﷺ ابتدا ہی سے خدا تعالیٰ کے عبد کامل تھے۔آپ کی زندگی کا واحد مقصد بندوں کو خدا تعالیٰ سے ملانا تھا گویا آپ ﷺ کی تعلیمات کا درسِ اول توحید خالص کا قیام ہے۔بڑے واضح رنگ میں آپؐ نے دنیا کو پیغام دیا کہ توحید خالص کے قیام کے بغیر انسانی زندگی کا تصور ممکن نہیں۔آج آپ کے پاکیزہ اسوہ کو اپنائے بنا عالمی امن کا قیام ہرگز ممکن نہیں۔

❁ ❁ ❁

نیاز احمد نائک، اُستاد جامعہ احمدیہ قادیان

آج کل کا معاشرہ اپنی اصلاح کیلئے نبی کریم کے اسوہ کا متقاضی ہے۔انسان اپنے خالق و مالک سے دور جا پڑا ہے۔اس وجہ سے اُس کے اندر بے چینی اور قلق پایا جاتا ہے۔پھر اس بے چینی کا اثر معاشرے پر بھی پڑتا ہے۔ اور معاشرے کا اثر ملکی اور عالمی سطح تک محیط و ممتد ہوجاتا ہے۔نبی کریمؐ اپنے مالک حقیقی کی جستجو تلاش میں غار حرا کی تنگ و تاریک راتیں گذارا کرتے۔قرآن کریم کا نور اور اسوہ محمدی کا نور غار حرا سے ہی جلوہ گر ہوا۔

واشرقت الارض بنور ربها (الزمر:۷۰) کا نظارہ دنیا نے غار حرا سے ہی دیکھا۔تو اس اسوہ محمدی کو آج کے دور میں اپنانے کی سخت ضرورت ہے۔

آپ ﷺ نے ہمارے لیے حقوق العباد کی ادائیگی کیلئے قابل قدر نمونہ چھوڑا ہے۔ آپؐ ہمارے لیے بنیادی یونٹ یعنی گھر سے لیکر انتہائی یونٹ عالمی سطح تک رول ماڈل ہیں۔ عصر حاضر میں گھریلو بد امنی ایک تشویشناک مسئلہ بن گیا ہے۔آج میاں بیوی بے وفائی اور دغا بازیوں کی مسموم و مہلک فضاؤں میں جی رہے ہیں۔ ولادت سے پہلے تشخص کروایا جاتا ہے اور لڑکی ہو تو اسقاط کیا جاتا ہے ۔ پنجاب سمیت ہندوستان کی کئی ریاستیں لڑکوں کے مقابل پر لڑکیوں کی کمی کا شکار ہیں۔مرد شراب پی کر عورتوں کا جینا حرام کر دیتے ہیں۔ بچے آوارہ ہوگئے ہیں جبکہ نبی کریم کا اُسوہ یہ تھا کہ عورتوں کو آبگینہ سمجھتے تھے۔

آپؐ گھر کے کام میں اپنی ازواج کا ہاتھ بٹاتے (کان فی مهنة اهله) غرض آپؐ کا اُسوہ ہر لحاظ سے کامل ہے اور آج اس کو اپنانے کی سب سے اہم ضرورت ہے۔

❁ ❁ ❁

سیدنا صراحمد ندیم ماندوجن کشمیر:

یوں تو اُسوۂ نبوی ﷺ کو اپنانے کی ضرورت ہر دور میں رہی ہے اور تا قیامت اس کی ضرورت رہے گی، کیونکہ دنیا کی سلامتی شانتی اور امن و امان کیلئے اس کے بغیر اور کوئی رول ماڈل ہے ہی نہیں یہ ایک بین حقیقت ہے کہ اُسوۂ نبوی کو اپنا کر ہی دنیا سے جبر و تشدد، ظلم و زیادتی اور فتنہ و فساد کی فضا کافور ہوسکتی ہے اور اُسی گل سرسبد کی مشکبار اور فرحت بخش اداؤں کو اختیار کرنے سے دُنیا میں ہر انسان آزادی سکون اور اطمینان اور امن و آشتی سے زندگی بسر کرسکتا ہے۔

لیکن عصر حاضر میں اُسوۂ نبوی کو اپنانے کی اشد ضرورت اس لیے بھی ہے کہ بدقسمتی سے اس دور میں اُسوۂ نبوی کو پس پشت ڈالکر اسلام کے نام نہاد ٹھیکیداروں نے اسلام اور بانیٔ اسلام کی ایک ایسی تصویر دُنیا کے سامنے رکھ دی ہے جو اصل تصویر سے بالکل الگ بلکہ اُلٹ ہے۔ اسلام کی خوبصورت اور دلکش تعلیمات اور بانیٔ اسلامؐ کے حسین و دلفریب اُسوۂ حسنہ کے بالمقابل نہایت ہی ڈراونی اور خوفناک شبیہ پیش کی جاتی ہے۔ جو دوسروں کو اپنی طرف مائل کرنے کی بجائے اپنوں کو ہی دور ہونے پر مجبور کرتی ہے اور اسلام سے محبت کی بجائے نفرت کا موجب بنتی ہے۔عصر حاضر میں اسلام کے نام نہاد ٹھیکیداروں نے اسلام کا ایک خود ساختہ جدید ایڈیشن پیش کیا ہے۔جس میں نفرت تعصب کدورت اور جہالت کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔تمام خلافِ اسلام باتوں اور قبیح کاروائیوں کو اسلام کی طرف منسوب کر کے اصل اسلام کو بدنام کیا جاتا ہے۔نتیجتاً جس نورِ محمدی سے دُنیا کے اندھیروں کو اُجالوں میں تبدیل کرنا تھا اُسی چراغِ مصطفوی سے دُنیا میں نفرتوں کی آگ دہکائی جاتی ہے۔

❁ ❁ ❁

سلیق احمد نائک جامعہ احمدیہ قادیان

جب ہم عصر حاضر کے اس دور آفریں پر بتعمّق غور کرتے ہیں تو عین قران کریم اور احادیث نبویہ میں مندرج پیشگوئیوں کے مطابق اس زمانہ میں بعینہ تمام مذکورہ حالات کمال صفائی کے ساتھ رونما نظر آتے ہیں اور جہاں تک امت مسلمہ کا تعلق ہے اعتقادات ہو ایمانیات ہوں یا اخلاقیات ، ہر پہلو سے ان تعلیمات مشرقہ وجلیہ سے جو بانی اسلام خیر

(باقی صفحہ ۴۰ پر ملاحظہ فرمائیں)

سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

.......فوزیہ انجم ایڈیشنل سیکرٹری تعلیم لجنہ اماء اللہ بھارت.......

سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ایسے وقت میں ہوئی جبکہ دنیا میں گمراہی کا دور دورہ تھا۔عرب کی سرزمین جہاں آپؐ مبعوث ہوئے وہاں جاہلیت کی انتہا تھی پوری قوم شراب نوشی، قمار بازی اور زنا کاری میں مبتلا تھی۔قرآن کریم نے اس کا ان الفاظ میں نقشہ کھینچا ہے۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ

(سورۃ الرّوم آیت:42)

یعنی تمام دنیا میں خشکی اور تری میں فساد اور خرابی پیدا ہوگئی ہے اور خدا تعالیٰ کے ایک مامور کے ظاہر ہونے کی ضرورت ہے۔

اور اس طرح خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ:۔

یہ خدا کا رسول اس لیے آیا ہے کہ دنیا سب کی سب تاریکی میں پڑی ہے اور وہ اس کو تاریکی سے نکال کر نور کی طرف لے جاتا ہے۔

آپؐ نے قرآنی الفاظ میں یہ بھی اعلان کیا کہ اے انسانو! میں تمام لوگوں کی طرف خدا کی طرف سے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

آپؐ کی آواز پر چاروں طرف سے لوگ جوق در جوق اکٹھے ہونے شروع ہوئے اور جلد جلد آپؐ کے گرد جمع ہوگئے۔حضرت مسیح علیہ السلام کی زندگی میں تو ایک شخص بھی غیر قوموں میں سے آپ پر ایمان نہیں لایا تھا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے سارے حواری چالیس پچاس میل کے حلقہ کے اندر رہنے والے تھے مگر رسول کریمؐ کی آواز پر یمن کے رہنے والے، نجد کے رہنے والے یہودیوں میں سے ایرانیوں میں سے عیسائیوں میں سے بھی آپؐ پر ایمان لائے اور آپ کے گرد جمع ہو گئے اللہ تعالیٰ نے آپ کی شریعت کو کامل کرتے ہوئے فرمایا:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ط

(سورۃ المائدہ آیت:4)

یعنی میں نے آج اس کلام کے ذریعہ سے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے اور ہر ایک نعمت تمہارے لئے کمال تک پہنچا دی ہے اور امن اور سلامتی کو تمہارا مذہب قرار دے دیا ہے۔

یہ آپؐ کا وجود ہی تھا جس کو ساری سچائیاں بتائی گئیں اور آپؐ نے دنیا کو ساری سچائیاں بتا دیں اور ایک بھی نہیں چھپائی کیونکہ آپؐ کی بعثت کے وقت انسان روحانی ارتقاء کی سب منزلوں کو طے کر چکا تھا اور وقت آ چکا تھا کہ ساری سچائیاں خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہو جائیں اور خدا کا رسول وہ ساری سچائیاں لوگوں کو سنا دے۔

تاریخ میں آپ کا زمانہ 570 سے لے کر 632 تک بتایا گیا ہے۔آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی خالص توحید کے قیام کے لیے مبعوث فرمایا تھا اور بچپن میں ہی آپ کے دل کو پاک صاف بنا دیا تھا۔

آپؐ کی سیرت کے بے شمار پہلو ہیں ان میں سے چند پہلوؤں کا میں اس مضمون میں ذکر کر رہی ہوں:۔

آنحضرتؐ تمام انبیاء سے افضل ہیں

آپؐ انبیاء کے سرتاج تھے۔اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝

(سورۃ الاحزاب آیت:57)

کہ اللہ یقیناً اس نبی پر اپنی رحمت نازل کر رہا ہے اور اس کے فرشتے بھی یقیناً اس کے لئے دعائیں کر رہے ہیں۔اے مومنو! تم بھی اس پر درود بھیجتے اور اس کے لئے دعائیں کرتے رہا کرو اور خوب جوش وخروش سے اس کے لئے سلامتی مانگتے رہا کرو کیونکہ آپؐ ہی خدائی فرمان لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ کے مصداق ہیں کہ اگر تو نہ ہوتا تو میں کائنات کو پیدا نہ کرتا۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بے حد عشق ومحبت تھا۔آپؑ فرماتے ہیں:۔

"ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمارے سیّد ومولیٰ (اس پر ہزار ہا سلام) اپنے افاضہ کے رُو سے تمام انبیاء سے سبقت لے گئے ہیں کیونکہ گذشتہ نبیوں کا افاضہ ایک حد تک آ کر ختم ہو گیا اور اب وہ قومیں اور وہ مذہب مردے ہیں کوئی ان میں زندگی نہیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا روحانی فیضان قیامت تک جاری ہے اس لئے باوجود آپ کے اس فیضان کے اس اُمت کے لئے ضروری نہیں کہ کوئی مسیح باہر سے آئے بلکہ آپ کے سایہ میں پرورش پانا ایک ادنیٰ انسان کو مسیح بنا سکتا ہے جیسا کہ اُس نے اِس عاجز کو بنایا۔

(چشمہ مسیحی صفحہ 75)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ تعالیٰ سے محبت

حضرت محمد مصطفیٰؐ اپنی جوانی میں ایک غار میں جا کر خدا کی عبادت کیا کرتے تھے کئی کئی دن اسی غار میں گزارا کرتے تھے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے اور اُس سے باتیں کرتے تھے لوگ تو کہتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے رب کا عاشق ہو گیا ہے۔حضرت محمدؐ کو اللہ تعالیٰ سے بے حد محبت اور شرک سے نفرت تھی۔

حدیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ نبی کریمؐ حضرت خدیجہؓ کا مال تجارت لے کر جب ملک شام گئے تو اپنا سودا فروخت کیا کسی شخص نے اس دوران آپؐ سے لات اور عُزّیٰ کی قسم لینا چاہی آپؐ نے فرمایا میں نے آج تک ان بتوں کے نام کی قسم نہیں کھائی اور نہ کبھی ان کی طرف توجہ کی ہے۔

(طبقات الکبریٰ ابن سعد جلد 1 ص 311 مطبوعہ بیروت)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ کی ذات سے جو عشق تھا اور توحید خالص کے قیام کی جو تڑپ تھی اس کا مقابلہ دنیا میں کوئی نہیں کر سکتا۔حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے سچی بات جو کسی شاعر نے کی ہے وہ لبید کا یہ مصرعہ ہے کہ "سنو اللہ کے سوا یقیناً ہر چیز باطل اور مٹ جانے والی ہے"

(بخاری کتاب مناقب الانصار باب ایام الجاھلیتہ حدیث نمبر 3841)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرآن کریم سے محبت

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو آنحضرتؐ پر نازل ہوا۔یہ کلمۃ اللہ ہے جس کا مقابلہ دنیا کی کوئی کتاب نہیں کر سکتی۔رسول کریمؐ کا تو اوڑھنا بچھونا ہی قرآن تھا۔حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ کبھی رات کو اچانک آنکھ کھل جاتی تو زبان پر اللہ تعالیٰ کی عظمت کی آیات جاری ہوتیں

وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ

یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ صاحب جبروت ہے نیز آسمانوں زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان کا رب ہے اور غالب اور بخشنے والا ہے۔

(مستدرک علی الصحیحین)

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس کو قرآن کریم کا کچھ حصہ بھی یاد نہیں وہ ویران گھر کی طرح ہے"

(ترمذی فضائل القرآن باب من قرأ حرفا)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ و السلام فرماتے ہیں کہ:۔

"اس بارہ میں کوئی شبہ نہیں کہ قرآن مجید وحی متلوّ ہے اور اس کا ہر حصہ متواتر اور قطعی ہے اور حتیٰ کہ اس کے نقطے اور حروف بھی۔خدا تعالیٰ نے اسے زبردست اور کامل اہتمام کے ساتھ ملائکہ کی حفاظت اور پہرہ میں اتارا ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں کسی قسم کا دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا اور ہمیشہ اس بات پر مداومت سے عمل کیا کہ اس کی آیت آیت آپؐ کی آنکھوں کے سامنے اس طرح لکھی جائے جس طرح نازل ہوتی تھی یہاں تک کہ آپؐ نے تمام قرآن کو جمع فرما دیا اور بنفسِ نفیس اس کی آیات کی ترتیب قائم فرمائی۔ آپؐ ہمیشہ نمازوں وغیرہ میں اس کی تلاوت کرتے رہے یہاں تک کہ اس دنیا سے رخصت ہو کر اپنے رفیق اعلیٰ اور محبوب رب العالمین سے جا ملے۔"

(ترجمہ عربی عبارت حمامۃ البشریٰ روحانی خزائن جلد 7 صفحہ 216)

آنحضرتؐ کی مخلوق خدا سے محبت

آنحضرتؐ کو اپنے آرام کی فکر کبھی نہیں ہوئی بلکہ ہمیشہ یہ فکر رہتی کہ لوگوں کی ضروریات کیسے پوری ہوں۔ اپنے بیوی بچوں کو بھی ہمیشہ یہی تعلیم دی کہ دوسروں کے لیے اپنے ہاتھ کو کھولو اور اپنے دل کو کھولو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کمزوروں اور حاجت مندوں کے کام آتے اور فرماتے تھے کہ جب بندہ اپنے کسی بھائی کی مدد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرماتا ہے اور جو کسی مسلمان بھائی کی کوئی تکلیف دور کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے روز کی تکلیف دور کرے گا اور جو شخص کسی مسلمان کی ستر پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی ستر پوشی فرمائے گا۔

(بخاری کتاب المظالم باب لا یظلم المسلم المسلم :2262)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے ایک فارسی شعر میں فرماتے ہیں:۔

جان خود دادن پے خلق خوادر فطرتش
جاں نثار خستہ جاناں بیدلاں را غمگسار

ترجمہ: مخلوق خدا کی خاطر (اپنی جان) اس کی فطرت میں داخل ہے وہ شکستہ دلوں پر جاں نثار کرنے والا اور بے دلوں کا غمگسار ہے۔(شانِ رسولِ عربیؐ صفحہ 416)

آنحضرتؐ کی سچائی اور امانت داری

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بچپن سے ہی سچ بولتے تھے اور آغاز جوانی سے ہی سب لوگ آپ کو امانت دار مانتے تھے اور آپ کو صدیق اور امین کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں سورۃ یونس آیت 17 میں فرماتا ہے کہ:۔

’’ان کو کہہ دے اگر اللہ چاہتا تو میں یہ (قرآن) تم کو پڑھ کر نہ سناتا اور نہ اس سے تمہیں آگاہ کرتا۔ اس سے پہلے میں تمہارے درمیان عمر کا ایک حصہ گزار چکا ہوں کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔

حضرت خدیجہؓ نے آنحضرتؐ کی صدق بیانی اور امانت داری اور اعلیٰ اخلاق کا حال سن کر اپنا مال آپ کو دے کر تجارت کے لیے آپ کو روانہ کیا۔ اس سفر میں حضرت خدیجہؓ کے غلام میسرہ بھی آپؐ کے ساتھ تھے۔ واپسی پر میسرہ نے سفر کے حالات بیان کیے تو حضرت خدیجہؓ نے ان سے متاثر ہو کر آنحضرتؐ کو شادی کا پیغام بھجوایا کہ آپ ﷺ قرابت داری کا خیال رکھتے ہیں قوم میں معزز ہیں امانت دار ہیں اور احسن اخلاق کے مالک ہیں اور بات کہنے میں سچے ہیں۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام)

حضرت ابوبکرؓ رسول اللہؐ کے بچپن کے دوست تھے انہوں نے جب آپؐ کے دعویٰ کے بارہ میں سنا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصرار کے باوجود کوئی دلیل نہیں چاہی کیونکہ زندگی بھر کا مشاہدہ یہی تھا کہ ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی جلد 2 ص 164 دار لکتب العلمیہ بیروت)

ایک دفعہ رسول کریمؐ نماز پڑھانے کے بعد خلاف معمول تیزی سے گھر گئے اور ایک سونے کی ڈلی لے کر واپس آئے اور فرمایا کہ کچھ سونا آیا تھا سب تقسیم ہو گیا یہ سونے کی ڈلی بچ گئی تھی میں جلدی سے اسے لے آیا ہوں کہ قومی مال میں سے کوئی چیز ہمارے گھر میں نہ رہ جائے۔ (بخاری کتاب الزکوٰۃ باب اخذا الصدقۃ التمر :1390)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ:۔

’’ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اظہارِ سچائی کے لیے ایک مجدد اعظم تھے جو گم گشتہ سچائی کو دوبارہ دنیا میں لائے۔ اس فخر میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی بھی نبی شریک نہیں کہ آپؐ نے تمام دنیا کو ایک تاریکی میں پایا اور آپ کے ظہور سے وہ تاریکی نور سے بدل گئی۔‘‘

(لیکچر سیالکوٹ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 206)

آنحضرتؐ کی ہمت اور استقلال

آپؐ نے زبانی اذیتیں بھی سن کر برداشت کیں اور جسمانی دکھ بھی برداشت کیے اور یہ سب مشکلات اور تکالیف خدا کی راہ میں خوشی سے برداشت کیں۔

رسول کریمؐ کو آزادانہ نماز پڑھنے کی بھی آزادی نہ تھی۔ چنانچہ نماز عصر کے وقت آپؐ مختلف گھاٹیوں میں جا کر اکیلے یا دو دو کی صورت میں چھپ کر نماز ادا کرتے۔

(مستدرک حاکم جلد 4 صفحہ 52)

ابولہب کے دوسرے بیٹے عتیبہ کا نکاح رسول اللہؐ کی بیٹی ام کلثوم سے ہوا تھا ابولہب نے اس پر دباؤ ڈال کر طلاق دلوادی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 8 ص 37)

ایک دفعہ ابوجہل نے کہا کہ اگر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خانہ کعبہ کے پاس نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لوں تو آپؐ کی گردن دبوچ کے رکھ دوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عجب جلال کے ساتھ فرمایا اگر وہ ایسا کرے گا تو فوراً فرشتے آ کر اس پر گرفت کریں گے۔

(بخاری کتاب التفسیر سورۃ العلق باب قولہ کلالئن لم ینتہ)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

’’ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمت بہت ہی بلند تھی اس لیے قرآن شریف جیسا کلام آپؐ پر نازل ہوا۔‘‘

(الحکم 10 اگست 1902ء صفحہ 10)

حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں:۔

’’دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات پر نظر ڈالو آپ کے زمانہ میں کیسے مشکلات کا سامنا تھا مگر آپؐ کے اور آپؐ کے صحابہؓ کی وفا، صدق، صبر اور استقامت نے کیا کچھ کر دکھایا۔ یقینا جانو کہ اگر کروڑ توپ بھی ہوتی جب بھی یہ کام جو ان لوگوں کے ایمان صدق صبر اور استقلال نے کر دکھایا ہرگز ہرگز نہ کر سکتی۔ دیکھو نہ آپ کے پاس کوئی فوج تھی نہ توپیں تھیں نہ سپاہی تھے مگر اللہ تعالیٰ نے کیسی تائید کی کہ بڑے بڑے لوگ خس و خاشاک کی طرح فتح ہوتے چلے گئے۔‘‘

(الحکم 6 مارچ 1908ء صفحہ 8)

آنحضرتؐ کا خلق مہمان نوازی

مہمان نوازی انبیاء کے خلق میں سے ایک اعلیٰ خلق ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ خلق ایسا قائم تھا جس کی مثال نہیں۔

مہمان نوازی کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مہمان نوازی ایمان کی علامت ہے۔ آپؐ نے ہمیں مہمان نوازی کے آداب سکھائے اور فرمایا:۔

تین دن تک مہمان نوازی مہمان کا حق ہے۔

(ابن ماجہ کتاب الادب باب حق الضیف:3665)

ایک دفعہ ایک یہود آپؐ کے پاس مہمان ٹھہرا رات پیٹ کی خرابی کے باعث اس نے آنحضرتؐ کے بستر پر پاخانہ کر کے اسے خراب کر دیا۔ علی الصبح شرم کے مارے بغیر بتائے چپکے سے چلا گیا مگر جلدی میں اپنی تلوار بھول گیا۔ جب آگے جا کر اسے یاد آیا تو تلوار لینے واپس لوٹا۔ کیا دیکھتا ہے کہ حضور ﷺ بنفس نفیس اس کا گندھا بستر دھو رہے تھے۔

(مثنوی مولانا روم مترجم دفتر پنجم ص 20 ترجمہ قاضی سجاد حسین)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مہمان کے لیے حسب حال کھانے کا اچھا اہتمام فرماتے اور اپنے ہاتھ سے کھانا پیش کر کے خوش ہوتے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ بیان کرتے ہیں کہ مجھے ایک دفعہ حضورؐ کے ہاں مہمانی کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نے ران بھوننے کا حکم دیا اور پھر چھری لے کر گوشت کاٹ کاٹ کر مجھے عطا فرمانے لگے۔ دریں اثناء بلالؓ نے نماز کے لیے بلالیا تو فوراً نماز کے لئے تشریف لے گئے۔

(ابو داؤد کتاب الطہارۃ باب فی ترک الوضو من مسّت النار:160)

ایک خطاب میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے فرمایا:۔

’’میرے اصول کے موافق اگر کوئی مہمان آوے اور سبّ وشتم تک بھی نوبت پہنچ جاوے تو اس کو گوارا کرنا چاہئے (یعنی سخت الفاظ) کیونکہ وہ مریدوں میں تو داخل نہیں ہے ہمارا کیا حق ہے کہ اس سے وہ ادب اور ارادت چاہیں جو مریدوں سے چاہتے ہیں۔ یہ بھی ہم ان کا احسان سمجھتے ہیں کہ نرمی سے بات کریں۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زیارت کرنے والے کا تیرے پر حق ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ مہمان کو اگر ذرا سا بھی رنج ہو تو وہ معصیت میں داخل ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 80۔79 جدید ایڈیشن۔ الحکم 21 فروری 1903ء صفحہ 3 تا 5)

رسول کریمؐ کا انفاق فی سبیل اللہ

آنحضرتؐ کی سیرت کا ایک پہلو انفاق فی سبیل اللہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی راہ میں بے دریغ خرچ کیا اور ایک شاندار اور بہترین نمونہ دیا ہے۔

حضرت خریم بن فاتکؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں کچھ خرچ کرتا ہے اسے اس کے بدلہ میں سات سو گنا زیادہ ثواب ملتا ہے۔

(ترمذی باب فضل النفقۃ فی سبیل اللہ)

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول کریمؐ سے زیادہ بہادر، معزز سخی اور نورانی وجود نہیں دیکھا۔ (طبقات اکبریٰ لا بن سعد جلد اوّل ذکر صفۃ اخلاق رسول اللہؐ)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ:۔

’’دولت سے دل نہ لگانا۔ دولت سے مغرور نہ ہونا دولت مندی میں امساک اور بخل اختیار نہ کرنا اور کرم اور جود اور بخشش کا دروازہ کھولنا اور دولت کو ذریعۂ نفس پروری نہ ٹھہرانا اور حکومت کو آلۂ ظلم و تعدی نہ بنانا، یہ سب اخلاق ایسے ہیں کہ جن کے ثبوت کے لیے صاحب دولت اور صاحب طاقت ہونا شرط ہے اور اسی وقت بپایہ ثبوت پہنچتے ہیں کہ جب انسان کے لیے دولت اور اقتدار دونوں میسر ہوں۔‘‘

پھر فرماتے ہیں:۔

’’اس بارے میں سب سے اوّل قدم حضرت خاتم الرسل محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے کیونکہ آنحضرتؐ پر کمال وضاحت سے یہ دونوں حالتیں وارد ہو گئیں اور ایسی ترتیب سے آئیں کہ جس سے تمام اخلاق فاضلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مثل آفتاب کے روشن ہو گئے۔‘‘ (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 283 تا 285)

آنحضرتؐ کی سیرت کا ایک پہلو
ہمسایہ اور دوستوں سے حسن سلوک

اگر ہر انسان ہمسایہ اور دوستوں سے اچھا سلوک کرے تو دنیا سے فساد دور ہو سکتا ہے امن قائم ہو سکتا ہے۔ ہمارے پیارے نبی کریمؐ نے ہمسایہ سے اچھا سلوک کرنے کی تعلیم دی ہے اور ایک شاندار نمونہ قائم کیا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ اور حضرت عائشہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبریل مجھے ہمیشہ پڑوسی سے حسن سلوک کی تاکید کرتا آرہا ہے یہاں تک کہ مجھے خیال ہوا کہ کہیں وہ اسے وارث ہی نہ بنادے۔

(بخاری کتاب الادب باب الوصایا بالجار)

آپؐ نے تمام مومنوں کو دوستی سے مضبوط تر تعلق اسلامی اخوت کے دائرہ میں شامل کیا اور فرمایا کہ تم جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک ایمان نہ لاؤ اور مومن نہیں ہو سکتے جب تک ایک دوسرے سے محبت نہ کرو۔ (مسلم)

حضرت عثمانؓ نے ایک دفعہ اپنے خطبہ میں بیان فرمایا کہ خدا کی قسم ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے سفر میں بھی اور حضر میں بھی آپؐ ہمارے مریضوں کی عیادت فرماتے، ہمارے جنازوں میں شامل ہوتے اور ہمارے ساتھ جہاد میں خود شامل ہوتے تھے نیز کم یا زیادہ سے ہماری غمخواری اور مدد فرماتے تھے۔

(مسند احمد جلد 1 ص 70)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی قسم وہ شخص مومن نہیں ہے خدا کی قسم وہ شخص مومن نہیں ہے خدا کی قسم وہ شخص مومن نہیں ہے آپ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ کون مومن نہیں؟ آپ نے فرمایا جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں اور اس کے اچانک واروں سے محفوظ نہ ہو۔

(بخاری کتاب الادب)

آنحضرتؐ کی سادگی، مسکینی اور قناعت

آنحضرتؐ کی سیرت کا ایک پہلو سادگی، مسکینی اور قناعت بھی ہے۔ آپؐ نے ہمیشہ اس کی تعلیم دی اور اس پر عمل کر کے مثالیں قائم فرمائیں۔ آپؐ کے اخلاق قرآن شریف کی تعلیم کے مطابق تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان ہے وَمَا اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ۔
(ص:87)
یعنی میں تکلف کرنے کا عادی نہیں ہوں۔

آپ ﷺ کا اپنا کھانا پینا، لباس بستر وغیرہ سب سادہ تھے زمین پر بچھونا ڈال کر سو جاتے تھے۔ بستر یا گدا چمڑے کا تھا جس کے اندر کھجور کے پتے اور ان کے ریشے بھرے ہوئے تھے۔ (بخاری)

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو منبر پر یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری تعریف و تعظیم میں اس طرح مبالغہ نہ کرنا جس طرح نصاریٰ نے ابن مریم کے حق میں کیا۔ میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں اس لئے فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ وَ رَسُوْلُه، مجھے اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول ہی کہنا۔

(بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب قول اللہ واذ کر فی الکتب مریم)

آپؐ نے اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ سادہ زندگی اور قناعت کی تعلیم دی ایک روایت میں آتا ہے حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ کے چکی پیسنے کی وجہ سے ہاتھوں میں تکلیف ہو گئی اور ان دنوں آنحضرتؐ کے پاس کچھ قیدی آئے تھے۔ حضرت فاطمہؓ حضورؐ کے پاس گئیں لیکن آپؐ کو وہاں نہ پایا، حضرت عائشہؓ سے ملیں اور آنے کی وجہ بتائی۔ جب حضورؐ باہر سے تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے حضرت فاطمہؓ کے آنے کا ذکر کیا۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر آئے رات کا وقت تھا کہتے ہیں کہ ہم بستروں پر لیٹ چکے تھے تو حضورؐ کے تشریف لانے پر ہم اٹھنے لگے تو آپؐ نے فرمایا نہیں لیٹے رہو پھر آپؐ ہمارے درمیان تشریف فرما ہوئے۔ کہتے ہیں کہ یہاں تک کہ حضورؐ کے قدموں کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ کیا میں تمہارے سوال سے بہتر چیز نہ بتاؤں؟ جب تم بستروں پر لیٹنے لگو تو 34 دفعہ اللہ اکبر 33 بار سبحان اللہ اور 33 بار الحمد للہ کہو۔ یہ تمہارے لیے نوکر سے بہتر ہے ملازمین رکھنے سے بہتر ہے۔ (مسلم کتاب الذکر قول اللہ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام فرماتے ہیں کہ:۔

’’اگر اللہ تعالیٰ کو تلاش کرنا ہے تو مسکینوں کے دل کے پاس تلاش کرو اسی لیے پیغمبروں نے مسکینی کا جامہ پہن لیا تھا۔ اسی طرح چاہئے کہ بڑی قوم کے لوگ چھوٹی قوم کو ہنسی نہ کریں اور نہ کوئی یہ کہے کہ میرا خاندان بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم میرے پاس جو آؤ گے تو یہ سوال نہ کروں گا کہ تمہاری قوم کیا ہے بلکہ سوال یہ ہوگا کہ تمہارا عمل کیا ہے۔ اسی طرح پیغمبر خدا نے فرمایا ہے اپنی بیٹی سے کہ اے فاطمہ! خدا تعالیٰ ذات کو نہیں پوچھے گا اگر تم کوئی برا کام کرو گی تو خدا تعالیٰ تم سے اس واسطے درگزر نہ کرے گا کہ تم رسول کی بیٹی ہو۔‘‘

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 370 ایڈیشن 2003)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کچھ عطا ہوا وہ سب کا سب براہ راست اللہ تعالیٰ سے ملا۔ آپؐ کے اعمال عین قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق تھے۔ آپ کے احسانات صرف عرب قوم کے لیے مختص نہیں تھے بلکہ ساری دنیا پر آپؐ کے احسانات محیط ہیں کیونکہ آپؐ ساری دنیا کے لیے رحمت بن کر آئے تھے۔

دنیا کے مختلف مصنّفین کی تحریروں سے بھی آپؐ کی صداقت کا ثبوت ملتا ہے۔ مضمون نگار انسائیکلو پیڈیا برٹینکا نے لکھا ہے:۔

’’محمدؐ شخصیات میں سے تمام نبیوں میں سب سے زیادہ کامیاب رہے۔‘‘

(انسائیکلو پیڈیا برٹینکا ایڈیشن 11)

کونسٹن درجبل (وزیر خارجہ رومانیہ) نے اپنی کتاب ’’محمدؐ‘‘ میں لکھا ہے۔

’’عربستان میں جو انقلاب حضرت محمدؐ برپا کرنا چاہتے تھے وہ انقلاب فرانس سے کہیں بڑا تھا انقلاب۔ فرانس فرانسیسیوں کے درمیان مساوات پیدا نہ کر سکا مگر پیغمبرِ اسلام کے لائے ہوئے انقلاب نے مسلمانوں کے

درمیان مساوات قائم کر دی اور ہر قسم کے خاندانی طبقاتی اور مادی امتیازات کو مٹا دیا۔"

ڈاکٹر وگلیری (جونیلز یونیورسٹی میں عربی کے پروفیسر) 1935 میں An Interpretation of Islam میں لکھتی ہیں:۔

فی الحقیقت اس مصلح کا کام نہایت اعلیٰ اور شاندار تھا۔ ہاں یہی وہ مصلح تھا جس نے ایک بت پرست اور وحشی قوم کو کیچڑ سے نکال کر ایک متحد اور موحد جماعت بنا دیا اور ان میں اعلیٰ اخلاق کی روح پھونک دی۔

(اسلام پر نظر ص16,9)

پس اس مضمون کا اختتام حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباس سے کرتی ہوں۔ آپؑ فرماتے ہیں:۔

"تمام آدم زادوں کے لیے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ وجلال کے نبیؐ کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔"

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 13۔14)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق دے اور ہم سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے والے ہوں۔ آمین

❁❁

بقیہ: اداریہ از صفحہ اوّل

آج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ آقاء مطاع حضرت خاتم النبیین ﷺ کی سیرت طیبہ کی اصل تصویر دنیا کے سامنے پیش کرے۔ ہمارے پیارے امام حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اس بارہ میں بار بار توجہ دلا رہے ہیں۔

"احمدیوں کی بھی بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ اس رؤف ورحیم نبی کی زندگی کے ہر حسین لمحے کی تصویر ان لوگوں تک پہنچائیں۔۔۔احمدیوں سے میں پھر یہ کہتا ہوں کہ اپنے اور پرائے اسلام کی تعلیم لاگو کرتے ہوئے ان عقل کے اندھوں یا کم از کم ان لوگوں کو جو ان کے زیر اثر آ رہے ہیں اور خدا کے پیاروں سے ہنسی ٹھٹھے کو کوئی اہمیت نہیں دیتے، ان کو سمجھائیں کہ اگر تم لوگ باز نہ آئے تو نہ تمہاری بقا ہے اور نہ تمہارے ملکوں کی بقا ہے۔ کوئی اس کی ضمانت نہیں۔ پس اگر اپنی بقا چاہتے ہو تو اس محسن انسانیت اور اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی ﷺ کی ذات پر حملے بند کرو، اس سے تعلق پیدا کرو۔ اگر تعلق نہیں بھی رکھنا تو کم از کم شرافت کا تقاضا یہ ہے کہ خاموش رہو۔" (بحوالہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۳ فروری ۲۰۰۷)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے پیارے آقا ﷺ کے اُسوہ حسنہ کو اپنانے اور آپ کی سیرت طیبہ کے حسین دلربا پاکیزہ حالات سے دنیا کو روشناس کروانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(شیخ مجاہد احمد شاستری)

بقیہ: اُسوہ نبی کو عصر حاضر میں اپنانے کی ضرورت کیوں ہے از صفحہ ۳۶

الانام حضرت محمد ﷺ نے ہمیں عطا کیں دوری نظر آتی ہے اور بوجہ قلت فہمیدگی کے بعض واضح اور مقدس تعلیمات عالیہ کو بگاڑ کر دنیا کے سامنے رکھا گیا۔ اور اس کے مضرات و نقصانات نتیجۃً دین اسلام اور بانی اسلام ﷺ کی جلالت شان اور عالی مقام ومرتبت پر حرف زنی کا باعث ہیں۔ جیسا کہ اعتقادی مسائل میں سے اس زمانہ میں جہاد کا متشددانہ نظریہ اور جبر اکراہ سے داخل اسلام کرنے کا بے بنیاد عقیدہ اس بارہ میں ظلم کی انتہا یہ ہے کہ بعض مسلمان رہنما جبر وتشدد کے نظریہ کو صرف اپنے تک ہی محدود نہیں رکھتے بلکہ ہمارے پاک آقا ﷺ کو بھی اس میں ملوث کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کے دین اور اس کی قوت قدسیہ کو بھی اپنے کھوکھلے دلائل اور کرم خوردہ قوتوں کی طرح ایسا کمزور جانتے ہیں کہ گویا اگر تلوار اس کے قبضہ قدرت میں نہ ہوتی تو وہ کبھی بھی وہ عظیم روحانی تبدیلی پیدا نہ کرسکتا جو عرب سے پھوٹنے والے اس روحانیت کے سرچشمہ نے چند سالوں میں کر کے دکھا دی تھی۔ ان کے نزدیک اس مظلوم نبی کی دفاعی جنگیں محض اپنے مذہب کو پھیلانے کے لیے ایک جارحانہ اقدام تھا۔

اسی طرح جب ہم عصر حاضر کی اخلاقی اور تمدنی حالات کا مشاہدہ کرتے ہیں تو اس معاشرتی زندگی میں بھی قسما قسم کے ظلم اور زیادتیاں کثرت سے نظر آتی ہیں جو کہ زمانہ جاہلیت سے بکلی مشابہت رکھتے ہیں جیسے عوام الناس پر ظلم و تعدی، عورتوں کا استحصال معصوموں کا قتل غرض حقوق اللہ ہو یا حقوق العباد دونوں میں حق تلفیاں نقطہ عروج پر ہیں اور باوجود صدہا کوششوں کے اس سے فرار کی کوئی راہ نظر نہیں آتی۔

پس اس حالت زار میں ایک تو ہمیں اس ارشاد ربانی کو یعنی "لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ" کو تازہ کر کے اور اپنے مفادات اور نفسانی اغراض کو یکطرف کر کے محض للہ اس اسوہ حسنہ کو اپنانا ہوگا جس کی چمک دمک آج تک اس کرۂ ارض پر اپنی کمال تابانی کے ساتھ موجود ہے۔ پھر دنیا کے سامنے اسلام کی حقیقی تعلیمات اور اسوہ انسان کامل ﷺ سے فیضیاب ہو کر اسلام کا حقیقی چہرہ پیش کرنا ہوگا اور زندگی کے ہر پہلو اور ہر میدان میں اخلاق محمدی ﷺ کی پیروی کر کے دنیا کے سامنے ان کے اوصاف و اخلاق کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔

آج اگر دنیا میں امن و سلامتی عدل وانصاف اور دیگر اخلاق عظیمہ کو قائم کرنا ہے جو حقوق العباد سے متعلق ہیں تو سوائے اقتداء اسوہ انسان کامل رسول اللہ ﷺ کے ہرگز قائم نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ جو اصول وضوابط آپ ﷺ نے دنیا کے سامنے پیش کیے وہ آپؐ کی غیر معمولی خدا داد صلاحیتوں اور قوت قدسیہ کا نتیجہ تھے جس میں آپ لاثانی ہیں اور اس مقام خاص تک کسی کی رسائی نہیں۔

بھیج درود اس محسن پر تو دن میں سو سو بار
پاک محمد مصطفیٰ نبیوں کا سردار

❁❁❁